کر دیا ہے۔ اس خبر کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ولید بن عقبہ گورنر کوفہ کو لکھا کہ اس بغاوت کو ختم کر دو اور ان باغیوں کو پھر سے سلام کی اتباع اور خلیفہ کی اطاعت پر لانے کی کوشش کرو۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے اس حکم کے ملتے ہی کوفہ کے مذکور گورنر نے ان باغیوں کے خلاف سخت قدم اٹھایا۔ بالآخر باغیوں کو شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ اس کی تصدیق تاریخ شیعہ سے ملاحظہ ہو۔

ناسخ التواریخ:

بالجملہ در بدو حکومت ولید بن عقبہ در کوفہ خبر بعثمان آورد کہ مردم آذربائیجان سر از فرمان برتافتند و آں خراج کہ عمر ابن الخطاب برایشاں نہادہ بود باز گرفتند با آنکہ عمر شش ہزار مرد مبارز برائے حفظ ثغور و اخذ خراج در آذربائیجان باز داشتہ بود۔ چوں ایں خبر بعثمان رسید۔ ولید بن عقبہ را مکتوب کرد کہ با لشکر فراواں تسخیر آذربائیجان را تصمیم عزم دہد پس ولید عرض لشکر دادہ راہ برگرفت ہمانا در بعض از کتب تواریخ مسطور است کہ شش ماہ بعد از خلافت عثمان مردم ہمدان بیوفائی کردند۔ و عثمان فرمان کرد تا مغیرہ بن شعبہ لشکر بہمدان برد، و مردم آں بلاد را تحت فرمان آورد، در ایں سخن استوار نیفتاد در چہارم روز سیم خلافت عثمان خویش سعد را بکوفہ فرستاد و مغیرہ را معزول ساخت پس فتح ہمدان نیز بدست ولید بن عقبہ بپائے رفت۔ و با ایشان کار بمصالحہ کرد۔ و از آں جا طریق آذربائیجان گرفت۔ مردم آں مملکت نیز جنگ عرب ناآزمودہ داشتند و دانستہ بودند کہ باآں جماعت زور مناز عت بیروں شدن باد بچنبر لبستن و کوہ بناخن خستن است ناچار از در مصالحت و مسالمت در آمدند و کار بصلح کردند۔ و آں خراج و جزیت

کہ انوپیش برایشاں لبستہ بودند بر دفت نہادند۔ پس ولید بن عقبہ در آذربائیجان بنشست، و بہمان قانون کہ با حذیفۃ الیمان عہد لبستہ بودند اخذ خراج نمود و سلیمان بن ربیع باہلی را با دوازدہ ہزار دو لشکری گسیل ارمینیہ داشت تا بر بعضی از اراضی آں مملکت تاختن برد و اموال فراواں بغنیمت گرفت و اسیران بسیار بدست کرد۔ و باآذربائیجان شدہ بولید بپیوست۔

۱۔ ناسخ التواریخ خلفاء جلد ۳ صہ ۱۲۳-۱۲۴ حکومت ولید بن عقبہ در کوفہ۔ مطبوعہ تہران جدید۔

۲۔ البدایہ والنہایہ جلد ۷ صہ ۱۴۹ سنۃ اربع وعشرین۔ مطبوعہ مصر۔

۳۔ تاریخ طبری صہ ۴۵ جلد ۵، واقعات ۲۴ھ۔

ترجمہ

مختصر یہ کہ ولید بن عقبہ کے عامل کوفہ بننے کے بعد ابتدائی دنوں میں ہی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ تک لوگوں نے یہ خبر پہنچائی کہ آذربائیجان کے عوام نے بغاوت کر دی ہے۔ اور خراج کی رقم جو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ان پر مقرر کی تھی، وہ انھوں نے خود اپنے قبضہ میں لے لی ہے۔ باوجود اس کے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے چھ ہزار مجاہدین سرحد کی حفاظت اور ان سے خراج وصول کرنے کے لیے مقرر فرما رکھے تھے۔ جب یہ خبر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ملی تو انھوں نے ولید بن عقبہ گورنر کوفہ کو تحریری حکم بھیجا کہ ایک بہت بڑا لشکر لیکر آذربائیجان کو شکست دیجائے۔ اس حکم کے ملنے پر ولید بن عقبہ ایک بڑا لشکر لیکر آذربائیجان کیطرف روانہ ہوگیا۔

بعض تاریخ کی کتابوں میں مذکور ہے "کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے چھ ماہ بعد ہمدان کے لوگوں نے بیوفائی کی۔ حضرت عثمان نے جناب مغیرہ بن شعبہ کو حکم دیا کہ ہمدان پر چڑھائی کی جائے اور اس کے باغیوں کو ہتھیار ڈلوا کر اطاعت امیر پر آمادہ کیا جائے۔"

(مولف کتاب ہذا کہتا ہے) لیکن مجھے اس بات سے اتفاق نہیں کیونکہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے خلافت سنبھالنے کے تیسرے دن بعد حضرت سعد بن ابی وقاص کو کوفہ کا گورنر بنا کر حضرت مغیرہ کو معزول کر دیا تھا۔ لہٰذا فتح ہمدان (حضرت مغیرہ کی بجائے) ولید بن عقبہ کے ہاتھوں ہی ہوئی اور ان باغیوں نے ولید کے ساتھ ہی معاہدہ اور صلح کی تھی۔ اس کو فتح کرنے کے بعد ولید بن عقبہ آذربائیجان کی طرف بغاوت کو سر کرنے کے لیے چل پڑا۔

آذربائیجان کے باشندے اچھی طرح جانتے تھے کہ عربوں کے ساتھ لڑنا کیسا مشکل کام ہے۔ وہ جانتے تھے کہ ان کے ساتھ محاذ آرائی اور مقابلہ کرنا ہوا کو رسی سے باندھنا اور پہاڑ کو ناخن سے چھیلنے کے مترادف ہے۔ مجبوراً جنگ بندی اور صلح پر آمادہ ہو گئے اور وہ خراج اور جزیہ جو اس سے قبل ان پر مقرر تھا اُسے دینے پر راضی ہو گئے۔ اس صلح کے بعد ولید بن عقبہ واپس آذربائیجان میں ٹھہر گئے اور ان سے حضرت حذیفہ الیمان کے قانون کے مطابق جزیہ وصول کرتے رہے۔ سلمان بن ربیعہ باہلی کو ولید بن عقبہ نے بارہ ہزار کا لشکر جرار دیکر آرمینیہ کی طرف روانہ کر دیا الغرض نے آرمینیہ کی کچھ زمین پر قبضہ کر لیا اور بہت سا مال بطور غنیمت اکٹھا کیا۔ کافی تعداد میں لوگوں کو قیدی بنایا اور اس کامیابی کے ساتھ واپس ولید بن عقبہ کو ملا۔

مزید فتوحات

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جب انتقال فرما چکے تو اہل روم نے مسلمانوں کے خلاف

لڑنے کیلئے ایک بڑے لشکر کو تیار کر لیا۔ رومی بادشاہ قسطنطین نے ایک بڑے بہادر اور جنگ جو مرزوان نامی شخص کی زیر قیادت بیس ہزار کا لشکر اس غرض سے ترتیب دیا کہ ان کو لیکر مرزوان عربوں کو مطیع بنائے۔ اس بات کا جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو علم ہوا تو انھوں نے تمام صورت حالات حضرت عثمان کو لکھ بھیجی اور خود حبیب بن مسلم کو فرمایا کہ دو ہزار سوار اور دو ہزار پیدل لشکر کو لیکر رومیوں سے مقابلہ کرو۔ ادھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اطلاع ملنے پر ولید بن عقبہ کو لکھا کہ دس ہزار جنگ جو مردوں کو حضرت امیر معاویہ کے پاس بھیج دے تاکہ رومیوں سے خاطر خواہ مقابلہ کیا جا سکے۔ ادھر خود حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے سلمان بن ربیعہ باہلی کی زیر قیادت دس ہزار کا لشکر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی مدد کیلئے ارسال فرمایا۔ جب یہ دونوں لشکر پہنچے تو اس سے پہلے ہی رومیوں نے شکست قبول کر لی تھی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے حکم کے مطابق حاصل شدہ مال غنیمت دونوں لشکروں میں تقسیم کیا گیا۔ ایک اور حکم یہ تھا کہ ولید بن عقبہ اپنے لشکر کو لیکر دوسرے مقرر کردہ علاقہ جات کو زیر نگیں کرنے کے لیے روانہ ہو جائے۔ اس کی تفصیل تاریخ (شیعہ) سے ملاحظہ ہو۔

ناسخ التواریخ

چوں مرزبان و لشکر روم بدست حبیب بن مسلم شکستہ شد و خبر بعثمان بن عفان بردند سلمان بن ربیعہ باہلی را منشور فرستاد کہ اکنوں کہ جنگ روم پرور رفتہ شد طریق مملکت ارمنیہ می سپار۔ و آں اراضی را تحت فرمان می دار۔ پس برحسب فرمان با آں سپاہ کہ از کوفہ برآوردہ بود بجانب ارمینہ کوچ دار۔ چوں مردم آں مملکت آہنگ عرب بدانستند عظیم در ہول و رعب افتادند۔ و پناہندہ معلقہائے سخت و حصارہائے استوار گشتند و گروہے بجانب بیشہ ہا و دولاچنا گریختند و با یکدیگر ہمی گفتند کہ ایں لشکر کہ آہنگ ما کردہ از آسمان فرود آشدہ اند۔ با ایشان مقابلہ نتواں کرد و طریق

متاعِ ثنّزواں سپرد چہ تیغ وتیر در تن ایشاں کارگر نیست چہ از پس خبر نصرت عرب وظفر مندی ایشاں را در جنگہا اصغا بودند گمان داشتند کہ ایں جماعت را خداوند از برائے فتح بلاد از آسمان فرستاد۔

بالجملہ سلمان کوچ بر کوچ تا بشہر بیلقان تاختن برد و در عرض راہ بسی قلعہ ہا و قصبہ ہا بگشود و بسیار کس بکشت واسیر گرفت مردم بیلقان او را پذیرہ شدند علوفہ و علف و آذوقہ بلشکر گاہ آوردند۔ وخراج بر ذمت نہادند۔ پس سلمان از آنجا کوچ دادہ بشہر بردعہ آمد مردم آں بلدہ نیز امان طلبیدند و کار بمصالحہ کردند۔ از آنجا نیز درہم و دینار فراواں بگرفت و بر لشکر قسمت کرد و بے توانی بجانب باجروان روان شد مردم آں شہر نیز کار بصلح کردند۔ وخراج بر گردن نہادند۔ و از آنجا بشہر شروان آمدند و در ظاہر آں بلدہ لشکر گاہ کرد فرمانگزار شروان کس بدو فرستاد و از در مصالحت و مسالمت بیروں شد وخراج بداد سلمان از آنجا بمسقط آمد و ملوک طبرستان و دیلمانرا طلب داشت ہمگاں او را اجابت کردند۔ نزد وے آمدند و خراج آں مملکت بدادند۔ آنگاہ سلمان آں ملوک را بولایت خویش باز پس فرستاد و از آنجا بشہر شابران عبور داد دریں وقت خاقان با سی صد ہزار مرد در آں اراضی لشکر گاہ داشت چوں خبر سلمان بن ربیعہ و لشکر عرب شنید طریق ہزار بیش داد بزرگاں در کاں گفتند اے پادشاہ با سی صد ہزار مرد لشکر از دہ ہزار تن مرد عرب ہزیمت میبروی۔ گفت شما ندانید ایں لشکر از آسمان فرو شدہ اند۔

۱۔ ناسخ التواریخ الخلفاء جلد ۳ صفحہ ۱۴۹۔۱۴۷

مطبوعہ تہران طبع جدید۔

۲۔ البدایۃ والنہایۃ جلد ۷ صفحہ ۱۵۰ ذکر ۲۴ ھ طبع بیروت۔

ترجمہ

مرزبان اور لشکر روم کو جب حبیب بن مسلمہ کے ہاتھوں شکست ہوئی تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے سلمان بن ربیعہ باہلی کو حکم دیا۔ (یہ سلمان، ولید بن عقبہ گورنر کوفہ کے جرنیل تھے) کہ رومی شہروں کو فتح کیلئے آرمینیہ کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔ چنانچہ سلمان بن ربیعہ اس فوج کو لیکر آرمینیہ کی طرف چل پڑا جو اسے ولید بن عقبہ نے دی تھی۔ وہاں کے باشندوں کو جب اس کا علم ہوا۔ تو عرب کے لشکر کا نام سن کر ان کے دل کانپ اُٹھے اپنی پناہ گاہیں مضبوط کرنا شروع کر دیں اور خیال کیا یہ عرب کا لشکر آسمان سے اُترا ہے ان پر کوئی تیر تلوار اثر نہیں کر سکتے کیونکہ انھیں اللہ نے اتارا ہے۔

بالجملہ یہ سلمان سفر در سفر کرتا ہوا (بیلقان) شہر پر حملہ آور ہوا۔ راستے میں بہت قلعے اور قصبہ جات فتح کرتا آیا۔ بے شمار مالِ غنیمت اور لاتعداد قیدی ہاتھ میں تھے۔ بیلقان والوں نے استقبال کیا اور لڑائی کے بغیر ہی اطاعت قبول کر لی۔ وہاں سے فارغ ہو کر سلمان کا لشکر (بزذعہ) پر حملہ آور ہوا۔ یہاں بھی صلح ہو گئی۔ اور بے شمار درہم و دینار حاصل ہوئے جو لشکر میں تقسیم کر دیے گئے اور پھر بڑی تیزی کے ساتھ (باجروان) پر چڑھائی کر دی۔ وہاں پہنچتے ہی مصالحت ہو گئی۔ اور خراج لاگو کر دیا گیا۔ وہاں سے دشت دان پھر (مسقط) پھر (طبرستان) اور (دیلمان) کو فتح کیا۔ اس کے بعد (شابران) پہ تاراج کیا۔ وہاں کے خاقان نے چھ لاکھ فوج بٹھا رکھی تھی۔ اُسے جب سلمان کی آمد کا علم ہوا تو سب بھاگ اُٹھے خاقان کے پاس شہر کے بزرگ آئے اور کہا چھ لاکھ لشکر کے باوجود دس ہزار کی فوج سے بھاگ رہے ہو؟ کہا تم نہیں جانتے یہ لشکر آسمان سے اُترا ہے۔

لمحہ فکریہ: اہل تشیع کی کتب تاریخ سے مذکورہ حوالہ جات پڑھنے والے ہر شخص کے لیے اس امر کی حقیقت کھل کر سامنے آجائے گی کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر یہ اعتراض کرنا سراسر لغو اور فضول ہے کہ آپ نے صرف اپنی رشتہ داری کی بنا پر ولید بن عقبہ کو کوفہ کا گورنر مقرر کیا تھا۔ رضاعی بھائی کے رشتہ کے علاوہ اس میں نہ کوئی اہلیت تھی نہ امور مملکت میں کوئی تجربہ تھا۔ اس الزام کے برخلاف انہی کتب نے تو یہ ثابت کر دکھایا کہ ولید بن عقبہ نہ صرف امور مملکت سے واقف تھا بلکہ ایک عظیم جرنیل بھی تھا۔ جدھر رخ کرتا وہاں کے لوگ بن لڑے اطاعت کر لیتے اور جزیہ دینے پر آمادہ ہو جاتے ان علاقہ جات اور شہروں کے کچھ نام اوپر ناسخ التواریخ میں آپ نے پڑھ لیے۔ حتیٰ کہ چھ لاکھ کی فوج نے اپنے سے ساٹھ گنا کم تعداد کے سامنے ہتھیار ڈال دیے لوگ تو اس کے لشکریوں کو آسمانی فرشتے سمجھیں اور معترض اسی جرنیل کے نام پر حضرت عثمان کو مورد الزام ٹھہرائے۔ کاش! اپنی ہی کتب کا مطالعہ کیا ہوتا۔ اور ان کی زبانی اس جرنیل کی اہلیت اور تجربہ کاری پر یقین ہوتا۔ لیکن یہ تو اس کے لیے ہے جو اس کی تلاش میں ہو جسے محض الزام تراشی کرنا ہو۔ اُسے قرآن کی آیات سے بھی حق تلاش کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔

یہی ولید بن عقبہ نہ صرف حضرت عثمان کے مقرر کردہ گورنر تھے۔ بلکہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی انھیں زکوٰۃ کی وصولی کی ذمہ داری سونپی تھی، صحابی رسول ہیں۔ حضرت عثمان کی طرح حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بھی رشتہ دار ہیں یعنی آپ کی پھوپھی زاد بہن عروۃ کے بیٹے ہونے کی وجہ سے حضرت علی کے بھانجے قرار پاتے لہٰذا ایسے جلیل القدر جرنیل صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر الزام تراشی اور ان کے ذریعہ حضرت عثمان پر طعن کرنا کسی بے وقوف اور دشمن اسلام کا ہی کام ہو سکتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیدت حضرت عثمان سے محبت اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما سے پیار کرنے والا اس الزام سے کوسوں دُور بھاگے گا۔ پھر مزید یہ کہنا کہ ولید بن عقبہ کی وجہ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے حالات و اسباب پیدا ہوئے۔ انتہائی جرأت اور بے ایمانی کا ثبوت ہے اللہ ہدایت عطا کرے۔

دورِ عثمانی کے اموی عامل دوم

گورنر بصرہ عبد اللہ بن عامر رضی اللہ عنہ

جناب عبد اللہ بن عامر کے والد (عامر) اور عروہ دونوں حقیقی بہن بھائی ہیں۔ یہ عروہ وہی ہیں جو ام حکیم بیضاء کی بیٹی ہیں اور ام حکیم بیضاء سیدنا حضرت عبد اللہ اور ابو طالب کی حقیقی ہمشیرہ" ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ عبد اللہ بن عامر حضور علیہ السلام اور حضرت علی کی پھوپھی زاد ہمشیرہ "عروہ" کے بھتیجے بھی ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عبد اللہ بن عامر صرف حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ہی رشتہ دار نہیں بلکہ حضور سرور کائنات اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی پھوپھی زاد ہمشیرہ کے بھتیجے بھی ہیں۔ ان کی ایام طفولیت میں حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا لعابِ دہن ان کے منہ میں ڈالا تھا۔ لعابِ دہن چوسنے کے بعد ان کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ یہ بیٹا ہمارا بیٹا ہے اور ہمارا مشابہ بھی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دعا سے عبد اللہ بن عامر رضی اللہ عنہ کو یہ کرامت ملی کہ جہاں سے زمین کھودتے وہیں سے پانی نکل آتا۔ اہل تشیع اور اہل سنت دونوں کی کتابوں میں اس کا ذکر موجود ہے۔

وُلِدَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عَامِرٍ بِمَكَّةَ بَعْدَ الْهِجْرَةِ بِأَرْبَعِ سِنِيْنَ فَلَمَّا كَانَ عَامُ عُمْرَةِ الْقَضَاءِ سَنَةَ سَبْعٍ وَ قَدْ جَاءَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ مُعْتَمِرًا حُمِلَ إِلَيْهِ ابْنُ عَامِرٍ وَ هُوَ ابْنُ ثَلَاثِ سِنِيْنَ فَحَنَّكَهُ فَتَلَمَّظَ وَ تَثَاءَبَ فَتَفَلَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ فِيْهِ وَ قَالَ هٰذَا

ابْنُ السُّلَمِيَّةِ؟ قَالُوْا نَعَمْ قَالَ هٰذَا اِبْنُنَا وَ هُوَ اَشْبَهُكُمْ بِنَا وَ هُوَ مُسْقًى فَلَمْ يَزَلْ عَبْدُ اللّٰهِ شَرِيْفًا وَكَانَ سَخِيًّا كَرِيْمًا كَثِيْرَ الْمَالِ وَالْوُلْدِ وُلِدَ لَهٗ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ وَ هُوَ ابْنُ ثَلَاثَ عَشَرَةَ سَنَةً۔

(طبقات ابن سعد جلد ۵۔ ص ۴۴-۴۵
ذکر عبداللہ بن عامر مطبوعہ بیروت
طبع جدید)

ترجمہ

حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ ہجرت کے چار سال بعد مکہ شریف میں پیدا ہوئے۔ پھر جب سات سن ہجری میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم عمرۃ قضاء کرنے کے لیے مکہ تشریف لائے۔ تو آپ کی بارگاہ میں عبداللہ بن عامر کو لایا گیا۔ اس وقت ان کی عمر تین سال کی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں گھٹی دی۔ اس بچہ نے جمائی لی تو منہ کھلنے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے منہ میں لعاب لگایا۔ اور پوچھا کیا یہ سلمی قبیلے سے متعلق ہے؟ لوگوں نے عرض کیا ہاں اسی قبیلہ کا بچہ ہے۔ فرمایا، یہ ہمارا بیٹا ہے اور یہ تم سے زیادہ ہمارے مشابہ ہے اور اس کو پانی بھی پلایا گیا ہے (یعنی اس کے منہ میں تھوک ڈالا گیا ہے۔) اس لعاب کی برکت سے یہ عبداللہ ساری زندگی شریف رہا اور صاحب سخا وکرم تھا۔ مال کی فراوانی تھی اور اولاد بکثرت تھی۔ سب سے پہلا بچہ اس کے گھر اُس وقت پیدا ہوا جب اس کی عمر صرف تیرہ برس کی تھی۔ بیٹے کا نام عبدالرحمٰن تھا۔

تنقیح المقال۔

عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ عَامِرِ بْنِ کُرَیْزٍ الْقُرَشِی
الْعَبْسِیُّ عَدَّهُ الثَّلٰثَۃُ اَعْنِیْ عَبْدَ الْبَرِّ
وَابْنَ مَنْدَهْ وَاَبَا نُعَیْمٍ مِنَ الصَّحَابَۃِ
وَقَالُوْا اِنَّہٗ وُلِدَ عَلٰی عَھْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ
صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَکَانَ لَا یُعَالِجُ
اَرْضًا اِلَّا ظَھَرَ لَہُ الْمَاءُ وَکَانَ
کَرِیْمًا مَیْمُوْنَ النَّقِیْبَۃِ وَاسْتَعْمَلَہٗ
عُثْمَانُ عَلَی الْبَصْرَۃِ سَنَۃَ تِسْعٍ وَ
عِشْرِیْنَ بَعْدَ اَبِیْ مُوْسٰی وَ وَلَّاہُ
اَیْضًا بِلَادَ فَارِسٍ بَعْدَ عُثْمَانَ ابْنِ
اَبِی الْعَاصِ وَکَانَ عُمْرُہٗ لَمَّا وَلِیَ الْبَصْرَۃَ
اَرْبَعًا وَخَمْسًا وَعِشْرِیْنَ سَنَۃً۔

(تنقیح المقال للمامقانی جلد ۲
ص۱۹۱ من ابواب العین۔ مطبوعہ
تہران جدید۔)

ترجمہ۔

عبداللہ بن عامر کریز قرشی عبسی کو عبداللہ ابن مندہ اور ابو نعیم نے صحابہ کرام میں سے شمار کیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ عبداللہ مذکور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں پیدا ہوا۔ اس کی کرامت تھی کہ جب کبھی کہیں سے زمین کھودتا

تو اس سے پانی نکل آتا بجاتی تھا۔ مہرہان اور مبارک خیال تھا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جب اُسے کوفہ کا گورنر بنایا۔ یہ ۲۹ھ کا واقعہ ہے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی معزولی کے بعد اس کی گورنری شروع ہوتی ہے اور عثمان بن ابی العاص کے بعد ایران کا اسے عامل بنایا گیا۔ جب وہ بصرہ کا گورنر بنا۔ تو اس کی عمر چوبیس پچیس سال تھی۔

دونوں حوالہ جات سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوگئے :۔

۱۔ عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ کے منہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بنفس نفیس گھٹی ڈالی۔

۲۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا لعاب دہن ان کے منہ ڈالا۔

۳۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انھیں اپنا بیٹا فرمایا۔

۴۔ اس کو اپنا مشابہ قرار دیا۔

۵۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دست اقدس سے پینے کی کرامت یہ تھی کہ جہاں کہیں زمین کھودتے۔ وہیں سے ہی چشمہ نکل آتا۔

۶۔ بہت زیادہ صاحب مال اولاد ہونے کے علاوہ سخی اور شریف آدمی تھے۔

لمحہ فکریہ۔

حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ کے بارے میں دونوں اقسام کی کتب سے حوالہ جات ذکر کرنے اور ان سے نتائج ذکر کرنے کے بعد کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا۔ کہ ان کا کردار درست نہ تھا۔ ان میں کوئی خوبی نہ تھی اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے محض رشتہ داری کی بناء پر اسے عامل مقرر کیا۔ حالانکہ اس کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی رشتہ داری تھی تو جس خوش نصیب کو حضور کا لعاب دہن پینے کو ملا ہو

صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس سے گھٹی ملی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ سے آپ کی مشابہت کی سند ملی۔ ایسے کو اگر کوئی مردار اور بے اصل آدمی لعن طعن کرتا ہے اور اس کی وجہ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو مورد الزام ٹھہراتا ہے تو اس کے مستحق نار رہنے میں کونسا شک رہ جاتا ہے۔ عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ سرتاپا برکت تھے۔ کہ جب مٹی کھودتے اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے انہیں اس کرامت سے نوازتا کہ اس جگہ سے پانی نکل آتا۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

حضرت عبداللہ بن عامر کی اہلیت اور فتوحات۔

فَلَمَّا قَدِمَ ابْنُ عَامِرٍ الْبَصْرَةَ وَجَّهَ الْجُنُوْدَ لِفَتْحِ سَابُوْرَ وَفَسَا وَدَارَابْجِرْدِ وَاصْطَخَرَ مِنْ اَرْضِ فَارِسٍ وَعَلٰى ذٰلِكَ الْجُنْدِ الَّذِيْ فَتَحَ اَصْطَخَرَ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مَعْمَرٍ التَّيْمِيُّ فَقُتِلَ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مَعْمَرٍ فِيْ اَصْلِ مَدِيْنَةِ اُصْطُخَرَ فَقَامَ مَقَامَهٗ عُمَرُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ حَتّٰى فَتَحَ الْمَدِيْنَةَ ثُمَّ سَارَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَامِرٍ بِنَفْسِهٖ اِلٰى اُصْطُخَرَ وَوَجَّهَ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ سَمُرَةَ وَكَانَتْ لَهٗ صُحْبَةٌ اِلٰى سِجِسْتَانَ فَافْتَتَحَ زَرَنْجَ بَعْدَ نَكِيْبَةٍ شَدِيْدَةٍ۔

وَلَمَّا وَلّٰى عُثْمَانُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَامِرٍ

اَلْبَصْرَةَ وَ وَلّٰى سَعِيْدَ بْنَ الْعَاصِ الْكُوْفَةَ كَتَبَ
اِلَيْهِمَا اَيُّكُمَا سَبَقَ اِلٰى خُرَاسَانَ فَهُوَ اَمِيْرٌ
عَلَيْهَا فَخَرَجَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَامِرٍ وَ سَعِيْدُ
بْنُ الْعَاصِ فَاَتٰى دَهْقَانُ مِنْ دَهَاقِيْنِ
خُرَاسَانَ اِلٰى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَامِرٍ فَقَالَ مَا
تَجْعَلُ لِيْ اِنْ سَبَقْتُ بِكَ قَالَ لَكَ خِرَاجُكَ
وَ خِرَاجُ اَهْلِ بَيْتِكَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ
فَاَخَذَ بِهٖ عَلٰى طَرِيْقٍ مُخْتَصَرٍ اِلٰى
قَوْمَسَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ حَازِمٍ اِلسُّلَمِيُّ عَلٰى
مُقَدِّمَتِهٖ فَسَارَ اِلٰى نِيْشَا بُوْرَ وَ اَقَامَ
عَلَى الْمَدِيْنَةِ وَ لَقِيَهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَامِرٍ
فَافْتَتَحَ نِيْسَابُوْرَ عَنْوَةً فِيْ سَنَةِ ٣٠ وَ صَالَحَ
اَهْلُ الطَّبَسَيْنِ عَلٰى خَمْسَةٍ وَ سَبْعِيْنَ
اَلْفًا ثُمَّ سَارَ حَتّٰى صَارَ اِلَى الْمَدِيْنَةِ اَبْرِ
شَهْرٍ فَحَاصَرَهُمْ شُهُوْرًا ثُمَّ فَتَحَهَا
وَ صَالَحَهُمْ وَ كَتَبَ اِلٰى اَهْلِ هِرَاةٍ فَكَتَبُوْا
اِلَيْهِ اِنْ فَتَحْتَ اَبْرَ شَهْرٍ اَجَبْنَاكَ اِلٰى مَا
سَاَلْتَ وَ بُوْذَ شَيْخ وَ بَادَ غِيْسَ يَوْمَئِذٍ
اِلٰى هِرَاةٍ كَانَتْ طُوْسَ وَ نِيْسَابُوْدَ اِلٰى اَبْرِ
شَهْرٍ ثُمَّ فَتَحَهَا وَ صَالَحَهُمْ عَلٰى اَلْفِ
اَلْفِ دِرْهَمٍ،

وَبَعَثَ الْاَحْنَفَ بْنَ قَيْسٍ اِلٰى هِرَاةٍ وَمَرْوِ الرَّوْذِ فَسَارَ اِلٰى هِرَاةٍ فَلَقِيَهٗ صَاحِبُهَا بِالْمِيْرَةِ وَالطَّاعَةِ ثُمَّ سَارَ اِلٰى مَرْوِ الرَّوْذِ فَفَتَحَهَا عَنْوَةً وَفَتَحَ الطَّالِقَانَ وَالْفَارِيَابَ وَطَخَارِسْتَانَ وَلَمْ يَرْجِعْ اِلٰى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَامِرٍ حَتّٰى شَرِبَ مِنْ نَهْرِ بَلْخَ۔

وَقَالَ بَعْضُ اَهْلِ خُرَاسَانَ وَجَّهَ عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ عَامِرٍ حِيْنَ افْتَتَحَ نِيْشَابُوْرَ بِالْجُيُوْشِ فَبَعَثَ الْاَحْنَفَ بْنَ قَيْسٍ اِلٰى مَرْوِ الرَّوْذِ وَبَعَثَ اَوْسَ بْنَ ثَعْلَبِى التَّيْمِيَّ اِلٰى هِرَاةَ وَبَعَثَ حَاتِمَ بْنَ نُعْمَانَ الْبَاهِلِيَّ اِلٰى مَرْوٍ وَعَبْدَ اللّٰهِ بْنَ حَازِمٍ السُّلَمِيَّ اِلٰى سَرَخْسٍ فَفَتَحَ الْقَوْمُ جَمِيْعًا مَا بُعِثُوْا لَهٗ خَلَا مَرْوٍ صَالَحَتْ حَاتِمًا عَلٰى اَلْفَيْ اَلْفٍ وَمِائَتَيْ اَلْفٍ اَوْقِيَةٍ وَعَلٰى اَنْ يُوَسِّعُوْا لِلْمُسْلِمِيْنَ فِيْ مَنَازِلِهِمْ۔

وَلَمَّا فَتَحَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَامِرٍ هٰذِهِ الْكُوَرَ اِنْصَرَفَ اِلٰى عُثْمَانَ وَخَالَفَ بَيْنَ التُّرْكِ وَالدَّيْلَمِ وَكَانَ قَدْ

صَيَّرَ خُرَاسَانَ اَرْبَاعًا وَ وَلّٰی قَيْسَ
ابْنَ الْهَيْثَمِ السُّلَمِيَّ عَلٰی رُبْعٍ وَ
رَاشِدَ بْنَ عَمْرٍو الْجَدِيْدِيَّ عَلٰی رُبْعٍ
وَ عِمْرَانَ ابْنَ الْفَصِيْلِ الْبُرْجُمِيَّ
عَلٰی رُبْعٍ وَ عَمْرَو بْنَ مَالِكٍ الْخُزَاعِيَّ
عَلٰی رُبْعٍ فَلَمَّا رَدَّهٗ عُثْمَانُ وَجَّهَ اَمِيْرَ
ابْنَ اَحْمَدَ الْيَشْكُرِيَّ اِلٰی خُرَاسَانَ وَ
صَارَ اِلٰی مَرْوٍ فَاَنَاخَ بِهَا ثُمَّ اَدْرَكَهُ
الشِّتَاءُ وَ اَدْخَلَهٗ اَهْلَ مَرْوٍ وَ
بَلَغَهٗ اَنَّهُمْ يُرِيْدُوْنَ الْوُثُوْبَ بِهٖ
فَجَرَّدَ فِيْهِمُ السَّيْفَ حَتّٰی اَفْنَاهُمْ
ثُمَّ قَفَلَ اِلٰی عُثْمَانَ فَلَمَّا رَاٰهُ عُثْمَانُ
خَوَّفَهٗ فَانْصَرَفَ عَنْهُ مُغْضِبًا عَلَيْهِ
وَ كَانَ عُثْمَانُ اَنْكَرَ عَلَيْهِ قَتْلَ اَهْلِ
مَرْوٍ وَ رَجَعَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَامِرٍ اِلَی
الْبَصْرَةِ ثُمَّ صَارَ اِلٰی كِرْمَانَ فَاَنَاخَ
بِهَا فَنَالَهُمْ مُجَاعَةٌ شَدِيْدَةٌ حَتّٰی
كَانَ الرَّغِيْفُ بِدِيْنَارٍ ثُمَّ اَتَاهُ الْخَبَرُ
بِاَنَّ عُثْمَانَ قَدْ حُوْصِرَ فَانْصَرَفَ
وَ خَلَّفَ بِخُرَاسَانَ قَيْسَ ابْنَ
الْهَيْثَمِ ابْنِ الصَّلْتِ فَافْتَتَحَ

قَيْسٌ طَحَارُسْتَانَ ۔

۱۔(تاریخ یعقوبی جلد ۲ ص ۱۶۶ تا ۱۶۸۔
ذکر ایام عثمان بن عفان مطبوعہ بیروت
طبع جدید)

۲۔(ناسخ التواریخ تاریخ الخلفاء جلد ۳
ص ۱۵۱ تا ۱۵۴ سفر کردن عبداللہ بن عامر
بخراسان الخ۔ مطبوعہ تہران جدید)

۳۔(تاریخ روضۃ الصفاء جلد ۲ ص ۶۲۹،
ذکر خلافت عثمان مطبوعہ لکھنو طبع قدیم)

ترجمہ۔

عبداللہ بن عامر نے گورنر بصرہ بنتے ہی سابور۔ فسا۔ دارابجرد اور اصطخر وغیرہ علاقہ جات فارس کی فتح کے لیے متعدد لشکر روانہ کیے۔ فتح اصطخر کے لیے لشکر کا سپہ سالار عبید اللہ بن معمر تیمی کو بنایا۔ عبید اللہ شہر اصطخر کی فصیل کے پاس شہید ہو گیا تو اس کی جگہ عمر بن عبید اللہ نے لے لی۔ تا آنکہ شہر فتح ہو گیا۔ اس کے بعد گورنر بصرہ عبداللہ بن عامر خود اصطخر آ گئے اور عبداللہ بن سمرہ کو سجستان کی فتح کے لیے بھیجا جو شدید لڑائی کے بعد فتح کر لیا گیا۔

جب عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن عامر کو عامل بصرہ اور سعید بن العاص کو عامل کوفہ بنایا تو دونوں کی طرف یہ خط لکھا۔ کہ تم میں سے جس نے خراسان فتح کر لیا وہ خراسان کا بھی عامل قرار پائے گا۔ یہ دونوں اس کی فتح کو نکلے۔ خراسان کا ایک دیہاتی عبداللہ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اگر میں آپ کو خراسان بہت جلدی لے چلوں تو مجھے کیا ملے گا؟ فرمایا قیامت تک تمہارے خاندان سے

جزیہ معاف کر دیا جائے گا۔ وہ دیہاتی حضرت عبد اللہ کو مختصر راستہ سے لیکر بہت جلدی قومس لے آیا۔ عبد اللہ بن حازم سلمی، ابن عامر کے لشکر کے مقدمۃ الجیش پر تھا۔ اس نے نیشاپور جا فتح کیا۔ پیچھے سے عبد اللہ بن عامر بھی نیشاپور پہنچ گئے۔ اور یہ شہر ۳۱ھ میں تلوار کے زور سے فتح ہوا۔ اس کے بعد طبسین والوں نے ہر سال ۶۰ ہزار درہم ادا کرتے رہنے پر صلح کر لی۔ عبد اللہ بن عامر وہاں سے ابر شہر پہنچا۔ کئی مہینے اس شہر کا محاصرہ کیا۔ آخر کار صلح کے ساتھ شہر فتح ہو گیا۔ اس کے بعد عبد اللہ نے وہاں سے ہرات والوں کو لکھا کہ میں آرہا ہوں انھوں نے جواب لکھا کہ اگر تم ابر شہر کا تمام علاقہ فتح کر لو تو ہم تمہارے مطیع ہو جائیں گے۔ ان دنوں بوشنج اور بادغیس ہرات کے زیر اثر تھے۔ اور طوس اور نیشاپور ابر شہر کے تحت۔ ابر شہر فتح ہوا۔ اور انھوں نے ہر سال دس لاکھ درہم ادا کرتے رہنے پر صلح کر لی۔ چنانچہ عبد اللہ بن عامر نے احنف بن قیس کو ہرات اور مرو کی فتح کے لیے روانہ کیا۔ احنف ہرات پہنچا تو وہاں کا امیر اطاعت گزار بن گیا۔ اس کے بعد مرو تلوار سے فتح ہوا۔ پھر تالقان، فاریاب اور طخارستان فتح ہوئے۔ اس طرح احنف بن قیس آگے بڑھتا رہا۔ اور بلخ کی نہر پر پہنچ کر ہی عبد اللہ بن عامر کے پاس واپس آگیا۔

بعض اہل خراسان کہتے ہیں۔ عبد اللہ بن عامر نے نیشاپور فتح کرنے کے بعد مختلف لشکر روانہ کیے۔ احنف بن قیس کو مرو روز کی طرف، عبد اللہ بن خازم کو سرخس اور اوس بن ثعلبہ کو ہرات اور حاتم بن نعمان باہلی کو مرو کی طرف روانہ کیا۔ حاتم کے علاوہ تمام سالاروں نے اپنے اپنے علاقے تلوار سے فتح کیے۔ جبکہ اہل مرو نے بائیس لاکھ اوقیہ چاندی سالانہ دیتے رہنے پر صلح کر لی۔ اس طرح سارا خراسان اسلام کے زیر سایہ آگیا۔

عبداللہ بن عامر نے تمام علاقہ فتح کر لینے کے بعد عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس حاضری دی۔ جانے سے پہلے ترک اور دیلم میں باہمی جنگ چھیڑ دی تھی۔ اور سارے خراسان کے چار صوبے کر دیے۔ جو قیس بن ہشیم، اشد بن عمر، عمران بن فضیل اور عمرو بن مالک خزاعی کے مابین تقسیم کر دیے تھے۔ اسکے بعد عبداللہ دوبارہ صوبائی دارالخلافہ بصرہ واپس آ گئے۔ وہاں سے کرمان کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور وہاں کا محاصرہ کر لیا۔ بھوک بڑی سخت تھی۔ وہاں غلہ بہت مہنگا تھا۔ اس دوران اطلاع پہنچی کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا محاصرہ کر لیا گیا ہے تو یہ سن کر عبداللہ بن عامر وہاں سے واپس لوٹ آئے۔

ناسخ التواریخ۔

این وقت عبداللہ بن عامر عم زادہ خویش عبدالرحمن بن سمرہ بن عبد شمس را حاضر ساخت و لشکرے لائق بدو داد۔ و فرمان کرد۔ کہ بولایت سجستان رود۔ وایں اراضی را از مردم گردن کش صافی سازد۔ پس عبدالرحمن با سپاہ راہ گرفت و در مملکت سجستان او را از جہاتے صعب روئے داد ہم در پایان کار آں ملک مصفا داشت۔ و مال بردہ فراواں بگرفت و از آنجا آہنگ قابل (کابل) کرد۔ حکمران کابل کہ باعراج مشہور بود۔ چوں ایں بدانست۔ لشکر بساخت و از کابل بیروں تاخت۔ و چند کرت جنگہائے سخت درمیان ایشاں برفت۔ آنگاہ اعراج بشہر باز شد۔ و در فراز کرد۔ و دیگر از پے ومبازرت بیروں نشد۔ عبدالرحمن آں شہر را حصار داد در پایان کار بحکم غلبہ دیوارش بگشاد۔ و تیغ در نہاد۔ مردم سپاہی را بتمامت بکشتند۔ و زن فرزند اسیر گرفتند اعراج نیز دستگیر شد۔ او را نزد عبدالرحمن آوردند۔ خواست تا عرضہ تیغش دارد۔

کلمہ بگفت و مسلمانی گرفت پس عبدالرحمٰن اورا عزیز بداشت و آں فصول بعبداللہ عامر نگاشت۔ و خمس غنائم فرستاد۔ و دیگر را بر لشکریاں تقسیم کرد۔ عبداللہ بن عامر ازیں خبر شاد شد۔ و اقرع بن سائب تمیمی را بخواند۔ دہ ہزار مرد جنگجو ملازم خدمت او ساخت و فرمود۔ بجوزجان شود با مردم آں بلاد چوں دیگر بلدان کار بمصالحت میکن۔ و خراج و جزیت مقرر میداد۔ اقرع برحسب حکم رواں شد۔ و چوں بکنار جوزجان رسید مردم شہر ساختہ بجنگ شدند۔ و از شہر بیروں تا فتند و کوس بکو فتند۔ و برکشیدند۔ و شمشیری گردانیدند۔ و با دیگر سلاحہا العب میکردند۔ چوں ہر دو لشکر روئی بروئی شدند۔ جنگ بر پائے ایستاد۔ و رزم صعب درمیانہ برفت۔ کافراں نصرت یافتند و مسلماناں را با تیغ درگزرانیدند۔ الا عدوے قلیل کہ زخمی یا کوفتہ باز شدند و خبر دیک عبدالرحمٰن بن عامر آمدند۔ عبداللہ عظیم بیازرد۔ و احنف بن قیس را طلب داشت و گفت اے ابوالجبر! من زیارت مکہ را تصمیم عزم دادہ ام ناچار ایں آرزو با مضامیر سازم۔ اکنوں از میان بزرگان عرب کہ حاضر اند ترا اختیار کردم و نیابت خراسان ترا دادم چہ ہیچکس را مکانت و کفایت تو نیست ایں کار بجا رتا من از زیارت مکہ باز آیم۔ بالجملہ احنف را بگذاشت۔ خود طریق مکہ برداشت۔ چوں خبر بیروں شدن عبداللہ بن عامر از خراسان رفت پراگندہ شدہ مردم طالقان و مروالروذ برشوریدند۔ و سہ ہزار کس لشکرے فراہم کردند۔ چوں ایں خبر بہ احنف بن قیس آوردند لشکر بساخت داد را برگرفت و اقدم عجل و شتاب تا دہ فرسنگی مروالروذ براند و آنجا فرود شد کہ بکوشک احنف معروف است۔ لشکر طالقان با استقبال جنگ شتافتند چوں از نزدیک شد ہر دو لشکر صف راست کردند۔ و میمنہ و میسرہ بیاراستند۔ مردمی از لشکر طالقان کہ علمی زر دبدست داشت اسب

برانگیخت وگرو میدان برآمد و مبارز طلبید احنف بن قیس چوں شیر خشمگین بمیدان تاخت وہم وزاں دمی اورا باز خم نیزہ از اسپ در انداخت دیگیے بیروں شد اورا نیز بکشتہ سہ دیگر را بہ تیغ در گور اند آنگہ با آواز بلند تکبیر بگفت وحملہ در انداخت لشکر یکبار بانگ تکبیر برداوند وحملہ کردند۔ لختی درمیانہ کار بسیف وسنان رفت کافراں را طاقت وتوانائی بنود پشت بداوند مسلماناں در فرسنگ از دنبال ایشان می تاختند ومی زوند ومی کشتند۔ و مال اسپر می گرفتند۔ چوں ایں فتح بدست احنف راست شد۔ آنجا بسوے بلخ شتاب گرفت۔ وتا ظاہر آں بلدہ براند۔ پادشاہ بلخ کہ ابراز نام داشت چوں ایں جلاوت بعرب دید در ہول دہرب افتاد۔ کس بنزدیک احنف فرستاد درخواست مصالحت کرد احنف اجابت نمود بشرط کہ چہار ہزار درہم نقد تسلیم میداد۔ وہر سال خراج بیگذارد و۔ و پانچ صد کرمی گندم وجو میرساند براں جملہ تیقتی نگاشتند واحنف از بلخ باز شد۔ وگر دخراسان ہمی برآمد۔ وہر شہر بگرفت۔ ومال دیر دہ بدست گرفت۔ خمس بعثمان فرستاد وعبدالرحمن بن سمرہ در سجستان وکابل گردبر می آمدند وخراج می سند و بعثمان بن عفان می فرستاد۔ واز کم وبیش اورا آگہی میداد۔ چوں عثمان معلوم داشت کہ مملکت خراسان صافی شد مرو الروز آں نواحی را تاہرات باحنف بن قیبس گذاشت و بلخ را بجیین بیر بوعلی داد تاآں بلدہ را باطخارستان بدارد و قیس بن ہبیرہ السلمی را بامارت نیشاپور بگماشت وخالد بن عبداللہ واحمد بن انس وانس بن احمد را نیز باراضی خراسان فرستاد تا بصوابدید احنف ہر یک در محلی برسر عمل بر داشتند۔

(ناسخ التواریخ تاریخ الخلفا جلد ۳۔

صہ ۱۵۴ تا ۱۵۶۔ حالات دوران

خلافت عثمان ۔ مطبوعہ تہران جدید)

ترجمہ۔

(خراسان فتح کرنے کے بعد) عبداللہ بن عامر نے اپنے چچیرے بھائی عبدالرحمن بن سمرہ کو طلب کیا۔ اور پھر اسے ایک بہت بڑا لشکر دے کر سجستان پر حملہ کرنے کے لیے بھیجا۔ عبدالرحمن نے لشکر کو ساتھ لیا اور سجستان کی مملکت میں وسیع پیمانے پر جنگوں کا آغاز کر دیا۔ بالآخر پورا سجستان فتح کر لیا۔ یہاں سے بے شمار مال غنیمت ہاتھ آیا۔ پھر کابل کا رخ کیا۔ کابل کا حکمران بنام اعراج مقابلے کے لیے لشکر لے کر باہر نکلا۔ چند دفعہ میدان کارزار گرم رہنے کے بعد اعوج شہر میں محصور ہو گیا۔ شہر کا محاصرہ کر لیا گیا۔ ایک دن سخت حملہ کر کے مسلم لشکر نے شہر کے دروازے توڑ دیے۔ مردوں سے تلواریں رکھوا لیں۔ اور عورتوں بچوں کو قیدی بنالیا۔ اعراج خود بھی گرفتار ہوا۔ جب اس کے قتل کا حکم دیا گیا تو اس نے کلمہ پڑھ لیا۔ اور مسلمان ہو گیا۔ عبدالرحمن نے اسے معاف کر دیا۔ حاصل شدہ مالِ غنیمت کا پانچواں حصہ نکال کر بقیہ سارا مال لشکریوں میں تقسیم کر دیا۔ عبداللہ بن عامر نے جب سجستان اور کابل کی فتح کی خبر سنی تو بہت خوش ہوئے۔ اور فوراً اقرع بن سائب تمیمی کو بلا کر ایک ہزار جنگ جو نوجوان ساتھ دیے۔ اور جوزجان پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔ اقرع فرمان کے مطابق اپنے مقررہ ہدف کی طرف چل پڑا۔ ابھی یہ لشکر شہر کے قریب ہی پہنچا تھا کہ وہاں کے لوگ نعرے مارتے ہوئے تلواریں ہاتھ میں لیے اور ڈھول پیٹتے ہوئے باہر نکل پڑے۔ سخت ترین جنگ ہوئی۔ کفار چونکہ زیادہ تھے۔ اس لیے میدان اُن کے ہاتھ رہا۔ مسلمانوں میں سے چند ایک کے سوا تمام نے جام شہادت نوش کر لیا۔ جب یہ خبر عبداللہ بن عامر کو

کو نہایت رنج اور شدید دکھ ہوا۔ احنف بن قیس کو بلایا اور کہا۔ اے ابو بحر! میں نے مکہ مکرمہ کا پختہ ارادہ کر لیا ہے جسے چھوڑ نہیں سکتا۔ عرب کے بڑے بڑے سردار یہاں جمع ہیں۔ مگر خراسان میں تیرے سوا کوئی دوسرا میری نیابت کے فرائض سرانجام نہیں دے سکتا۔ اس لیے تجھے خراسان پر میں اپنا نائب مقرر کر رہا ہوں۔ جب حرم پاک کی حاضری سے واپس آؤں گا تو اس بارے میں مزید سوچ بچار کریں گے۔ یہ کہا اور عبداللہ بن عامر بیت اللہ کو روانہ ہو گیا۔

عبداللہ بن عامر کے باہر چلے جانے کے بعد اس کی خبر مفتوحہ علاقہ جات میں پھیل گئی۔ تو طالقانی اور دور دراز کے لوگوں نے بغاوت کر دی۔ اور تیس ہزار کا لشکر تیار کر لیا۔ احنف بن قیس کو معلوم ہوا تو فوراً لشکر جمع کیا۔ اور بجلی کی تیزی سے مرو روز پہنچا۔ جسے آج بھی کو شک احنف کہتے ہیں۔ طالقانی لشکر جنگ کے ارادے سے استقبال کو نکلا۔ دونوں لشکروں کا آمنا سامنا ہوا۔ طالقانی لشکر کا علم بردار شخص گھوڑا دوڑاتا ہوا میدان میں آکر مبارز اور مقابل کو للکارنے لگا۔ احنف بن قیس گرجدار آواز سے شیر کی طرح بپھرا ہوا خود میدان میں آیا۔ چند ایک مرتبہ ایک دوسرے پر وار کیے۔ احنف کا وار کارگر ہوا۔ اور مدمقابل تیر کھا کر گھوڑے سے نیچے گر گیا۔ پھر ایک اور لڑنے کے لیے سامنے آیا۔ وہ بھی مارا گیا۔ تین اور اشخاص کو تلوار کے وار سے فنا کر دیا۔ اور نعرۂ تکبیر بلند کرتے ہوئے عام حملہ کا حکم دیدیا۔ مسلمان نہایت بہادری سے لڑے اور کفار کو مقابلہ کی سکت نہ تھی۔ لہٰذا پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ اسلامی لشکر نے ان کا چار میل تک پیچھا کیا۔ کئی ایک کو داخل جہنم کیا۔ اور بہت سا مال اور کثیر تعداد میں قیدی ہاتھ لگے۔

یہ شہر فتح کرنے کے بعد احنف نے بلخ کا رُخ کیا۔ بلخ کا بادشاہ مسلمانوں کی بہادری کے قصے سُن چکا تھا۔ اطاعت کر لی اور صلح کا جھنڈا بلند کر دیا۔ احنف نے اس سے چار ہزار درہم نقد وصول کیے۔ ہر سال کا خراج ان پر مقرر کیا۔ اور مال غنیمت کا پانچواں حصہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس مدینہ منورہ بھیج دیا۔ اس کے بعد عبدالرحمن بن سمرۃ کابل اور سجستان کا خراج وصول کر کے عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو بھیجتا رہا۔ جب عثمان غنی کو یہ یقین ہو گیا کہ پورا خراسان فتح ہو گیا ہے۔ تب جنگ بند کر دی۔ اور مرو روز سے ہرات تک کا علاقہ احنف کو، بلخ سے طخارستان حسین یربوعی کو، نیشاپور قیس بن ہبیرہ کو اور خراسان کے بقیہ علاقہ جات خالد بن عبداللہ انس کو دے دیے۔ اور حکم دیا کہ سب کے سب احنف کے مشورہ پر چلیں۔

عبداللہ بن عامر کی فتوحات اس کی اہلیت اور نسبی خوبیاں ہم نے شیعوں کی معتبر تاریخ سے بیان کی ہیں۔ جن کے پڑھنے کے بعد ہر ذی عقل اور منصف مزاج یہی فیصلہ کرے گا کہ جس شخص کے ہاتھوں پندرہ علاقہ جات مسلمانوں کے زیر تصرف آئے۔ لاکھوں کا مال غنیمت ہاتھ آیا۔ ہزاروں قیدی بنائے گئے اور پھر اس سے بڑھ کر یہ کہ حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اسے اپنے ہاتھ سے گھٹی دی اور لعاب دہن منہ میں ڈالا۔ جس کی برکتیں ہر ایک جانتا تھا تو ایسے شخص کو نااہل اور بدکردار کہہ کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی ذات پر اعتراض و الزام دھرنا سراسر دھوکا اور فریب ہے اور اس سے بڑھ کر کوئی غلط بیانی نہیں ہو سکتی۔

(فاعتبروا یااولی الابصار)۔

دورِ عثمانی کے اموی عامل سوم

عبداللہ بن ابی سعد بن سرح رضی اللہ عنہما

تنقیح المقال۔

عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِیْ سَعْدِ بْنِ سَرْح ابْنِ الْحَارِثِ الْقَرْشِی الْعَامِرِی بْنِ یَحْیٰی اَسْلَمَ قَبْلَ الْفَتْحِ وَهَاجَرَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَکَانَ یَکْتُبُ لَهٗ ثُمَّ ارْتَدَّ مُشْرِکًا وَسَارَ اِلٰی قُرَیْشِ مَکَّةَ فَلَمَّا کَانَ یَوْمُ فَتْحِ مَکَّةَ اَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِقَتْلِهٖ اَیْنَمَا وُجِدَ حَتّٰی

لَحِقَ بِاَسْتَارِ الْكَعْبَةِ فَفَرَّ عَلَى عُثْمَانَ ابْنِ عَفَّانَ فَغَيَّبَهُ حَتّٰى اَتٰى بِهٖ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَسْلَمَ ثَانِيًا ثُمَّ لَمْ يَظْهَرْ مِنْهُ مَا يُنْكَرُ عَلَيْهِ وَوَلَّاهُ عُثْمَانُ فِيْ زَمَانِهٖ سَنَةَ خَمْسٍ وَّ عِشْرِيْنَ وَ فَتَحَ اَفْرِيْقَةَ۔

(تنقیح المقال فی علم الرجال جلد ۲ صد ۱۸۴
باب عبد اللہ۔ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ۔

عبد اللہ بن ابی سعد سرح فتح مکہ سے قبل اسلام لائے۔ اور پھر مدینہ منورہ کی طرف ہجرت بھی کی۔ یہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے کاتب وحی تھے۔ اس کے بعد پھر اسلام کو چھوڑ کر مشرک بن گئے اور مکہ کے قریش میں جا ملے۔ جب مکہ شریف فتح ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو قتل کر دینے کا حکم صادر فرمایا۔ یہ ڈر کے کعبہ کے پردوں سے چمٹ گئے۔ چھپتے چھپاتے حضرت عثمان غنی کے پاس پہنچے۔ انھیں ساتھ لیکر حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر دوسری مرتبہ اسلام لائے۔ اس کے بعد ان سے کوئی بات جو خلاف اسلام ہو دیکھنے میں نہ آئی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں ۲۵ھ میں گورنر مقرر کیا اور افریقہ کی فتح ان کی کوششوں سے ہوئی۔

طبقات ابن سعد۔

عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعْدِ بْنِ اَبِيْ سَرْحِ بْنِ

الْحَارِثِ ابْنِ حُبَيْبِ بْنِ جُذَيْمَةَ ابْنِ مَالِكِ ابْنِ حَسَلِ بْنِ عَامِرِ ابْنِ لُوَيّ وَكَانَ اَسْلَمَ قَدِيْمًا وَكَتَبَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْوَحْيَ ثُمَّ افْتَتَنَ وَخَرَجَ مِنَ الْمَدِيْنَةِ اِلَى الْمَكَّةِ مُرْتَدًّا فَاهْدَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَمَهٗ يَوْمَ الْفَتْحِ فَجَاءَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَأْمَنَ لَهٗ فَاٰمَنَهٗ وَكَانَ اَخَاهُ مِنَ الرَّضَاعَةِ وَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُبَايِعُهٗ فَبَايَعَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَئِذٍ عَلَى الْاِسْلَامِ وَقَالَ الْاِسْلَامُ يَجُبُّ مَا كَانَ قَبْلَهٗ وَوَلَّاهُ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مِصْرَ بَعْدَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ فَنَزَلَهَا وَابْتَنٰى بِهَا دَارًا فَلَمْ يَزَلْ وَالِيًا بِهَا حَتّٰى قُتِلَ عُثْمَانُ رَحِمَهُ اللّٰهُ۔

(طبقات ابن سعد جلد ۷ ص ۴۹۶، ۴۹۷ء۔

عبداللہ بن سعد ابن ابی سرح)

ترجمہ۔

عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح ابتداء میں ہی اسلام لے آئے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتبینِ وحی میں سے ایک تھے۔ پھر شیطانی فریب کی وجہ سے مرتد ہو کر مدینہ سے مکہ روانہ ہو گئے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن ان کے خون کو مباح قرار دے دیا تھا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ان کی سفارش لیکر حضور کے پاس حاضر ہوئے۔ آپ نے امن دینا قبول فرمالیا۔ عبداللہ بن سعد رشتہ کے اعتبار سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے رضاعی بھائی تھے۔ حضرت عثمان نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ آپ اس کو بیعت میں لے لیں۔ تو آپ نے اُسے بیعت میں لے لیا۔ اسلام لانے پر آپ نے فرمایا کہ اسلام پچھلے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عمرو بن العاص کے بعد عبداللہ بن سعد کو مصر کا گورنر بنایا عبداللہ بن سعد نے مصر میں اپنی رہائش اختیار کر لی۔ حضرت عثمان غنی کی شہادت تک وہاں کا عامل رہا۔

فریقین کی کتب سے درج ذیل امور ثابت ہوگے

۱۔ عبداللہ بن سرح وہ شخص ہے جو ابتدائی دور میں مشرف باسلام ہوا۔

۲۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اُترنے والی وحی کی کتابت کی ذمہ داری اس پر بھی تھی۔

۳۔ مرتد ہونے کے بعد پھر سے سچی توبہ کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ اقدس پر بیعت کی۔

۴۔ دوسری مرتبہ خلوصِ دل سے ایمان لانے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے اسلام لانے کی وجہ سے پچھلے سارے گناہ اللہ نے معاف کر دیے ہیں۔

۵۔ دوسری مرتبہ اسلام قبول کرنے کے بعد پھر کبھی بھی خلاف اسلام کوئی حرکت نہ کی۔ حتیٰ کہ انتقال ہو گیا۔

نوٹ۔

جناب عبداللہ بن سرح کے بارے میں معترضین کو اور کوئی بات ہاتھ نہیں آئی تو وہ یہ کہتے ہیں کہ جو شخص ایک مرتبہ اسلام سے روگردانی کر لیتا ہے۔ وہ قابلِ اعتبار نہیں رہتا اور نہ ہی ایسے شخص کو کسی ذمہ دار عہدہ پر بٹھانا مناسب ہوتا ہے۔ اس کی سیرت قابلِ اعتراض ہوتی ہے۔ یہی امور عبداللہ بن سرح میں بھی پائے جاتے ہیں۔ لہٰذا ان امور کی بناء پر اسے حاکم یا عامل بنانا درست نہیں۔

معترضین کے اس خیال کی ہم گزشتہ اوراق میں تردید بلیغ کر چکے ہیں۔ مختصر یہ کہ ہم غیر نبی کو معصوم نہیں سمجھتے۔ ان سے (غیر انبیاء سے) چھوٹی موٹی غلطیاں سرزد ہو جانا کوئی بعید نہیں۔ بلکہ بعض صحابہ کرام سے کبیرہ گناہ تک ہوا۔ لیکن کیا اس کی تلافی و معافی نہیں ہو سکتی۔ حقیقت یہ ہے کہ ایک مرتبہ ایک صحابی نے ایک کبیرہ گناہ کا اقرار کیا۔ اور اُسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے اُس کی حد لگائی گئی۔ بعد میں اُسی کے متعلق آپ نے ارشاد فرمایا کہ اسکی توبہ اور معافی اتنی عظیم تھی کہ اگر تمام مدینہ کے رہنے والوں پر تقسیم کر دی جاتی تو سب کو معافی مل جاتی اور کفایت کرتی۔ یہ عبداللہ بن ابی سرح وہ شخص ہیں کہ اہل تشیع اور اہلِ سُنّت دونوں ان کے بارے میں متفق ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ اقدس پر بیعت اسلام کرتے وقت آپ نے انہیں فرمایا تھا: کہ اسلام پچھلے سارے گناہ دھو ڈالتا ہے۔ یعنی تیرے پچھلے تمام گناہ اللہ نے اس قوت کی برکت سے معاف کر دیے ہیں۔ پھر دوسری بات یہ بھی کتب میں موجود ہے کہ عبداللہ بن ابی سرح نے اپنی بقیہ زندگی بڑی محتاط گزاری اور کوئی بات باعثِ اعتراض نہ کی۔ شیطان کے گمراہ کرنے سے تھوڑے سے وقت کے لیے ضرور راہِ راست سے بھٹک گئے تھے۔ لیکن اس سے توبہ کے ذریعے یوں نکلے

کہ دوبارہ اس طرف منہ تک نہ کیا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد گوشہ نشین ہو گئے۔ ان کی روز کی دعا تھی۔ یا اللہ! مجھے حالتِ نماز میں موت عطا فرما اور رب العزت نے ان کی دُعا کو شرف قبولیت عطا فرمایا۔ ایک طرف سلام پھیرا تھا کہ روحِ قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ ملاحظہ ہو۔

الاستیعاب۔

قِيْلَ بَلْ اَقَامَ بِالرَّمْلَةِ حَتّٰى مَاتَ فَارًّا مِّنَ الْفِتْنَةِ وَدَعَا رَبَّهٗ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ خَاتِمَةَ عَمَلِي الصَّلٰوةَ الصُّبْحَ فَتَوَضَّأَ ثُمَّ صَلَّى الصُّبْحَ ثُمَّ سَلَّمَ عَنْ يَمِيْنِهٖ وَذَهَبَ يُسَلِّمُ عَنْ يَسَارِهٖ قَبَضَ اللّٰهُ رُوْحَهٗ۔

(الاستیعاب جلد ۲ ص ۳۷۷ معہ الاصابتہ۔ تحت عبداللہ بن سعد۔ مطبوعہ بیروت طبع جدید۔)

ترجمہ۔

بیان کیا گیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد رملہ میں مقیم ہو گئے۔ اور وہیں ان کا انتقال بھی ہوا۔ یہاں اس لیے آئے تھے تاکہ فتنہ سے بچے رہیں۔ اپنے رب کے حضور دعا کرتے تھے۔ اے اللہ! میرے اعمال کا خاتمہ صبح کی نماز کے ساتھ فرما۔ ایک مرتبہ وضو کیا۔ اور نماز صبح پڑھنا شروع کی۔ نماز کے آخر میں

ایک طرف سلام پھیر کر دوسری طرف سلام پھیرنا ہی چاہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی روح قبض کر لی۔

اس حوالہ سے معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ وہ نیک آدمی تھے کہ جن کا خاتمہ نماز کی حالت میں ہوا۔ ان کی مقبولیت کی اس سے بڑھ کر اور دلیل کیا ہو سکتی ہے البذا اب بھی اگر کوئی یہی کہتا پھرے کہ عبداللہ بن سعد نا اہل تھے۔ ناتجربہ کار تھے۔ اور ان میں کوئی علمی اور عملی خوبی نہ تھی۔ ان کی سیرت و کردار ناگفتہ بہ تھا وغیرہ وغیرہ۔ تو ایسے قائل نے ان باتوں سے اپنا منہ ہی کالا کیا ہے۔ جس شخص کی برأت کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرما دیا۔ جس کی بہادری نے ابدی نقوش چھوڑے جس کی خدا خوفی نے گورنری کو ٹھکرا دیا۔ اور جس کو نماز کے دوران اللہ نے اپنے ہاں بلا لیا۔ اس کی شان میں گستاخی اور اعتراض کرنا اپنے ہی دین سے ہاتھ دھونا ہے۔

اس سلسلہ میں آخری بات یہ تھی کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے عمرو بن العاص کو معزول کر کے ان کی جگہ عبداللہ ابی سرح کو عامل کیوں مقرر کیا۔ اُن میں کیا قصور تھا۔ اور ان میں کیا خوبیاں تھیں۔ تو اس امر کی تفصیل انشاء اللہ آئندہ صفحات پر آ رہی ہیں۔ وہاں مطالعہ کر لیں۔

گورنر مصر عبداللہ بن سعد ابن ابی سرح کی فتوحات

عبداللہ بن سعد کی سیرت اہل سنت واہل تشیع کی کتب سے آپ حضرات نے ملاحظہ کی۔ دونوں طرف، کی کتب سے بالاتفاق یہ ثابت ہوا کہ عبداللہ بن سعد کی سیرت ایک مسلمان کی سی سیرت تھی۔ اور وہ زندگی کے آخری لمحات تک کامل الایمان مسلمان تھے۔ ان کی شخصیت کی بات کرتے ہوئے دوسرا پہلو معترض کو یہ نظر آیا۔ کہ یہ میدان سیاست اور امور پادشاہی سے ناواقف تھے۔ ان میں امورِ مملکت کو سمجھنے اور سرانجام دینے کی نہ اہلیت تھی۔ اور نہ قابلیت۔

اس لیے اب ہم اس امر کی تفصیل بیان کرتے ہیں۔ کہ کیا معترض کے قول کے مطابق یہ واقعی نااہل اور ناتجربہ کار تھے؟ اور ان کی نااہلیت اور ناتجربہ کاری کے ہوتے ہوئے حضرت عثمان غنی نے انہیں مختلف ذمہ داریاں سونپ کر امت مسلمہ سے ناانصافی کی۔

شیعہ کتب سے حوالہ جات اگلے صفحہ پر ملاحظہ ہوں۔

فتح افریقہ

ناسخ التواریخ:-

چوں عبداللہ بن سعد بن ابی سرح در مملکت مصر نافذ فرمان گشت و عدت و عدتی شائستہ بدست کرد عثمان بن عفان را نامہ نگاشت کہ مملکت افریقیہ حزائن اموال است و رجال آں اراضی را مجال مبارزت با ما نیست اگر دستوری رود بداں جانب سفر کنم و آں ملک را بتمت فرمان آرام۔ عثمان در پاسخ نوشت کہ عمر بن الخطاب چنداں کہ بود آہنگ فتح افریقیہ نکرد و ہمی گفت تا من زندہ باشم بفتح افریقیہ فرمان ندہم مرا نیز ازیں کار کراہت می آید بجائے باش و بداں جانب سفر مکن۔

عبداللہ بن سعد چوں ایں پاسخ یافت عزیمت بگردانید لیکن بعضی آں لشکر را کہ فتح افریقیہ ساختہ بود فرمان کرد تا بداں اراضی تاختن بردند و بعضی از عمال افریقیہ را عرضہ نہب و غارت داشتند و با غنیمت فراواں مراجعت کردند عبداللہ ایں قصہ را نگاشتہ بدرگاہ عثمان را در فتح آں ولایت رغبت افتاد و نیم شبی مسور بن مخرمۃ القرشی را حاضر ساخت نماید۔

لاجرم عثمان را در فتح آں ولایت رغبت افتاد و نیم شبی مسور بن مخرمۃ القرشی را حاضر ساخت و گفت عبداللہ سعد از من دستورے خواستہ تا لشکر بسازد و افریقیہ را بگشاید۔ و مرا در خاطر می آید کہ عزیمت او بیرون مصلحت نیست تو چہ میگوئی و رائے تو بکدام سوئے میرود؟ گفت تدبیر امیر بصواب مقرون است اگر فرمان کنی تا عبداللہ آں مملکت را نیز بر ممالکِ اسلام بیفزاید نیکو باشد۔ عثمان

گفت بامداد صناوید اصحاب رسول خدا ئے را در مسجد انجمن کن تا در ایں امر کار با تشاور واستخارت کنیم۔

صبح گاہ مسور برفت واصحاب را بمسجد آورد عثمان با ایشان سخن افریقیہ در انداخت بیشتر از اصحاب ایں رائے را بصواب نشمردند وسعید بن زید از آں جملہ بزیادت انکار داشت عثمان با او گفت موجب ایں انکار چیست؟ سعید گفت ہموارہ عمر بن الخطاب از تصمیم ایں امر کراہتی بکمال داشت چہ واجب است کہ مخالفت عمر کنی و با افریقیہ لشکر فرستی؟ سعید ایں سخن گفت و برفت۔

عثمان کس فرستاد محمد بن مسلمہ و زید بن ثابت را حاضر ساخت و با ایشاں سخن بمشورت انداخت ایشاں گفتند لشکر بداں جانب تاختن و چناں ملکے را ضمیمہ مملکت ساختن کارے بصواب است۔ عثمان نیک شاد شد، و مردم را بجنگ افریقیہ دعوت نمود و تحریص کرد گروہی از بزرگ زادگان صحابہ او را اجابت کردند مانند عبدالرحمن بن ابی بکر و عبید اللہ و عبداللہ پسران عمر بن الخطاب و عبدالرحمن و عبداللہ پسران زبیر بن العوام و عبداللہ بن عمرو بن العاص و عبدالرحمن بن اسود بن عبد یغوث و بسر بن ارطاۃ و مسور بن مخرمہ چوں عثمان رغبت بمبارزت ایں جماعت را بدید عظیم خوشدل گشت۔

بالجملہ مردم اعداد کار کردند چوں لشکر انجمن شد عثمان از مدینہ بیروں شد و عرض سپاہ بداد چہار ہزار ہشت صد مردم بشمار آمد پس بفرمود ایں جملہ سلاح جنگ بدادند و ہزار شتر با جامہ تسلیم داشت تا کار بسا ختند آں گاہ مروان بن الحکم را سردار سواراں و برادرش حارث بن الحکم را سرہنگ پیادگان فرمود پس بر منبر شد و سپاس خدائے بپائے برد۔ و لشکر را نصیحتے بگفت و بجنگ افریقیہ تحریص داد و فرمود دانستہ باشید من امارت تمامت لشکر را

باعبداللہ بن سعد بن ابی سرح گذاشتہ ام چوں بدو پیوستہ شدید فرمان او پذیرید۔
وصواب دید او را الصواب شمارید و او را نیز مکتوب کردہ ام کو باشما از در رفق و نیکوئی بکوشد و از زلات و خطئیات شما چشم بپوشد۔

پس از منبر فرود شد و لشکر طریق مصر پیش داشت۔ سہل و صعب زمین را در نوشتند بعد از ورود بمصر عبداللہ بن سعد شاد کام شد۔ و اعداد کار کرد و لشکر فراہم آورد و عرض لشکر بداو بیست و سہ ہزار تن سوارہ و پیادہ بشمار شد پس راہ افریقیہ پیش داشت و کوچ بر کوچ براند تا بشہر طرابلس رسید کہ منتہائے حدود مسلین بود مکروز در آنجا اقامت نمود و بامداد دیگر باراضی افریقیہ تاخت و لشکر خویش را برائے نہب و غارت در آں مملکت پراکندہ لشکر برفت و بسیاری از قری و توابع آں مملکت را عرضۂ نہب و غارت داشتند و گاؤ و گوسفند و اسپ و استر براندند۔ و فراواں اسیر گرفتند و بالشکر گاہ مراجعت کردند۔

ایں وقت عبداللہ طلایہ از پیش رواں داشت یک روز چناں رفقاء کہ چند کشتی ہمی کرد و گاہ بر بیاباں و گاہ بر ساحل دریا عبور داشت یک روز چناں رفقاد کہ چند کشتی برلب آب پدید آمد و معلوم کہ چند از کشتیہاں ساحل بودند۔ چوں لشکر را دیدار کردند۔ خواستند تا بکشتیہا درروند۔ و بطرفی گریزند۔ سواراں بتاختند و ایشاں را بگرفتند و نزدیک عبداللہ آوردند۔ و ایں اسیران صد تن بودند۔ عبداللہ بفرمود تا جملہ را گردن بزدند و ہر مال کہ در کشتیہا بود بر لشکر قسمت کرد۔ و کشتیہا را بتمامت بسوخت و از آں جا کوچ بر کوچ برفت تا بکنار دار الملک افریقیہ رسید نزدیک بشہر لشکر گاہ کرد۔

فرماں گزار افریقیہ جرجیر نام داشت و خراج بقسطنطین پادشاہ روم میفرستاد عبداللہ رسولے بسوئے او گسیل داشت و او را بمسلمانی دعوت کرد۔ جرجیر از ایں

سخن ناختہ شد و گفت ہرگز بدین شما در نیایم عبداللہ گفت چون این نپذیری فتی از دو کار یکے باید کرد- جزیت بر ذمت گیر و اگر نہ ساختہ جنگ باش- جرجیر دل بحرب نہاد- و عرض لشکر بداده با شصت ہزار مرد از شہر بیرون شد- و در برابر عبداللہ لشکرگاه کرد- از دو جانب ساختہ جنگ شدند- و میمنہ و میسرہ بیاراستند چہل روز از دو رویہ سپاه روگی در روگی شدند و ہر روز از بامداد تا چاشتگاه رزم میدادند- و از یک دیگر می کشتند آنگاه بمنازل خویش باز می شدند-

از آن سوئے با بعد مسافت خبر بسوئے مدینہ دیر میرسید عثمان بیمناک شد- و عبداللہ بن زبیر را با گروہی از سواران نامدار بمدد عبداللہ روان داشت و عبداللہ بن زبیر بشتاب برق و باد سہل و صعب اودیہ و شعب را در نوشتہ خود را بلشکرگاه عبداللہ بن سعد رسانید- لشکر اسلام تکبیر گفتند و شاد شدند عبداللہ بن زبیر گفت امیر لشکر عبداللہ سعد کجا است؟ گفتند جرجیر حیلتی اندیشیده و فرمان کرده تا منادی ندا در داده کہ ہر کس سر عبداللہ سعد را بنزدیک من آرد او را صد ہزار دینار زر سرخ بصلت دہم و دختر خویش را بدو نکاح بندم ازین روے عبداللہ سعد از دوست و دشمن آسوده نیست و متفکر او در لشکرگاه زیستن دارد-

عبداللہ بن زبیر نزدیک او رفت و او را قوی دل ساخت و بفرمود تا عبداللہ سعد نیز منادی در انداخت کہ ہر کس سر جرجیر را بنزد من آورد صد ہزار دینار زر سرخ از غنائم او را دہم و دختر جرجیر را نیز بدو سپارم و بر زیادت حکومت رے محال وے خواہد بود جرجیر را نیز ازین سخن رعبی عظیم در دل راه کرد و روز جنگ از پس صفوف می ایستاد تا اگر لشکر شکستہ شد تواند بجانبی گریخت-

بالجملہ دیگر باره عبداللہ بن زبیر تازه خدعتی انگیخت و با عبداللہ سعد گفت فردا از بامداد باید فرمان کرد تا تمامت لشکر سلاح جنگ در بر کنند و زین بر اسپہا

جنبند آنگاہ یک نیمہ را با خود بجنگ برد و نیم دیگر را حکم داد تا زمام اسپہا را بدست گیرند و در میان خیمہ ہا آمادہ باشند چون ما تا چاشتگاہ رزم دہیم و سپاہ خصم را خستہ و ماندہ کنیم وقتی کہ بعادت ہمہ روز باز لشکرگاہ شویم و سپاہ دشمن بہر آسودگی سلاح جنگ از تن دور کنند و زین از اسپہا برگیرند آں نیم لشکر ہا کہ در خیمہ ہا آسودہ بودند و زمام اسپہا بدست داشتند۔ بی توانی برنشینند و مفاقصۃ بر سر دشمن تازند و تیغ در ایشان نہند گماں می رود کہ کار بکام می شود و دشمن مقہور گردد۔

عبداللہ سعد و سران سپاہ ایں رائے را پسندیدہ داشتند و روز دیگر بدیں قانون یک نیم سپاہ بمیدان آمد عبداللہ بن عباس بر مقدمہ رفت و عبداللہ بن سعد در قلب لشکر جائے گرفت و عبداللہ بن عمر بن الخطاب بمیمنہ شد و عبداللہ بن زبیر بمیسرہ آمد از ایں روے ایں جنگ را حرب العبادلہ نام نہادند بالجملہ دراں روز مسلمانان برافزوں کوشش کردند و رزمہائے سخت بدادند و داد کوشش سپاہ جرجیر را از ہمہ روز بزیادت زحمت کردند۔ تا روز نیمہ رسید و مؤذن بانگ برداشت پس ہر دو صف بعادت بلشکرگاہ خویش مراجعت کردند۔ و سپاہ جرجیر زین از اسپ برگرفتند۔ تیغ و تیر بیداختند و جامہائے آہنین کہ تنہائے ایشاں را کوفتہ داشت از تن دور کردند و بیاسودند۔

ایں وقت آں نیمہ لشکر اسلام کہ تنہا زحمت می بردند ایں ساعت را غنیمت شمردند در زمان برنشستند و با شمشیرہائے کشیدہ و سنانہائے زدودہ خویشتن را بلشکرگاہ جرجیر درانداختند و شمشیر در ایشاں نہادند و لشکر جرجیر را مجال زین بر اسپ بستن و درع پوشیدن و استعمال سیف و سنان کردن بدست نبود لاجرم ہر کہ توانست از آں مہلکہ بگریخت و اگرنہ خونش بریخت بالجملہ کافراں ہزیمت شدند و بروایت صاحب الفی جرجیر بدست عبداللہ بن زبیر

مقتول گشت واین مرا درست نیامد چہ از اخبار چنیں استوار افتاد کہ جرجیر بہزیمت رفت ، و اعراب تا بمملکت روم براند
دامی وراز ہمود و مسلمانان اموال و اثقال و اسیران فراواں ماخوذ داشتند۔

آں گاہ جرجیر کس نزد عبداللہ بن سعد بن ابی سرح فرستاد و خواستگار مصالحت
و مسالمت گشت بشرط کرد و ہزار ہزار و پانصد و بیست ہزار دینار کہ دریں
زمان عبارت از پنج کروڑ و بیست ہزار تومان است تسلیم دارد عبداللہ ایں
سخن از وے بپذیرفت و بر ایں گونہ وثیقت بنوشت وآں خراج بستد

وآں چہ از غنیمت بدست کردہ بود بر لشکر قسمت کرد ہر سوار را
سہ ہزار درہم و ہر پیادہ را ہزار درہم بہرہ رسید آنگاہ خمس غنائم را با خراج
افریقیہ بصحبت عبداللہ بن زبیر بنزدیک عثمان فرستاد و خود بجانب مصر مراجعت
نمود و مدت سفر او یک ، سال و سہ ماہ برآمد۔

(۱۔ ناسخ التواریخ تاریخ خلفاء جلد نمبر ۳
ص ۲۱۳۲ تا ۲۱۳۷ / وقائع سال بیست
و ہفتم مطبوعہ تہران جدید)
(۲۔ تاریخ یعقوبی ص ۲۶۴ تا ۲۶۶ از ذکر
ایام عثمان بن عفان مطبوعہ بیروت۔
طبع جدید)

ترجمہ:۔

جب عبداللہ بن سعد بن ابی سرح نے مملکت مصر کو اپنے زیر تصرف
کر لیا۔ اور وہاں کے عوام مطیع ہو گئے۔ اور کار آمد ساز و سامان پر بھی قبضہ کر
لیا۔ تو حضرت عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ کو رقعہ لکھا۔ کہ مملکت افریقیہ میں دنیوی
مال کے بہت سے خزانے ہیں۔ اور اس کے باشندے ہمارے ساتھ

لڑنے کی ہمت نہیں رکھتے۔ لہذا اگر اجازت عطا فرمائیں۔ تو میں اس طرف بقصد جنگ روانہ ہو جاؤں۔ اور اس مملکت کو بھی زیر حکم لے آؤں۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جواب میں تحریر فرمایا۔ کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے باوجود اس رعب داب کے افریقیہ کے فتح کرنے کا ارادہ نہ کیا۔ اور یہی فرماتے رہے۔ کہ میں جب تک زندہ رہوں گا۔ افریقیہ کے فتح کرنے کی اجازت نہیں دوں گا۔ تو مجھے بھی اس کام سے کراہت آتی ہے۔ لہذا تم آرام سے اپنی جگہ بیٹھو۔ اور اس سمت کا سفر مت کرو۔

عبداللہ بن سعد نے جب یہ جواب پڑھا۔ تو ارادہ ملتوی کر دیا۔ لیکن افریقیہ پر حملہ آور ہونے کے لیے جو لشکر تیار ہو چکا تھا۔ اس میں سے کچھ افراد کو حکم دیا۔ کہ تم اس علاقہ میں لوٹ مار کا ماحول پیدا کرو۔ وہ افریقیہ کے کچھ علاقوں میں لوٹ کھسوٹ اور قتل و غارت کے ذریعہ بہت سا مال غنیمت اکٹھا کر کے واپس آ گئے۔ عبداللہ بن سعد نے یہ واقعات حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو لکھ بھیجے۔ تاکہ افریقیہ کی فتح کا معاملہ ان کے لیے آسان دکھائی دے۔

مختصر یہ کہ اس طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اس ولایت کے فتح کرنے کی رغبت پیدا ہو گئی۔ اور جناب مسور بن مخرمہ کو آدھی رات کے وقت طلب کیا۔ اور فرمایا۔ کہ عبداللہ بن سعد نے مجھ سے اس امر کی اجازت مانگی ہے۔ کہ وہ ایک لشکر ترتیب دے کر افریقیہ پر حملہ آور ہو جائے۔ میرے دل میں خیال آتا ہے۔ کہ اس کا یہ ارادہ کسی مصلحت کے تحت ہوگا۔ تم بتاؤ کہ اس بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ کہا۔ امیر المؤمنین کی تدبیر اچھی اور درست ہے۔ اگر آپ عبداللہ بن سعد کو اس کام کا حکم دے دیتے ہیں۔ تو وہ مملکت اسلامیہ

میں ایک اور ملک کا اضافہ کر سکتا ہے۔ اور یہ بات بہت اچھی ہے۔ حضرت عثمان غنی نے فرمایا۔ اچھا تو صبح کے وقت اکابر صحابہ کرام کو مسجد میں اکٹھا کرو۔ تاکہ ان سے بھی اس کام کے متعلق مشورہ لے لیا جائے۔ اور ہم سب مل کر اللہ تعالیٰ سے بھلائی کی دعا کریں۔

صبح سویرے جناب مسور نے جید صحابہ کرام کو مسجد میں جمع کیا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ان سے افریقیہ کے بارے میں گفتگو فرمائی۔ ان حاضرین میں سے بیشتر نے افریقیہ پر حملہ کرنے کی رائے دی۔ اور ان میں سے جن حضرات نے اس کی مخالفت کی حضرت سعید بن زید ان میں سب سے آگے تھے۔ حضرت عثمان نے ان سے دریافت فرمایا۔ کہ تمہارے انکار کا کیا سبب ہے؟ جواب دیا۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے تا زندگی اس معاملہ کو مکروہ جانا۔ آپ کے لیے کیا یہ ضروری ہے۔ کہ ان کی مخالفت ہی کریں۔ اور افریقیہ پر لشکر کشی کریں۔ سعید نے یہ کہا۔ اور اٹھ کر چل دیے۔

حضرت عثمان نے ایک آدمی کو بھیج کر جناب محمد بن مسلمہ اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہما کو بلوایا۔ ان سے مشورہ لیا گیا۔ تو انہوں نے کہا۔ کہ ایسی مملکت پر بھاری فوج سے حملہ کرنا اور پھر اسے مملکت اسلامیہ میں شامل کر لینا بہت ہی اچھا کام ہے۔ یہ سن کر حضرت عثمان بہت خوش ہوئے۔ لوگوں کو افریقیہ پر حملہ کرنے کے لیے فضا ساز گار کرنا شروع کر دی۔ جلیل القدر صحابہ کے فرزندانِ گرامی نے اپنی اپنی ہاں کا اظہار کیا۔ ان میں حضرت عبد الرحمٰن بن ابی بکر، عبید اللہ و عبد اللہ جو حضرت عمر بن الخطاب کے فرزند ہیں۔ اور عبد اللہ و عبد الرحمٰن جو زبیر بن العوام کے بیٹے ہیں۔ اور عبد اللہ بن عمرو بن العاص، عبد الرحمٰن بن اسود بن عبد یغوث اور بسر بن ارطاۃ اور مسور بن مخرمہ شامل تھے

جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ان حضرات کی آمادگی دیکھی۔ تو انتہائی خوشی کا اظہار فرمایا۔

بالجملہ لوگوں نے تیاری کا شروع کر دی۔ جب لشکر تیار ہو گیا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ مدینہ سے باہر تشریف لائے۔ اور مجاہدین سے خطاب کیا۔ ان کی تعداد چار ہزار آٹھ سو تھی۔ فرمایا۔ ان تمام مجاہدین کو جنگ کے لیے مسلح کیا جائے۔ انہیں آپ نے ایک ہزار اونٹ بمعہ لباس عطا فرمائے۔ پھر مروان بن الحکم کو گھوڑ سوار اور ان کے بھائی حارث بن الحکم کو پیدل دستہ کی سرداری عطا فرمائی۔ پھر منبر پر تشریف لائے۔ اللہ تعالیٰ کی تعریف کی۔ لشکر کو نصیحتیں کیں۔ اور افریقیہ کی جنگ پر ابھارا۔ اور فرمایا۔ کہ تمہیں معلوم ہونا چاہیے۔ کہ میں نے تمام لشکر کی سپہ سالاری عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کو عطا کی ہے جب تم ان سے جا ملو۔ تو ان کے احکام کی پیروی کرنا۔ اور ان کے فیصلہ کو درست فیصلہ قرار دے کر قبول کرنا۔ اس کے ساتھ حضرت عثمان نے عبداللہ بن سعد کے نام بھی لکھ بھیجا۔ کہ مجاہدین سے نرم سلوک اور نیکی سے پیش آنا۔ اور ان کی، چھوٹی موٹی غلطیوں سے درگزر کرنا۔

یہ کہہ کر آپ منبر سے نیچے تشریف لائے۔ اور لشکر بطرف مصر روانہ ہوا۔ آسان و مشکل راستوں کو طے کیا۔ جب یہ لشکر مصر پہنچا۔ تو عبداللہ بن سعد بہت خوش ہوا۔ اور تیاری شروع کر دی۔ بیس ہزار سوار اور پیدل مجاہدین تیار ہو گئے۔ اور افریقیہ کی طرف پیش قدمی شروع کر دی۔ چلتے چلتے طرابلس شہر پہنچے۔ یہ شہر وہ ہے۔ جو کہ اس وقت کی مسلم مملکت کا آخری کنارہ تھا۔ ایک دن وہاں قیام کرنے کے بعد صبح سویرے وہاں سے افریقیہ کے کچھ علاقہ جات میں لوٹ مار شروع کر دی۔ لشکر اسلامی نے بہت سے

گاؤں کو زیر قبضہ کیا۔ اور گائیں، بھیڑ بکریاں اور بہت سے اونٹ ہاتھ آئے۔ کافی تعداد میں قیدی ہاتھ لگے۔ یہ سب کچھ لے کر واپس لشکر گاہ آ گئے۔

اس کے بعد عبداللہ بن سعد نے حفاظتی دستہ کو افریقیہ کی طرف روانہ کر دیا۔ اور خود اس لشکر کے پیچھے پیچھے چل دیئے۔ کبھی جنگل اور کبھی ساحل دریا کو عبور کرتے رہے۔ ایک دن یہ ہوا۔ کہ چند کشتیاں پانی کی سطح پر آتی ہوئی نظر آئیں۔ ان کشتیوں کے کچھ افراد ساحل پر تھے۔ جب انہوں نے اسلامی لشکر کو دیکھا۔ تو کشتیوں میں سوار ہو کر بھاگنے کی کوشش کی۔ مسلم لشکر کے سواروں نے انہیں آ دبوچا۔ اور پکڑ کر عبداللہ بن سعد کے پاس لے آئے۔ یہ قیدی تعداد میں ایک سو تھے۔ عبداللہ نے فرمایا۔ کہ ان تمام کی گردنیں اڑا دی جائیں۔ پھر ان کا کشتیوں میں بھرا ہوا سارا مال لشکر میں تقسیم کر دیا۔ اور کشتیوں کو جلا دیا۔ پھر یہاں سے کوچ کر کے افریقیہ کے دارالملک کے بالکل قریب جا پہنچے۔ اور شہر کے نزدیک پڑاؤ ڈالا۔

افریقیہ کے فرمانروا کا نام جرجیر تھا۔ اور اپنے ملک کا خراج روم کے بادشاہ قسطنطین کو بھیجا کرتا تھا۔ عبداللہ بن سعد نے ایک ایلچی اس کی طرف بھیجا اور اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔ جرجیر یہ سن کر آگ بگولہ ہو گیا۔ اور کہلا بھیجا۔ کہ میں ہرگز تمہارا دین قبول نہیں کروں گا۔ عبداللہ نے جواب دیا۔ کہ پھر تمہیں دو باتوں میں سے ایک ضرور کرنا پڑے گی۔ یا تو جزیہ دینا قبول کر لو۔ یا جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ۔ جرجیر نے لڑائی کو ترجیح دی۔ اور لشکر تیار کیا۔ ساٹھ ہزار مرد لے کر شہر سے باہر نکلا۔ اور عبداللہ کے بالمقابل آ ٹھہرا۔ دونوں طرف سے جنگ کا اعلان ہوا۔ میمنہ اور میسرہ مقرر کیے گئے۔ چالیس دن تک دونوں لشکر آمنے سامنے رہے۔ اور روزانہ

صبح سے چاشت تک جنگ ہوتی۔ پھر ہر لشکر اپنی اپنی جگہ چلا جاتا۔

اس طرف مدینہ منورہ میں خبر آنے سے دیر ہو گئی۔ کیونکہ سفر کافی طویل تھا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اس وجہ سے کچھ پریشان تھے عبداللہ بن زبیر کو سواروں کا ایک گروہ دے کر عبداللہ بن سعد کی مدد کے لیے روانہ کیا۔ عبداللہ بن زبیر بجلی کی سی تیزی سے ہر قسم کے راستوں کو طے کرتے ہوئے عبداللہ بن سعد کے لشکر گاہ میں آپہنچے۔ اسلامی لشکر نے اللہ اکبر کی آوازیں بلند کیں۔ اور خوشی کا اظہار کیا۔ عبداللہ بن زبیر نے پوچھا امیر لشکر عبداللہ سعد کہاں ہیں؟ لوگوں نے بتایا۔ کہ جرجیر نے ایک حیلہ کیا اور اعلان کروایا ہے۔ کہ جو شخص عبداللہ بن سعد کا سر قلم کر کے میرے پاس لائے گا اس کو دس ہزار سرخ دینار دیئے جائیں گے۔ اور ایسے شخص سے میں اپنی بیٹی کی شادی بھی کر دوں گا۔ اس اعلان کے پیش نظر ہمارے امیر اپنے بیگانے سے مطمئن نہ ہونے کی وجہ سے اجنبی سی حالت میں رہ رہے ہیں۔

عبداللہ بن زبیر ان کے پاس آئے۔ اور انہیں تسلی دی۔ اور فرمایا۔ کہ تم بھی منادی کرادو۔ جو شخص جرجیر کا سر میرے پاس لائے گا اس کو دس ہزار سرخ دینار بطور انعام ملیں گے۔ اور اس کے علاوہ جرجیر کی بیٹی سے اسے بیاہ دیا جائے گا۔ اور علاقے کی حکومت بھی اس کو دے دی جائے گی۔ اس اعلان سے جرجیر پر رعب طاری ہو گیا۔ اور جنگ کے دوران وہ لشکر کی صفوں کے بالکل پیچھے دور کھڑا ہوتا۔ تاکہ بصورت شکست بھاگنے کی صورت نکل سکے۔

مختصر یہ کہ حضرت عبداللہ بن زبیر نے ایک اور چال سوچی۔

عبداللہ بن سعد کو فرمایا۔ کہ کل صبح جنگ کے لیے تمام لشکر کو تیار رہنے کا حکم جاری کرو۔ اپنے اپنے گھوڑوں کی زین باندھ لی جائے۔ پھر آدھا لشکر لے کر دشمن کے ساتھ جنگ کرنے چلے جانا اور بقیہ آدمیوں کو حکم دے دو۔ کہ وہ ہر وقت اپنے گھوڑوں کی لگامیں تھامے رکھیں۔ اور خیموں میں تیار کھڑے رہیں۔ جب ہم چاشت تک دشمن سے لڑیں گے۔ تو اس سے دشمن کی فوج کافی تھک چکی ہوگی۔ اور پھر جنگ بند ہونے پر جب اپنے اپنے خیموں میں آکر وہ جنگی ہتھیاروں کو اتاریں گے۔ اور زرہیں الگ رکھ دی جائیں گی۔ گھوڑوں سے زینیں اتار لی جائیں گی۔ تو ایسے میں ہمارا بقیہ آدھا لشکر جو خیموں میں ہوگا۔ اور گھوڑوں کی لگامیں تھامے حکم کا منتظر ہوگا۔ ان کو اچانک حملہ کرنے کا حکم دے دیا جائے۔ وہ ان پر تلواروں سے حملہ کر دیں۔ اس سے امید ہے کہ ہمارا منصوبہ کامیاب ہوگا۔ اور دشمن مغلوب ہو جائے گا۔

عبداللہ سعد اور لشکر کے سرکردہ لوگوں نے اس تجویز کو سراہا۔ اور دوسرے دن اسی منصوبہ پر عمل کیا گیا۔ آدھا لشکر صبح سویرے دشمن سے لڑنے میدان میں اترا۔ عبداللہ بن عباس اس کے آگے آگے تھے۔ عبداللہ بن سعد درمیان میں، عبداللہ بن عمر بن الخطاب میمنہ اور عبداللہ بن زبیر میسرہ پر تھے۔ اسی وجہ سے اس جنگ کو "حرب العبادلہ" کہا گیا ہے۔

ہوا یہ کہ اس دن مسلمانوں نے سر توڑ کوشش کی۔ اور سخت لڑائی لڑی۔ جرجیر کی فوج کو پہلے سے کہیں زیادہ قتل و غارت کا سامنا کرنا پڑا۔ لڑتے لڑتے جنگ بند کرنے کا وقت آن پہنچا۔ اعلان کرنے والے نے باواز بلند کہہ کر جنگ ختم کر دی جائے۔ اس پر دونوں لشکر اپنی عادت کے مطابق جنگ بند کر کے واپس اپنے خیموں میں آگئے۔ جرجیر کے سپاہیوں نے خیموں میں

پہنچ کر اپنے گھوڑوں سے زین اتاری۔ تیر و تلوار اتار کر رکھ دیئے۔ اور زرہیں اتار کر آرام کرنے کی سوچنے لگے۔

اس وقت مسلمانوں کا وہ نصف لشکر جو اپنے خیموں میں لڑائی کے لیے تیار کھڑا تھا۔ فی الفور تلواریں سونتتے ہوئے اور نیزے لہراتے ہوئے دشمن پر حملہ آور ہو گئے۔ یہ حملہ اس قدر جلدی میں کیا گیا۔ کہ جرجیر کے لشکر کو گھوڑوں پر زین رکھنے کی مہلت بھی نہ مل سکی۔ تلوار اٹھانے اور نیزہ پکڑنے کی فرصت بھی نہ پا سکے۔ بالآخر جس سے بھاگا جا سکا وہ بھاگ گیا۔ اور دوسرا قتل کر دیا گیا۔ بالجملہ کافروں کو شکست ہوئی۔ صاحب الغنی کے نزدیک جرجیر کو عبداللہ بن زبیر نے قتل کر دیا۔ لیکن میرے (مصنف) نزدیک یہ درست نہیں۔ کیونکہ یہ بات بہت سی کتب تاریخ میں یوں موجود ہے۔ کہ جرجیر شکست کھانے کے بعد دور کہیں بھاگ گیا۔ مسلمانوں نے افریقیہ کی مملکت سے بہت سا مال و دولت اور کثیر تعداد میں قیدی ساتھ لیے۔

پھر جرجیر نے ایک آدمی کو عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کے پاس بھیجا اور درخواست کی۔ کہ صلح کر لی جائے۔ میں اس صلح پر بیس لاکھ بیس ہزار پانچ سو دینار دینے کو تیار ہوں۔ یہ رقم مصنف کے زمانے کے پانچ کروڑ بیس ہزار تومان کے برابر بنتی تھی۔ عبداللہ نے یہ پیشکش قبول کر لی۔ اور اس کو معاہدہ کی شکل میں تحریر کر لیا۔ جو مال غنیمت وہاں سے ہاتھ آیا۔ وہ لشکریوں میں اس طرح تقسیم کیا۔ کہ سوار کو تین ہزار درہم اور پیدل کو دو ہزار درہم حصہ میں آئے۔ پھر پانچواں حصہ اور افریقیہ کا خراج حضرت عثمان کے پاس بھیجا گیا۔ عبداللہ اس کے بعد واپس مصر آ گیا۔ اور یہ مدت ایک سال اور تین ماہ کی تھی۔

الحاصل :-

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا رضاعی بھائی عبد اللہ بن سعد ابی سرح وہ خوش بخت آدمی ہے۔ جس نے اگرچہ اسلام لانے کے بعد کچھ عرصہ کے لیے ارتداد اختیار کر لیا تھا لیکن پھر دوبارہ جب مشرف باسلام ہوا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ اقدس پر بیعت کی۔ تو ساری زندگی مثالی اسلامی زندگی گزاری۔ تادمِ آخر کوئی لغزش سرزد نہ ہوئی۔ اللہ تعالے نے ان کے ہاتھوں اسلام کو بڑی بڑی فتوحات سے نوازا۔ افریقیہ جیسی مملکت کو زیرِ نگیں کیا۔ لاکھوں کروڑوں کے حساب سے سالانہ آمدنی آنے لگی۔ غرباء اور مساکین کی حالت بہت بہتر ہو گئی۔

اپنی زندگی کے آخری لمحات میں گوشہ نشینی اختیار کر لی۔ اور ایک فقیرانہ زندگی بسر کی۔ اللہ سے دعا مانگی۔ کہ اے اللہ! مجھے نماز میں موت عطا فرما۔ اللہ تعالیٰ نے یہ دعا قبول فرمائی۔ اور دورانِ نماز سلام پھیرتے ہوئے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔

جس کی سیرت اور اخلاق کے یہ نقوش ہوں۔ اور جس کی اہلیت اور لیاقت نے اسلام کو چار چاند لگا دیے۔ جس کو موت نماز کی حالت میں عطا ہو۔ ایسے شخص پر لعن طعن کرنا کہاں کا انصاف ہے۔ اور ایمان اس کی اجازت کب دیتا ہے۔؟

معلوم ہوا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے عبد اللہ بن سعد کو عامل بنا کر اقرباء پروری کا مظاہرہ نہیں فرمایا۔ بلکہ ایک قابل اور اہل شخص کو مملکت کی ذمہ داریاں سپرد کیں۔ اور انہوں نے خداداد صلاحیت سے افریقہ اتنی عظیم مملکت کو فتح کیا۔ جس کی وجہ سے لاکھوں افراد حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ اور ان کی نسلیں اسلام کی دولت سے بہرہ ور ہو گئیں۔ یہ وقت کی ضرورت تھی۔ کہ حضرت

عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اس کے مطابق عبداللہ بن سعد کو اپنے دور میں بھی ذمہ داریاں سپرد کیں۔ اور انہوں نے وہ ذمہ داریاں باحسن طریقہ سرانجام دیں۔ اللہ تعالےٰ کی ان پر ان گنت رحمتیں نازل ہوں۔

وہ ہم مسلمانوں کے عظیم محسن تھے۔

فاعتبروا
یااولی الابصار۔

دورِ عثمانی کے اموی عامل (چہارم)

گورنر کوفہ حضرت سعید بن العاص کی سیرت و کردار کی ایک جھلک

حضرت سعید بن العاص قرشی اموی کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کا شرف حاصل ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے وقت ان کی عمر ۹ برس کی تھی۔ اس اعتبار سے یہ ان صحابہ کرام میں شامل ہیں۔ جنہیں کم عمر صحابی کہا جاتا ہے۔ یہ اپنے دور کے ممتاز صاحب فصاحت و بلاغت آدمی تھے۔ صحابہ کرام میں ان کے بارے میں یہ مشہور تھا۔ کہ ان کا لب و لہجہ اور طرز گفتگو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت مشابہ تھا۔ قریش کے سردار تھے۔ انہیں بطور عزت و تکریم "صاحب تاج" کیا جاتا تھا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ان کی فصاحت و بلاغت کے پیش نظر انہیں ان افراد کی فہرست میں شامل کیا۔ جو جمع قرآن کی سعادت پر مامور تھے۔ ان کی ریش مبارک بالکل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھی۔ جب تلاوت قرآن کرتے۔ تو وہ سماں اور کیف نظر آتا۔ جس کی کیفیت بیان میں نہیں کی جا سکتی۔ یہ سب خصوصیات ہم اپنی طرف سے بیان نہیں کر رہے

بلکہ خود کتب شیعہ ان امور کی شاہد ہیں۔ ملاحظہ ہوں۔

تنقیح المقال:

سَعِيْدُ بْنُ الْعَاصِ بْنِ سَعِيْدِ بْنِ الْعَاصِ الْقُرَشِيِّ الْاُمَوِيِّ عَدَّهُ ابْنُ عَبْدِ الْبَرِّ وَابْنُ مُنْدَهَ وَاَبُوْ نُعَيْمٍ مِنَ الصَّحَابَةِ وَفِيْ اَسَدِ الْغَابَةِ اَنَّهُ مِنْ اَشْرَافِ قُرَيْشٍ وَاَجْوَدِهِمْ وَفُصَحَائِهِمْ وَهُوَ اَحَدُ الَّذِيْنَ كَتَبُوا الْمُصْحَفَ لِعُثْمَانَ وَاسْتَعْمَلَهُ عُثْمَانُ عَلَى الْكُوْفَةِ بَعْدَ الْوَلِيْدِ بْنِ عُقْبَةَ بْنِ اَبِيْ مُعِيْطٍ وَغَزَا طَبَرِسْتَانَ فَافْتَتَحَهَا وَغَزَا جُرْجَانَ فَافْتَتَحَهَا سَنَةَ تِسْعَةٍ وَعِشْرِيْنَ اَوْسَنَةَ ثَلَاثِيْنَ وَانْتَقَضَتْ آذَرْبَائِيْجَانُ فَغَزَاهَا فَافْتَتَحَهَا فِيْ قَوْلٍ وَلَمَّا قُتِلَ عُثْمَانُ لَزِمَ بَيْتَهُ وَاعْتَزَلَ الْفِتْنَةَ فَلَمْ يَشْهَدِ الْجَمَلَ وَلَا صِفِّيْنَ فَلَمَّا اسْتَقَلَّ الْاَمْرُ لِمُعَاوِيَةَ اَتَاهُ وَلَهُ مَعَ مُعَاوِيَةَ كَلَامٌ طَوِيْلٌ عَاتَبَهُ مُعَاوِيَةُ عَلٰى تَخَلُّفِهِ عَنْهُ فِيْ حُرُوْبِهِ فَاعْتَذَرَهُوَ فَقَبِلَ

مُعَاوِيَةُ عُذْرَهُ، ثُمَّ وَلَّاهُ الْمَدِيْنَةَ فَكَانَ يُوَلِّيْهِ إِذَا عَزَلَ مَرْوَانَ عَنِ الْمَدِيْنَةِ وَ يُوَلِّي مَرْوَانَ إِذَا عَزَلَهُ وَكَانَ سَعِيْدٌ كَثِيْرُ الْجُوْدِ وَ السَّخَاءِ۔

(تنقیح المقال للمامقانی۔ جلد نمبر صفحہ نمبر ۲۷ باب سعید من ابواب السین۔ مطبوعہ تہران جدید)

ترجمہ:۔

ابن عبدالبر، ابن مندہ اور ابونعیم نے حضرت سعید بن العاص بن سعید العاص کو صحابہ کرام میں شمار کیا ہے۔ اسد الغابہ میں ہے۔ کہ یہ حضرت قریش کے بزرگوں میں سے تھے۔ اور ان میں سے ایک عظیم سخی اور بہت بڑے فصیح تھے۔ یہ ان حضرات میں سے ایک تھے۔ جنہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حکم پر ان کے لیے قرآن کریم کی کتابت کی۔ جناب عثمان نے انہیں کوفہ کا عامل مقرر کیا۔ یہ تقرری ولید بن عقبہ کے بعد ہوئی۔ طبرستان پر چڑھائی کر کے اسے فتح کیا۔ جرجان کو انتیس یا تیس ہجری میں فتح کیا۔ اس کے علاوہ آذربائیجان پر بھی قبضہ کیا۔ جب حضرت عثمان غنی کو شہید کر دیا گیا۔ تو انہوں نے گوشہ نشینی اختیار کر لی۔ اور فتنہ سے دور بھاگ گئے۔ جنگ جمل اور صفین میں شرکت نہ کی۔ جب حضرت امیر معاویہ نے خلافت سنبھالی۔ تو ان کے پاس آئے۔ اور ان سے طویل کلام کیا۔ جناب معاویہ نے انہیں اپنی لڑائیوں

میں شرکت نہ کرنے پر ناراضگی کا اظہار کیا۔ تو انہوں نے عدم شرکت کا عذر پیش کیا۔ امیر معاویہ نے عذر قبول کر کے درگزر کر دیا۔ اور انہیں مدینہ کا گورنر مقرر کیا۔ مروان بن الحکم انہیں اس عہدے سے معزول کرتا۔ تو حضرت امیر معاویہ مقرر کر دیتے اور اگر امیر معاویہ معزول کرتے تو مروان ان کی تقرری کر دیتا۔ جناب سعید بہت سخی تھے۔ اور ان کی سخاوت بکثرت تھی۔

تہذیب التہذیب:

قَالَ ابْنُ سَعْدٍ قُبِضَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ لِسَعِيْدٍ تِسْعُ سِنِيْنَ قَالَ الزُّبَيْرُ بْنُ بَكَّارٍ اِسْتَعْمَلَهُ عُثْمَانُ عَلَى الْكُوْفَةِ وَغَزَا بِالنَّاسِ طَبَرِسْتَانَ وَاسْتَعْمَلَهُ مُعَاوِيَةُ عَلَى الْمَدِيْنَةِ وَقَالَ سَعِيْدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ قَالَ مُعَاوِيَةُ لِكُلِّ قَوْمٍ كَرِيْمٌ وَ كَرِيْمُنَا سَعِيْدٌ وَ قَالَ اَيْضًا اُقِيْمَتْ عَرَبِيَّةُ الْقُرْاٰنِ عَلٰى لِسَانِ سَعِيْدٍ لِاَنَّهٗ كَانَ اَشْبَهَهُمْ لَهْجَةً بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ ابْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ كَانَ مِنْ اَشْرَافِ قُرَيْشٍ وَهُوَ اَحَدُ الَّذِيْنَ كَتَبَ الْمُصْحَفَ لِعُثْمَانَ وَرَوٰى عَبْدُ الْعَزِيْزِ

اِبْنُ اَبَانٍ عَنْ خَالِدِ بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ جَاءَتِ امْرَاةٌ بِبُرْدٍ فَقَالَتْ اِنِّيْ نَوَيْتُ اَنْ اُعْطِيَ هٰذَا الْبُرْدَ اَكْرَمَ الْعَرَبِ فَقَالَ لَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْطِيْهِ هٰذَا الْغُلَامَ يَعْنِيْ سَعِيْدَ بْنَ الْعَاصِ۔

(تہذیب التہذیب جلد ۴ ص ۴۸-۴۹
ذکر السین مطبوعہ بیروت
طبع قدیم۔)

ترجمہ:۔

ابن سعد کہتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے وقت سعید بن العاص کی عمر ۹ برس تھی۔ زبیر بن بکار کا کہنا ہے۔ کہ حضرت عثمان نے سعید بن العاص کو کوفہ کا گورنر مقرر فرمایا۔ طبرستان پر چڑھائی کی۔ امیر معاویہ نے انہیں مدینہ کی گورنری عطا کی۔ سعید بن عبد العزیز کا کہنا ہے۔ کہ حضرت معاویہ نے کہا۔ ہر قوم کا کوئی قابل فخر سخی ہوتا ہے۔ اور ہمارا قابل فخر آدمی سعید ہے یہ بھی کہا۔ کہ قرآن کریم کی عربیت زبانِ سعید سے ٹھیک بیٹھتی ہے۔ کیونکہ ان کا لہجہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لہجہ کے بہت مشابہ تھا۔ ابن عبد العزیز کا کہنا ہے۔ کہ سعید اشراف قریش میں سے تھے۔ اور ان کاتبان قرآن میں سے ایک تھے۔ جنہوں نے حضرت عثمان کے لیے قرآن کی کتابت کی۔ عبد العزیز بن ابان جناب خالد بن سعید اور ان کے باپ سے وہ حضرت ابن عمر سے روایت کرتے ہیں۔ کہ ایک مرتبہ ایک عورت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ایک چادر لائی۔ اور کہنے لگی۔ کہ میں نے ارادہ کیا ہے کہ یہ چادر اس شخص کو دوں گی۔ جو "اکرم العرب" ہو۔ تو آپ نے اُسے فرمایا۔ اس لڑکے یعنی سعید بن العاص کو دے دو۔ (یہ اس وصف سے متصف ہے۔)

البدایۃ والنہایۃ :-

وَكَانَ عُمُرُ سَعِيْدٍ يَوْمَ مَاتَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تِسْعَ سِنِيْنَ وَكَانَ مِنْ سَادَاتِ الْمُسْلِمِيْنَ وَ ا جُوْرِ الْمَشْهُوْدِيْنَ وَ كَانَ جَدُّهٗ سَعِيْدُ بْنُ الْعَاصِ وَيُكْنٰى بِاَبِيْ اَجْنِحَةٍ رَئِيْسًا فِيْ قُرَيْشٍ يُقَالُ لَهٗ ذُوالتَّاجِ لِاَنَّهٗ كَانَ اِذَا اعْتَمَّ لَا يَعْتَمُّ اَحَدٌ يَوْمَئِذٍ اِعْظَامًا لَهٗ وَكَانَ سَعِيْدٌ هٰذَا مِنْ عُمَّالِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَلَى السَّوَادِ وَجَعَلَهٗ عُثْمَانُ فِيْمَنْ يَكْتُبُ الْمَصَاحِفَ لِفَصَاحَتِهٖ وَكَانَ اَشْبَهُ النَّاسِ لِحْيَةً بِرَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

(البدایۃ والنہایۃ / جلد نمبر ۸ / ص ۸۳ تا ۸۴ سن ثمان وخمسین / مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:۔

جناب سعید بن العاص کی عمر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے وقت نو برس تھی۔ اور مسلمانوں میں قابل احترام شخصیت تھے۔ بہت بڑے سخی تھے۔ ان کے والد اور دادا کا نام بھی سعید بن العاص ہی تھا۔ اور کنیت ابو احیحہ تھی۔ قریش کے رئیس تھے۔ انہیں ذوالتاج بھی کہتے تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی۔ کہ جس دن یہ عمامہ باندھتے۔ اس دن احتراماً کوئی دوسرا شخص پگڑی نہ باندھتا۔ سعید بن العاص حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں سواد کے عامل رہ چکے تھے۔ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ان کی فصاحت اور بلاغت کے پیش نظر ان افراد کی فہرست میں انہیں رکھا۔ جو کتابت قرآن کی ذمہ داری سنبھالے ہوئے تھے۔ ان کی داڑھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی شریف سے بہت مشابہ تھی۔

حوالہ جات مذکورہ سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے۔

۱۔ سعید بن العاص کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابی ہونے کا اعزاز حاصل تھا۔

۲۔ خاندان قریش کے ایک ممتاز سخی اور سردار تھے۔

۳۔ فصاحت و بلاغت سے مزین تھے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ لب و لہجہ میں کمال مشابہت رکھتے تھے۔

۴۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے دور میں سواد کے عامل تھے۔

۵۔ ان کی داڑھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی مبارک کے بہت مشابہ تھی۔

۶۔ بچپن میں ہی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ سے "اکرام العرب" کا لقب ملا۔

۷۔ افریقہ ایسی مملکت کے فاتح اور اس سے درآمد ہونے والی لاکھوں دراہم کی نقدی ان کی رہین منت تھی۔

۸۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے اُن چیدہ افراد میں سے ایک تھے۔ کہ جنہیں کتابت قرآن کے لیے مقرر کیا گیا تھا۔

لمحۂ فکریہ:۔

امور مذکورہ سے روز روشن کی طرح عیاں ہو گیا۔ کہ سعید بن العاص اخلاق و اطوار کے اعتبار سے بھی ممتاز اور قابلیت و اہلیت کے اعتبار سے بھی منفرد آدمی تھے۔ قریش کی سرداری کے علاوہ سخاوت اور کرامت میں اپنی مثال آپ تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ نبوت و دور بینی نے انہیں "اکرام العرب" کا عہدہ دیا۔

ان تمام امور کے پیش نظر ان پر بد کرداری اور نا اہلیت کا الزام دھرنا کسی طرح بھی جائز نہیں ہو سکتا۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

حضرت سعید کی زیر قیادت اکابر صحابہ کرام کے علاوہ حسنین کریمین بھی شریک جنگ ہوئے

ناسخ التواریخ:-

وہم دریں سال کار جرجان و طبرستان آشفتہ گشت و عثمان فرمان کرد تا سعید ابن العاص از کوفہ لشکر بساخت و کوچ بر کوچ تا بد امغان برآمد و از آنجا اراضی قومس را صافی داشت و طریق جرجان گرفت مردم گرگان ساز سپاہ دادہ پزیرہ و جنگ شدند چوں از دو سوئے صف راست شد سعید بن العاص اسپ بزد و بمیدان آمد و ہم چناں از گرد راہ سوار می از ابطال رجال گرگاں را کہ شناختہ تراز او بشجاعت نداشتند باز خم تیغ از اسپ درانداخت لشکر گرگانرا از آں دستبرد پائے ثبات بلغزید یکبار پشت بجنگ دادند و روئی بحصار نہادند سعید شہر گرگاں را در بنداں داد از پس روزی چند امان طلبیدند و خواستگار صلح شدند۔ بشرطیکہ صد ہزار درہم نقد تسلیم دارند و سال دوئم دویست ہزار درہم۔ و در سال سوئم سیصد ہزار درہم میرسانند و ایں جملہ برسم خراج ادا می نمایند۔ و ہم اکنوں دویست ہزار درہم بشکرانہ صلح بذل میفرمایند پس سعید بفرمود برایں جملہ و ثیقتی نوشتند۔ ہمانا در تاریخ روضۃ الاحباب مسطور است کہ در سفر جرجان حسنین علیہما السلام باتفاق سعید بن العاص بودند۔ و در تاریخ مازندراں و در کتاب روضۃ الصفا و حبیب السیر بدیں قصہ اشارتے رفتہ و ایں جملہ سند بر روضۃ الاحباب میبرند۔

بالجملہ سعید بن العاص بعد از فتح جرجان بیشہ متوجہ شد مردم بیشہ از فرمان بیافتند بحصار اندر رزم زدن گرفتند سعید ایشان را حصار داد و فراواں رنج برد تا کار برمردم بیشہ سخت گشت و خواستگار مصالحت شدند بشرطیکہ یک تن را از ایشاں، نکشند، سعید بن العاص مسؤل ایشاں را باجابت مقرون داشت چوں از حصار بیروں شدند گفت من پیماں دادہ ام کہ یک تن را نکشم دیگ تن از آنجماعت را دست باز داشت و بفرمود تا جملہ را گردن بزدند واز آنجا بطبرستان آمد وآں مملکت نیز بنظام کرد وخراج بستد و بمدینہ مراجعت کرد۔

(ناسخ التواریخ۔ جلد ۳ ص ۱۴۴۱ تا ۱۴۴۷

دوران خلافت عثمان رضی اللہ عنہ مطبوعہ

تہران طبع جدید)

ترجمہ:۔

اسی سال جرجان اور طبرستان کے حالات بگڑ گئے۔ حضرت عثمان نے سعید بن العاص کو حکم دیا۔ کہ ایک بہت بڑا لشکر لے کر نکلے۔ اور دامغان تک جا پہنچے۔ وہاں سے فراغت پر علاقہ قومس کو صاف کرے۔ پھر اس کے بعد جرجان کی طرف رخ کیا۔ یہاں کے عوام نے جنگ لڑنا چاہی۔ دونوں طرف سے جنگ کے لیے صف بندی ہوئی۔ سعید بن العاص نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگا کر خود کو میدان میں لا کھڑا کیا۔ جرجان کے مشہور پہلوانوں میں سے ایک نے مقابلہ کرنا چاہا۔ یہ اپنے دور کا عظیم بہادر آدمی تھا۔ سعید بن العاص کے ایک ہی وار نے اس کو گھوڑے سے نیچے گرا دیا۔ یہ دیکھ کر جرجانیوں کے چھکے چھوٹ گئے۔ بھاگے اور شہر میں داخل ہو کر دروازے بند کر لیے۔ سعید نے شہر کا محاصرہ کیا۔ جس کی سختی نے

اہل جرجان کو صلح پر مجبور کر دیا۔ صلح اس شرط پر ہوئی۔ کہ اس سال اہل جرجان، ایک لاکھ درہم بطور خراج دیں گے۔ اگلے سال دو لاکھ اور اس سے اگلے سال تین لاکھ درہم ادا کریں گے۔ اور صلح کے شکریہ کے طور پر بیس ہزار درہم فی الفور ادا کریں گے۔ سعید بن العاص نے یہ تمام معاہدہ جات تحریر کر لیے۔ تاریخ روضۃ الاحباب۔ میں تحریر ہے۔ کہ جرجان کی طرف روانگی کے وقت اس لشکر میں حضرات حسنین کریمین بھی موجود تھے۔ تاریخ مازندران، روضۃ الصفاء اور حبیب السیر بھی اسی امر کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ ان تمام کتابوں نے اس واقعہ کی سند کی نسبت روضۃ الاحباب کی طرف کی ہے۔

مختصر یہ کہ سعید بن العاص نے جرجان کی فتح کے بعد میشہ کا رخ کیا۔ میشہ کے رہنے والوں نے حکم عدولی کی۔ اور شہر میں محصور ہو کر لڑنے پر آمادہ ہو گئے۔ سعید نے ان کا سخت محاصرہ کیا۔ مجبوراً صلح پر تیار ہو گئے۔ وہاں سے فراغت پر طبرستان روانہ ہو گئے۔ یہاں خراج کا انتظام درست کیا۔ اور پھر سعید بن العاص واپس مدینہ لوٹ آئے۔

الحاصل:۔

سعید بن العاص رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی تھے۔ اور نہایت سخی اور باکردار آدمی تھے۔ اکرم العرب کا لقب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل ہوا۔ ان کا لب و لہجہ اور داڑھی مبارک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت زیادہ مشابہ تھے۔ اس قدر جری اور بہادر تھے۔ کہ جرجانی عظیم پہلوان کو ایک ہی وار سے شکست سے ہمکنار کر دیا۔ بہت سے علاقہ جات فتح کر کے مملکت اسلامیہ میں داخل کیے۔ ان تمام امور سے ثابت ہوا۔ کہ حضرت سعید بن العاص کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے محض

اپنا رشتہ دار ہونے کی بنا پر گورنر مقرر نہ کیا تھا۔ بلکہ ان کی خداداد صلاحیتیں اور بے مثل اہلیت ان کے پیش نظر تھی۔ یہ حضرت صرف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ہی عامل مقرر نہ ہوئے۔ بلکہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے دور میں بھی ان کو عامل مقرر کیا تھا۔

لہٰذا ان کی شخصیت کو داغدار کرنے کے لیے ان پر الزام تراشی اور انہیں امور مملکت سے نادان اور منصب گورنری سے نااہل گردانناکسی طرح زیب نہیں دیتا۔ گزشتہ اوراق میں ہم اس امر کی طرف اشارہ کر چکے ہیں۔ کہ اگر کسی رشتہ دار اور قریبی کی تقرری قابل اعتراض ہے۔ تو یہ بات حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر بھی لاگو ہوتی ہے۔ کیونکہ آپ نے اپنے دورِ خلافت میں حضرت عبداللہ بن عباس کو کوفہ کا عامل مقرر کیا تھا۔ لہٰذا اس بات سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر الزام دھرنا سراسر ناانصافی ہے۔ رہی یہ بات کہ حضرت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ اہل و حقدار تھے۔ تو تاریخ یعقوبی اور ناسخ التواریخ کے حوالہ جات اس کی تصدیق کے لیے کافی ہے۔ بلکہ ناسخ التواریخ میں تو یہاں تک مذکور ہے۔ کہ حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما ان کے لشکر میں شامل تھے۔ اگر حسنین کریمین ان کو نالائق سمجھتے۔ تو ان کی کمان میں جنگ میں شرکت نہ کرتے اس لیے حضرت سعید پر نااہلیت کا الزام دراصل حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کی ذات پر بھی اعتراض آئے گا۔ کہ انہوں نے ایک نااہل جرنیل کے ماتحت لڑائی لڑی۔

لیکن کیا کیا جائے۔ اس واقعہ شرکت کو ناسخ التواریخ کے مصنف مرزا محمد تقی نے نقل کرنے کے بعد اپنی شیعیت کا راگ الاپا۔ اور وہی ملعون روش یہاں بھی دہرائی۔ خود مرزا موصوف کی ہرزہ سرائی اسی کے الفاظ میں ملاحظہ ہو۔

صاحبِ ناسخ التواریخ کی ہرزہ سرائی اور صحابی رسول کی گستاخی

ناسخ التواریخ:-

صاحب روضۃ الاحباب دریں سخن متفرد است وایں سخن از وے معتبر نیست چہ آں مردم کہ سخن ایشاں راور تواریخ استوار باید داشت چہ سنی وچہ شیعی وچہ تازی زبان وچہ پارسی گویاں ہیچکس ازیں قصہ حدیث نکردہ است ونیز زیادت عقل گواہی نمی دہد کہ ایشاں باسعید بن العاص کہ کافری واگر نہ فاسقی بود کوچ ودر فرمان او بپذیرند۔

(ناسخ التواریخ تاریخ خلفاء جلد نمبر ۳ ص ۲۰۷ اذکر سفر سعید بن العاص، مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:-

حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کا سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کی کمان میں جنگ پر جانا یہ بات تنہا صاحب روضۃ الاحباب کی ہے۔ یہ بات اس کی ناقابل اعتبار ہے۔ کیونکہ وہ لوگ کہ جن کی بات کا تاریخ نویسی میں کوئی وزن ہوتا ہو۔ چاہے وہ اہل سنت سے متعلق ہوں۔ یا اہل تشیع سے ہوں، خواہ عربی زبان میں ان کی تحریرات ہوں۔ یا زبان فارسی کا سہارا لیا ہو۔ کسی ایسے مؤرخ نے اس بات کا تذکرہ نہیں کیا۔ اس بات پر

عقل بھی گواہی دینے کے لیے تیار نہیں۔ کہ یہ حضرات (حسنین کریمین) سعید بن العاص ایسے کافر یا فاسق کے ساتھ سفر میں شریک ہو گئے۔ اور اس کی ماتحتی میں

شیعہ مؤرخ مرزا محمد تقی کی ہرزہ سرائی کی تحقیقانہ تردید

مرزا محمد تقی کی مذکورہ عبارت سے دو امور کی نشاندہی ہوتی ہے۔ جن کو بنیاد بنا کر موصوف نے حضرات حسنین کریمین کو سعید بن العاص کی سرکردگی میں جنگ کے اندر شرکت کو خارج از امکان قرار دیا۔ اول یہ کہ یہ واقعہ کسی مشہور مؤرخ نے اپنی تاریخ میں ذکر نہیں کیا۔ نہ کسی سُنی نے اور نہ ہی کسی شیعی نے۔ لہٰذا صرف ایک مؤرخ کا اس کو ذکر کرنا کوئی وزن نہیں رکھتا۔ دوسرا امر یہ کہ سعید بن العاص وہ شخص ہے۔ جو کافر یا کم از کم فاسق ضرور ہے۔ اور کسی فاسق و کافر کی زیر قیادت حسنین کریمین کا جہاد میں شریک ہونا عقل کو تسلیم نہیں ہے۔ ہم ان دونوں امور کے بے اصل اور مردود ہونے کی تفصیل ذکر کرتے ہیں۔ تاکہ احقاق حق اور ابطال باطل ہو۔

امر اول کا بطلان

کیا اموی عامل کی سرپرستی میں حسنین کا جہاد کسی تاریخ میں نہیں

مرزا تقی کا یہ کہنا کہ اس واقعہ کو کسی شیعی سُنی مؤرخ نے ذکر نہیں کیا۔ شیعی مؤرخین میں سے خود مرزا موصوف نے ذکر کیا۔ اور اتفاق سے موصوف کٹر شیعی بھی ہے۔ آخر مرزا

موصوف نے بھی کسی تاریخ سے یہ واقعہ لیا ہے۔ لہذا اہل تشیع کی تاریخ میں صرف روضۃ الاحباب میں ہی یہ واقعہ مذکور نہیں۔ بلکہ اس کے اور بھی مورخ ہمنوا ہیں۔ رہا یہ ثبوت کہ اہل سنت کی کتب تاریخ میں اس کا کوئی تذکرہ ہے۔ تو اس سلسلہ میں ثبوت ملاحظہ ہوں۔

البدایۃ والنہایۃ

فَذَكَرَ الْمَدَائِنِيُّ اَنَّ سَعِيْدَ بْنَ الْعَاصِ رَكِبَ فِيْ جَيْشٍ فِيْهِ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ وَالْعِبَادِلَةُ الْاَرْبَعَةُ وَحُذَيْفَةُ بْنُ الْيَمَانِ فِيْ خَلْقٍ مِّنَ الصَّحَابَةِ فَسَارَ بِهِمْ۔

(البدایۃ والنہایۃ جلد نمبر ۷ صفحہ نمبر ۱۵۴، سنۃ ثلاثین من الھجرۃ.... مطبوعہ بیروت)

ترجمہ:۔
مدائنی نے ذکر کیا۔ کہ سعید بن العاص رضی اللہ عنہ جس لشکر کے ساتھ سوار ہو کر چلے۔ اس لشکر میں امام حسن و حسین اور چاروں عبادلہ کے علاوہ حذیفہ بن الیمان اور بہت سے دیگر صحابہ کرام بھی تھے۔ سعید بن العاص ان سب کی معیت میں چل پڑے۔

٭

کامل ابن اثیر:

إِنَّ سَعِيدًا غَزَاهَا مِنَ الْكُوفَةِ سَنَةَ ثَلَاثِيْنَ وَ مَعَهُ الْحَسَنُ وَ الْحُسَيْنُ وَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَ ابْنُ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَ عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ وَحُذَيْفَةُ بْنُ الْيَمَانِ وَ ابْنُ الزُّبَيْرِ وَ نَاسٌ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(الکامل ابن اثیر جلد ۳ صفحہ نمبر ۱۰۹
ذکر غزوہ سعید بن العاص مطبوعہ بیروت
طبع جدید)

ترجمہ:

حضرت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ نے تیس ہجری میں کوفہ سے طبرستان کی طرف بغرض جنگ کوچ کیا۔ ان کے ساتھ امام حسن و حسین، ابن عباس، ابن عمر بن الخطاب، ابن عمرو بن العاص حذیفہ بن الیمان، ابن الزبیر اور بہت سے دیگر صحابہ کرام بھی تھے۔

تاریخ طبری:

حَدَّثَنِيْ عُمَرُ بْنُ شَبَّةَ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ مُجَاهِدٍ عَنْ

حَبِيْشِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ غَزَا سَعِيْدُ بْنُ الْعَاصِ مِنَ الْكُوْفَةِ سَنَةَ ۳۰ھ يُرِيْدُ خُرَاسَانَ وَمَعَهُ حُذَيْفَةُ الْيَمَانِ وَنَاسٌ مِّنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهُ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبَّاسٍ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الزُّبَيْرِ۔

(تاریخ طبری جلد ۵ / صفحہ نمبر ۵۷/
ثم دخلت سنة ثلاثين۔
مطبوعہ بیروت جدید)

ترجمہ:-

بحذف اسناد حبیش بن مالک سے روایت ہے کہ حضرت سعید بن العاص نے تیس ہجری میں کوفہ سے خراسان کی طرف بغرض جنگ روانگی فرمائی۔ ان کے ساتھ حذیفہ بن الیمان اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت سے دیگر صحابہ کرام بھی تھے۔ ان میں حسن، حسین، عبداللہ بن عباس عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن عمرو بن العاص اور عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی تھے۔

ان حوالہ جات سے یہ بات بالکل واضح ہو گئی۔ کہ مرزا تقی کا یہ کہنا کہ واقعہ مذکورہ کا کسی شیعی سنی معتبر کتب تاریخ میں کوئی تذکرہ نہیں۔ بالکل ڈھونگ ہے۔ یہ یا تو اس کی کم علمی اور کتب بینی کی دولت سے محرومی کا نتیجہ ہے۔ یا پھر حضرات صحابہ کرام کے ساتھ شیعی فطرت کے مطابق بغض و عناد کی جیتی جاگتی تصویر ہے۔

کیا اموی عامل حضرت سعید فاسق اور کافر تھے۔؟

امر دوم کا بطلان:۔

امر دوم یہ تھا۔ کہ مرزا کی عقل اس امر کو نہیں قبول کرتی۔ کہ حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کا ایک فاسق و فاجر بلکہ کافر کی ماتحتی قبول کرنا درست ہے۔ ہم اس سلسلہ میں اولاً تو یہ کہیں گے۔ کہ اگر مرزا صاحب کی عقل نہیں مانتی۔ تو اس کا علاج کریں۔ اور حق قبول کرنے کی اس میں صلاحیت پیدا کریں۔

دیکھئے صاحب اہل تشیع کی متعدد کتب تاریخ میں اور اہل سنت کی معتبر کتب میں اس واقعہ کا صاف صاف اندراج ہے۔ تو پھر عقل میں نہ آنا اور عقل کا نہ ماننا صرف ہٹ دھرمی ہے۔ ایک واقعہ کا متعدد کتب تاریخ میں مذکور ہونا عقل کی قبولیت کے لیے کافی ہوتا ہے۔ لیکن اس کے لیے عقل کا سلیم ہونا ضروری ہے۔ جو مرزا صاحب کو حاصل نہیں ہے۔

امام حسن رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ انہی سعید بن العاص نے پڑھائی

حضرت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کے بارے میں مرزا تقی نے جو ہرزہ سرائی کی۔ اور معاذ اللہ انہیں فاسق و کافر تک کہنے سے دریغ نہ کیا۔ بفرض محال اگر وہ واقعۃً ایسے ہی تھے۔ تو ہم یہ بات پوچھنے میں حق بجانب ہیں۔ کہ کیا کافر کسی مسلمان کی نماز جنازہ پڑھانے کا حق رکھتا ہے۔ اور اگر وہ نماز پڑھا دے۔ تو کیا وہ نماز ہو گئی؟ اس کے ثبوت کے لیے اہل تشیع کوئی ایک روایت سند صحیح کے ساتھ پیش کر دیں۔ تو منہ مانگا انعام پائیں۔

ہم اس بات کو خود ان کی کتب سے ثابت کرتے ہیں۔ کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ انہی سعید بن العاص رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔ اگر نماز درست تھی۔ تو مرزا تقی کی بدبختی اور خباثت ظاہر ہو گئی۔ اور اگر نماز درست نہ تھی۔ تو امام موصوف کی چونکہ کسی اور نے دوبارہ نماز جنازہ نہیں پڑھائی۔ لہٰذا ثابت ہو گا۔ کہ امام موصوف کو بغیر نماز پڑھائے دفنایا گیا۔ یہ بیچے دونوں اطراف کی کتب سے اس کا ثبوت ملاحظہ فرمائیں۔

مقاتل الطالبین:۔

حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ الْحُسَیْنِ الْاَشْنَانِیْ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْوَضَّاحِ قَالَ حَدَّثَنِیْ ابْنُ یَمَانَ عَنِ الثَّوْرِیِّ عَنْ سَالِمِ بْنِ اَبِیْ حَفْصَةَ عَنْ اَبِیْ حَازِمٍ اَنَّ الْحُسَیْنَ بْنَ عَلِیٍّ قَدَّمَ سَعِیْدَ الْعَاصِ لِلصَّلٰوةِ عَلَی الْحَسَنِ وَقَالَ تَقَدَّمْ فَلَوْلَا اَنَّهَا سُنَّةٌ مَا قَدَّمْتُكَ۔

(مقاتل الطالبین لابی الفرج اصفہانی
ص ۷۶/ ذکر الحسن بن علی
مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:۔

(بحذف اسناد) ابو حازم سے روایت ہے۔ کہ امام حسین رضی اللہ عنہ نے حضرت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کو امام حسن رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھانے کے لیے آگے کیا۔ اور کہا۔ چلو۔ آگے ہو کر نماز پڑھاؤ۔ اگر ایسا

کرنا سنت نہ ہوتا۔ تو میں تمہیں نماز پڑھانے کے لیے آگے نہ کرتا۔

کشف الغمہ:۔

وَصَلّٰی عَلَيْهِ سَعِيْدُ بْنُ الْعَاصِ فَاِنَّهٗ كَانَ يَوْمَئِذٍ وَالِيًا عَلَى الْمَدِيْنَةِ۔

(کشف الغمہ فی معرفۃ الائمۃ جلد اول ص ۵۸۴ الثانی عشر فی وفاتہ علیہ السلام مطبوعہ تبریز جدید)

ترجمہ:۔

امام حسن رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ حضرت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔ کیونکہ جناب سعید ان دنوں مدینہ منورہ کے گورنر تھے (اور حاکم وقت کا نماز جنازہ پڑھانا سنت ہے۔

طبقات ابن سعد:۔

وَوَلَّاهَا سَعِيْدُ بْنُ الْعَاصِ فَمَاتَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ فِيْ وِلَايَتِهٖ تِلْكَ سَنَةَ خَمْسِيْنَ بِالْمَدِيْنَةِ فَصَلّٰی عَلَيْهِ سَعِيْدُ بْنُ الْعَاصِ۔

(طبقات ابن سعد جلد نمبر ۵ صفحہ نمبر ۳۵ ذکر سعید بن العاص۔ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:۔

سعید بن العاص رضی اللہ عنہ (سن پچاس ہجری میں) مدینہ کے گورنر مقرر ہوئے اسی سال مدینہ میں حضرت امام حسن بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا۔ ان کی نماز جنازہ سعید بن العاص نے پڑھائی۔

کامل ابن اثیر:۔

وَصَلّٰی عَلَیْہِ سَعِیْدُ بْنُ الْعَاصِ فَقَالَ لَہُ الْحُسَیْنُ لَوْ لَا اَنَّہٗ سُنَّۃٌ لَمَا تَرَکْتُکَ تُصَلِّیْ عَلَیْہِ۔

(کامل ابن اثیر جلد ۳ ص۔۴۶۰/ ذکر وفاۃ الحسن بن علی۔ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ سعید بن العاص نے پڑھائی۔ امام حسین رضی اللہ عنہ نے اس وقت کہا۔ کہ اگر (حاکم وقت کا نماز جنازہ پڑھانا) سنت نہ ہوتا۔ تو میں تجھے نماز نہ پڑھانے دیتا۔

ان حوالہ جات سے ثابت ہوا۔ کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ جناب سعید بن العاص رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔ اور ان کی اقتداء میں امام حسین رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھی۔ جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ امام حسین رضی اللہ عنہ ان کو کامل الایمان سمجھتے تھے ورنہ انہیں مصلائے امامت پر کھڑے نہ ہونے دیتے۔ اسی کامل الایمان ہونے اور سمجھنے کی بنا پر امام موصوف اور ان کے بھائی وغیرہ صحابہ کرام نے ان کی سرکردگی میں جنگ میں شرکت کی۔ یہ تمام حضرات اس امر سے بخوبی واقف تھے۔ کہ جناب سعید بن العاص نے اسلامی مملکت کو لاکھوں کروڑوں دراہم کا مالی فائدہ پہنچایا۔ جس سے فقیر و مسکین،

مسلمانوں کی معاشی حالت بہتر ہوئی۔

ہماری ان گزارشات سے ہر ذی شعور یہ سمجھ جائے گا۔ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جناب سعید بن العاص کو ان کی ذاتی قابلیت اور اہلیت کی بنیاد پر عامل مقرر کیا تھا۔ جس کو انہوں نے عملی طور پر ثابت کر دکھایا۔ اقرباء پروری کا اس میں شائبہ تک نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کو بہت سی صلاحیتوں سے نوازا تھا۔ باری تعالیٰ ان کی قبر میں رحمت کی بارش نازل فرمائے۔ اور ہمیں ان کی سی سیرت و کردار اپنانے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین۔

دور عثمانی کے اموی عامل پنجم حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی سیرت و کردار۔

امیر معاویہ کی اہلیت حکومت کی دلیل انداز جہانبانی

تیسری پشت میں ان کا نسب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملتا ہے۔ اس اعتبار سے یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے خلفائے ثلاثہ کی نسبت زیادہ قریب تھے۔ ان کی حقیقی بہن سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت کا شرف حاصل تھا۔ اس رشتہ کے اعتبار سے امیر معاویہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سالے بھی تھے۔ ایک اور رشتہ کے اعتبار سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم زلف بھی تھے۔ کیونکہ ام المومنین حضرت سلمہ رضی اللہ عنہا کی ہمشیرہ "قریبۃ الصغریٰ" ان کے عقد میں تھی۔ وحی کے کاتبین میں سے ایک یہ بھی تھے۔ کتب اہل تشیع اور اہل سنت سے ان کی سیرت اور حالات حکومت ملاحظہ ہوں۔

ناسخ التواریخ:

نخستین بامداداں کہ نماز صبح میگذاشت گوش فرا میداشت تا اخبار و احادیث ممالک را استماع می نمود آں گاہ لختی از کتاب خدا ے قرأت میکرد و زمانے

بامر دنی مملکت می پرداخت پس چہار رکعت نماز مستحب میگذاشت وبر مجلس خاص می نشست وخاصاں حضرت را حاضر می ساخت وبا ایشاں گوناگوں سخن می کرد وہم دریں وقت پیش کاران درگاہ ووزرائے کار آگاہ حاضر می شدند واز حل وعقد مملکت آنچہ دراں روز باید فیصل داد بعرض می رسانیدند وخط جواز گرفتہ مراجعت می کردند آں ہنگام بجائے لقمۃ الصباح از فضول اغذ شبانہ طبیخ بزغالہ ومرغ کباب کردہ وامثال آں حاضر می ساختند وبر اکل آں اشیاء می پرداخت وفراواں از ثغور ممالک واحادیث بلاد قصہ می کرد۔

واز پس آں بسرائے خویش درمی رخت ولکارہائے درونی می پرداخت آں گاہ غلام خویش را بانگ می زد وفرمان میداد کرسی مرا بجانب مسجد حمل بدہ پس کرسی می نشست۔ وحارساں وعواناں در برابر او صف زدہ برپائے ایستادہ می شدند واورا دریں مجلس حاجبی ودربانے نبود۔ مردم مسکین وضعیف واعرابی وزناں وطفلاں وغریباں وبیکساں حاضر می شدند ہر کرا حاجتی بودے بے حاجزی بعرض می رسانید آں کس کہ می گفت مظلوم فرمان می کرد کہ محض کنید وکس باتفاق او رواں کنید تا ظالم را حاضر کنند بدیں گونہ یک یک را پرسش میکرد وحاجت او را روا می ساخت۔

آں گاہ داخل می شد بدار الامارۃ وبر سریر خویش می نشست ومردم را می گفت یک یک مرا سلام می دہید وبجواب سلام مہمل ومشغول مگذارید پس آں گاہ کرہمگاں حاضر می شدند یک تن سخن میکرد ومی گفت کیف اصبح امیر المومنین ومعاویہ در پاسخ می گفت بنعمۃ من اللہ آں گاہ ہر کس باندازۂ منزلت ومکانت بجائے خویش می نشست پس معاویہ روئے بایشاں می آورد ومیگفت شما در شما اشرافید زیرا کہ شما را بدخول ایں مجلس تشریف کردہ

انداز بہر آنکہ حاجت آناں را کہ بدیں مجلس راہ ندارند بعرض رسانید پس مردی بر می خاست و در اسعاف امر حاجت مندی سخن میکرد و از معاویہ پاسخ می گرفت بدیں گونہ مطالب و مآرب مردم را اصغاء می نمود تا سخن بپایہ می رفت۔

آنگاہ فرمان می کرد تا خورش و خوردنی حاضر می ساختند و مائدہ می نہادند و کتاب را میفرمود تا بر سر او ایستادہ می شدند و جماعتی را کہ اسعاف حاجت بصدور مناشیر مربوط بود در می آوردند مردے را فرمان می کرد کہ بر سر مائدہ بنشیند و باکل طعام مشغول باش آں مرد می نشست و باکل طعام می پرداخت و کاتب منشور او را قرائت می کردند مطالب او را معروض میداشت و پاسخ می گرفت چوں امر او بانجام می رسید او را خطاب می کردند کہ و اپس نشیں و دیگر بجائے او می نشست و کاتب بکار او می پرداخت بدیں گونہ چندانکہ مائدہ در مجلس بود و معاویہ کار اکل و شرب می کرد چہل کس را بیش و کم حاجت روا می ساخت۔

آں گاہ مردم را رخصت انصراف می داد و خود بسرائے خویش در می رفت و ہیچ کس را قدرت اظہار حاجت نہ بود چوں بانگ ظہر بر می ساخت حاضر مسجد می شد و نماز می گذاشت و بی نشست و خاصان خویش را طلب می کرد اگر زمستان بود باشیاء گرم و خشک مانند یا بونج و فواکہ خشک و نان شیر و شکر و اخبصہ یابسہ و امثال آں ایشاں را دعوت می کرد و اگر تابستان بود فواکہ رطبہ و میوہ ہائے باردہ حاضر می ساخت و دیگر بارہ وزراء حاضر می ساخت و دیگر بارہ وزراء حاضر می شدند و اموری کہ در آں واجب بود بعرض می رسانیدند و فیصل میدادند۔

ایں وقت ہنگام نماز عصر فرامی رسید پس بر می خاست و نماز عصر

می گذاشت و بسرائے خویش در می رفت و ہیچ کس را قدرت سخن نبود۔ تا نزدیک بنماز مغرب پس بیروں می شد و بر سریر خویش می نشست و ہر کس را باندازۂ مقدار او اذن جلوس میداد و غذائے عشا طلب می کرد و مشغول باکل و شرب می بود۔ ناگاہ نماز مغرب می گذاشت و از پس حاضر بودند و ہیچ کس را نیروئے اظہارِ حاجت و مطلبی نبود پس نمازِ مغرب می گذاشت و از پس ادائے چہار رکعت نماز مستحب می نمود و در ہر رکعتی پنجاہ آیت بجہر یا باخفات قرأت می کرد و دیگر بارہ بسرائے در می رفت و ہنگام نماز عشاء بیروں می شد و نماز می گذاشت۔

و ایں وقت ویژہ گان درگاہ و نزدیکانِ حضرت و وزرائے بزرگ را طلب میفرمود و احکام آں شب را تا بروز ابلاغ می داد۔ آں گاہ بتذکرہ تواریخ می پرداخت و یک ثلث شب را اصغائے اخبار عرب و ایام ایشاں و قصہہائے عجم و ملوک ایشاں و مکائد ایشاں را در جنگہا و سیاساتِ ایشاں در نظم رعایا می نمود پس از سرائے درونی نسواں او طبقہائے حلوہ و خوردنیہائے لطیف بیروں می فرستادند تا خود می خورد و با اہل مجلس میخورانید آں گاہ بعزاق خواب در می رفت و یک ثلث شب می خفت پس بر میخاست و چند تن از غلامانِ خود را فرمان کردہ بود کہ از اخبار پیشینیاں و ملوکِ پیشین زمان و تدبیر ایشاں در کار ملک و مملکت از بر کردہ بودند پس ایشاں را طلب می کرد تا آں حکایت را از بر قرأت می کردند تا گاہی کہ سفیدۂ صبح بر میدمید پس بر میخاست و نماز بامداداں میگذاشت و عادات روز گذشتہ را اعادت می کرد۔

(۱۔ ناسخ التواریخ حالات امام حسن

(۱۔ ناسخ التواریخ حالات امام حسن جزو
اول جلد ۵ ص ۱۰۳ تا ۴۰۳ شرح زندگانی
معاویۃ الخ مطبوعہ تہران طبع جدید)
(۲۔ مروج الذہب جلد نمبر ۳ ص ۲۹
فی اخلاق معاویۃ مطبوعہ بیروت
طبع جدید)

ترجمہ:۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ صبح کی نماز ادا فرمانے کے بعد مختلف ممالک کی خبریں اور واقعات سنتے۔ پھر اس کے بعد قرآن پاک سے کچھ تلاوت کرتے۔ پھر کچھ وقت تک مملکت کے احکام میں مشغول رہنے کے بعد چار رکعت نفل نماز چاشت ادا فرماتے۔ اس کے بعد خاص مجلس میں رونق افروز ہوتے۔ اور اپنے مخصوص افراد کو بلاتے۔ ان کے ساتھ مختلف موضوعات پر گفتگو فرماتے۔ اسی وقت مملکت کے اہل کار اور وزراء حاضر ہوتے۔ اور اس دن کے فیصلہ جات کے متعلق گفتگو ہوتی۔ جو جو حکم ملتا۔ تحریری طور پر وہ ساتھ لے کر اپنی اپنی ذمہ داری کی طرف لوٹ جاتے۔ اس وقت صبح کے ناشتہ کے لیے رات کی بچی کچی اشیاء اور ہلکی پھلکی چیزیں لائی جاتیں۔ جن میں بکری کے بچہ کا پکا ہوا گوشت اور مرغ کے کباب وغیرہ بھی ہوتے۔ ناشتہ کرتے وقت مختلف ممالک کے قلعہ جات اور ان شہروں کے واقعات پر گفتگو ہوتی۔

ناشتہ سے فارغ ہو کر امیر معاویہ اپنے گھر تشریف لے جاتے اور گھریلو کام سرانجام دیتے۔ پھر اپنے غلام کو آواز دے کر حکم دیتے کہ

میری کرسی مسجد میں پہنچا دی جائے۔ غلام آپ کی کرسی مسجد میں ایک مقرر جگہ پر رکھ دیتے۔ حضرت معاویہ مسجد میں اس کرسی پر بیٹھ جاتے۔ اور چوکیدار و معاونین مملکت آپ کے سامنے کھڑے ہوتے۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا اس مجلس میں نہ کوئی پہرہ دار ہوتا اور نہ کوئی دربان مقرر کیا جاتا۔ مسکین و غریب، دیہاتی، بچے اور عورتیں ہر ایک کو آنے کی اجازت ہوتی۔ جس کسی کو کوئی ضرورت ہوتی۔ بغیر کسی وسیلہ کے وہ پیش کر دیتا۔ جو اپنے آپ کو مظلوم کہتا۔ اس کی تحقیق کی جاتی۔ اور کسی کو بھیج کر اس پر ظلم کرنے والے کو حاضر کیا جاتا۔ اس طرح ہر ایک ایک کر کے سبھی اپنی ضرورت پیش کرتے اور ان کی حاجت روائی کی جاتی۔

اس سے فارغ ہو کر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ "دار الامارت" تشریف لے جاتے۔ مسندِ خلافت پر بیٹھتے۔ لوگوں کو حکم دیتے۔ کہ ایک ایک کر کے السلام علیکم کہیں۔ سلام کے جواب میں رکاوٹ نہ بنیں۔ پھر جب سبھی حاضر ہو جاتے۔ تو ان میں سے ایک دریافت کرتا۔ امیر المومنین نے رات بسر کرنے کے بعد صبح کیسی کی؟ حضرت معاویہ جواب میں کہتے۔ اللہ کی نعمت کے ساتھ۔ پھر ہر شخص اپنے مرتبہ اور مقام کے مطابق اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ جاتا۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ان کی طرف منہ کر کے فرماتے۔ تم اس لیے قابل شرف و احترام ہو۔ کہ تمہیں اس مجلس میں آنا نصیب ہوا لیکن تمہارا آنا یہاں اس لیے ہے۔ کہ تم ان لوگوں کی بات یہاں پہنچاؤ۔ جو اس مجلس میں آنے سے قاصر ہیں۔ یہ سن کر کوئی ایک کھڑا ہوتا۔ اور اس کی حاجت مند کی ضرورت پورا کرنے کی گفتگو کرتا۔ اس کا امیر معاویہ جواب دیتے۔ اس طرح لوگوں کی تکالیف

اور ضروریات کو آپ سنتے۔ اور اُن کی دادرسی فرماتے۔ یہ مجلس اس طرح ختم ہو جاتی۔ اس مجلس کے بعد حکم ہوتا۔ کہ کھانے پینے کی اشیاء حاضر کی جائیں۔ دستر خوان چنا جاتا۔ آپ منشی حضرات کو حکم دیتے۔ کہ ان کے پاس کھڑے ہو جائیں۔ اور اس جماعت کو حاضر کرنے کو کہا جاتا جن کی حاجت روائی کی درخواستیں موصول ہو چکی ہوتیں۔ ایک آدمی کو حکم دیتے۔ کہ بیٹھو۔ اور ماحضر تناول کرو۔ وہ بیٹھ جاتا اور کھانے میں مشغول ہو جاتا۔ کاتب اُس کے نام لکھا منشور پڑھ کر سناتا۔ اس کے مطالب عرض کرتا۔ اپنا جواب پاتا۔ جب اس کا معاملہ مکمل ہو جاتا۔ تو اس کو واپس بیٹھ جانے کو کہا جاتا۔ پھر دوسرا اس کی جگہ کھڑے ہو کر اپنی معروضات پیش کرتا۔ منشی اس کی شکایات تحریر کرتا۔ اور اسی طرح یکے بعد دیگرے ہر ایک حاضر شخص کی دادرسی ہوتی۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے کھانے پینے سے فارغ ہونے تک کم و بیش چالیس آدمیوں کی حاجت روائی ہو جاتی۔

اس کے بعد لوگوں کو واپس لوٹ جانے کی اجازت دی جاتی۔ اور خود امیر معاویہ اپنے گھر تشریف لے آتے۔ اس دوران کسی کو بھی حاجت بیان کرنے کی جسارت نہ ہوتی۔ جب ظہر کی اذان ہوتی۔ تو آپ اٹھتے مسجد میں حاضر ہوتے۔ نماز ادا کرتے۔ پھر واپس سرائے خانہ میں جا کر چار نفل پڑھتے۔ فراغت کے بعد بیٹھ جاتے۔ اور اپنے مخصوص آدمیوں کو طلب کرتے۔ اگر سردی کا موسم ہوتا۔ تو گرم اشیاء مثلاً بابونج اور خشک پھل، روغنی نان اور خشک مٹھائی وغیرہ سے ان کی خاطر تواضع کی جاتی۔ اور اگر گرمی کا موسم ہوتا۔ تو ٹھنڈے پھل اور میوہ جات حاضر کیے جاتے

پھر وزراء بھی حاضر ہوتے۔ اور جو کام ضروری ہوتے۔ ان کو پیش کرنے کے بعد ان کے بارے میں فیصلا کرواتے۔

اسی دوران نماز عصر کا وقت ہو جاتا۔ امیر معاویہ اٹھتے۔ نماز عصر ادا کر کے اپنی سرائے میں چلے جاتے۔ اس دوران کسی گفتگو کرنے کی ہمت نہ ہوتی تھی کہ مغرب کے قریب باہر تشریف لاتے۔ مسند خلافت پر جلوہ افروز ہوتے۔ اور ہر شخص کو اس کے منصب اور مقام کے مطابق۔ بیٹھنے کی اجازت عطا فرماتے رات کا کھانا طلب کیا جاتا۔ کھانے پینے سے فراغت کے فوراً بعد نماز مغرب کا وقت ہو جاتا۔ اس دوران بھی کسی فرد کو یہ طاقت نہ پڑتی۔ کہ وہ کوئی حاجت یا مطلب عرض کر سکے۔ نماز مغرب ادا کرنے کے بعد اوابین کے چار نفل ادا کرتے۔ اوابین کی ہر رکعت میں تقریباً پچاس آیات کی جہری یا سری تلاوت کرتے۔ اس سے فراغت پر پھر سرائے میں واپس چلے جاتے۔ پھر عشاء کے وقت باہر نکلتے اور نماز ادا فرماتے۔

اس مجلس میں بارگاہ کے مخصوص اور اپنے مقربین اور وزراء کو طلب کیا جاتا اس رات سے صبح تک کے احکام ان کے سپرد کیے جاتے۔ پھر کچھ تاریخی واقعات پر گفت گو ہوتی۔ رات کا ایک تہائی حصہ عرب بادشاہوں کے حالات اور عجمی بادشاہوں کے واقعات اور جنگوں میں ان کے داؤ اور ان کی سیاست پہ بحث ہوتی۔ اس دوران سرائے میں مقیم مستورات حلوہ کے تھال اور دوسری لطیف خوردنی اشیاء باہر بھیجیں۔ آپ خود بھی کھاتے اور ہم مجلس لوگوں کو بھی کھلاتے۔ پھر سونے کے لیے تیار ہوتی۔ ایک تہائی حضرات نیند کرتے۔ پھر بیدار ہونے پر ان غلاموں کو بلایا جاتا۔ جنہیں گورے ہوئے بادشاہوں کے حالات و واقعات یاد کرنے کو کہا جاتا۔

یہ غلام حاضر ہوکر اپنے اپنے ذمہ لگے واقعات وغیرہ زبانی سناتے ۔ یہ معاملہ صبح نمودار ہونے تک جاری رہتا ۔ پھر اٹھتے اور نماز صبح ادا کرتے ۔ اور پھر گزرے دن کی طرح اپنے معمولات دوبارہ شروع کردیتے ۔

امیر معاویہ رضی کی اہلیت حکومت کی دلیل ۲

شان امیر معاویہ میں احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم

تاریخ بغداد :۔

قَالَ سَعِيْدٌ وَكَانَ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ فِيْ مُعَاوِيَةَ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا وَاهْدِهٖ وَاهْدِ بِهٖ ۔

(تاریخ بغداد جلد اول ص ۲۰۸ ۔ مطبوعہ مدینہ منورہ)

ترجمہ :۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی حضرت سعید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ۔ کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر معاویہ کے بارے میں دعا فرمائی ۔ اے اللہ ! اس کو ھادی بنا ۔ اور اس کے ذریعہ لوگوں کو ہدایت عطا فرما ۔

تاریخ بغداد:

اَخْبَرَنَا ابْنُ رَزْقٍ قَالَ نَا اَبُوالْحُسَيْنِ اَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ ابْنِ يَحْيٰى الْاٰدَمِى الْبَزَّار قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ اَحْمَدَ بْنِ النَّعْوَامِ قَالَ نَا رِبَاحُ بْنُ الْجَرَّاحِ الْمُوْصَلِى فَقَالَ سَمِعْتُ رَجُلًا يَسْئَلُ الْمَعَانِى بْنَ عِمْرَانَ فَقَالَ يَا اَبَا مَسْعُوْدٍ اَيْنَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ مِنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ اَبِىْ سُفْيَانَ فَغَضِبَ مِنْ ذٰلِكَ غَضَبًا شَدِيْدًا وَقَالَ لَا يُقَاسُ بِاَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحَدٌ مُعَاوِيَهُ صَاحِبُهٗ وَصِهْرُهٗ وَكَاتِبُهٗ وَ اَمِيْنُهٗ عَلٰى وَحْيِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعُوْا لِىْ اَصْحَابِىْ وَاَصْهَارِىْ فَمَنْ سَبَّهُمْ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ۔

(تاریخ بغداد جلد اول ص ۲۰۹/ مطبوعہ مدینہ منورہ)

ترجمہ:۔

(بحذف اسناد) رباح بن جراح موصلی کہتے ہیں۔ میں نے ایک شخص کو معافی بن عمران سے یہ پوچھتے سنا۔ اے ابومسعود! عمر بن عبدالعزیز حضرت

امیر معاویہ کے مقابلہ میں کیسے ہیں؟ یہ سن کر ابو مسعود سخت غصہ میں آگئے اور فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے ساتھ کسی کا مقابلہ کرنے کی کوشش نہ کرو۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی، سالے کاتب اور اللہ کے وحی کے امین تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے میرے اصحاب اور میرے سسرال کو مجھ پر چھوڑ دو۔ (یعنی ان کی بابت میں تم سے کہیں بہتر جانتا ہوں) جس نے ان میں سے کسی کو برا بھلا کہا اس پر اللہ اس کے فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہو۔

البدایہ والنہایہ:-

وَقَالَ اَبُو الْقَاسِمِ الطَّبْرَانِیُّ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الصَّیْدَلَانِیُّ ثَنَا السَّرِیُّ عَنْ یَحْیٰی نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ یَحْیٰی بْنِ کَثِیْرٍ عَنْ اَبِیْهِ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا کَانَ یَوْمُ اُمِّ حَبِیْبَةَ مِنَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ دَقَّ الْبَابَ دَاقٌّ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اُنْظُرُوْا مَنْ هٰذَا؟ قَالَ مُعَاوِیَةُ قَالَ ائْذَنُوْا لَهٗ فَدَخَلَ وَعَلٰی اُذُنِهٖ قَلَمٌ یَخُطُّ بِهٖ فَقَالَ مَا هٰذَا الْقَلَمُ عَلٰی اُذُنِكَ یَا مُعَاوِیَةُ؟ قَالَ قَلَمٌ اَعْدَدْتُهٗ لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهٖ فَقَالَ لَهٗ جَزَاكَ اللّٰهُ عَنْ نَبِیِّكَ خَیْرًا وَاللّٰهِ مَا اسْتَکْتَبْتُكَ اِلَّا بِوَحْیٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَا اَفْعَلُ مِنْ صَغِیْرَةٍ وَلَا

كَثِيْرَةٍ اِلَّا بِرَحْيٍ مِّنَ اللّٰهِ كَيْفَ بِكَ لَوْ قَمَّصَكَ اللّٰهُ قَمِيْصًا يَعْنِي الْخِلَافَةَ فَقَامَتْ اُمُّ حَبِيْبَةَ فَجَلَسَتْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَ قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَ اِنَّ اللّٰهَ مُقَمِّصُهٗ قَمِيْصًا قَالَ نَعَمْ وَ لٰكِنْ فِيْهِ هَنَاتٌ وَ هَنَاتٌ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَادْعُ اللّٰهَ لَهٗ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اهْدِهٖ بِالْهُدٰى وَجَنِّبْهُ الرَّدٰى وَاغْفِرْ لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ وَ الْاُوْلٰى۔

(البدایہ والنہایہ / جلد نمبر ۸ ص ۱۲۰
مطبوعہ بیروت و ریاض)

ترجمہ:۔

(بحذف اسناد) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ جب ہم میں سے ام حبیبہ کے پاس جانے کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی باری تھی۔ تو کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ آپ نے فرمایا دیکھو کون ہے؟ عرض کیا گیا معاویہ آئے فرمایا۔ اسے اندر آنے دو۔ جب یہ اندر آئے تو ان کے کانوں میں قلم لگا ہوا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا۔ یہ کیسا قلم ہے۔ عرض کیا۔ یہ قلم میں نے اللہ اور اس کے رسول کے لیے تیار کر رکھا ہے۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا۔ اللہ تجھے بہترین جزا عطا فرمائے۔ خدا کی قسم! میں نے تجھے لکھنا صرف اس لیے سکھایا تھا کہ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والی وحی قلم بند کرے۔ میں کوئی بھی چھوٹا موٹا کام اللہ کی وحی کے بغیر نہیں کرتا۔ کیا خیال ہے۔ اگر تجھے اے معاویہ اللہ تعالیٰ خلافت کی قمیص پہنا دے گا۔ یہ سن کر ام حبیبہ رضی اللہ عنہا

اٹھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جا بیٹھیں۔ اور کہنے لگیں۔ یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ ان کو یہ قمیض پہنائے گا؟ فرمایا۔ ضرور۔ لیکن اس میں کچھ دشواریاں اور پریشانیاں بھی ہیں۔ ام المومنین رضی اللہ عنہا نے عرض کی۔ یا رسول اللہ! ان کے لیے پھر دعاء فرمائیے۔ آپ نے فرمایا۔ اے اللہ! اسے معاویہ کو ہدایت عطاء فرما۔ اور پریشانیوں سے دور رکھ۔ دنیا اور آخرت میں اس کی مغفرت فرما۔

البدایۃ والنہایہ:

وقد سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول اللهم علمه الکتاب ومکن له فی البلاد وقه العذاب۔

(البدایۃ والنہایہ جلد ۸ ص ۱۲۱ مطبوعہ بیروت وریاض)

ترجمہ:

عمرو بن العاص فرماتے ہیں۔ کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اقدس سے سنا۔ آپ نے حضرت امیر معاویہ کے لیے دعا مانگی۔ اے اللہ! اسے کتاب (قرآن) کا علم عطا فرمایا۔ شہروں میں حکومت کی قدرت عطاء فرما۔ اور عذاب سے اس کو بچا۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تبرکات قبر میں ساتھ لے گئے۔

ناسخ التواریخ:۔

ہمانا قمیصی و ازاری و ردائے از رسولِ خدائے در نزد معاویہ بود و از موئے سر آں حضرت مبلغی داشت و مقدارے از ناخن پیغمبر ہنگام چیدن اندوختہ بود وصیت کردہ بود کہ چوں من بمیرم مرا دراین جامہ ہائے مبارک در پیچید و بینی و دہان مرا از موئے آنحضرت و پارہائے ناخن او انباشتہ سازید۔

(ناسخ التواریخ۔ جلد اول حالات امام حسین
ص ۳۲۹ / آمدن یزید بر سر قبر پدر مطبوعہ
تہران جدید)

ترجمہ:۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قمیص، چادر اور تہبند مبارک تھے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک بھی ان کے پاس تھے۔ ان کے علاوہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ ناخن بھی تھے کہ انہوں نے اپنے پاس رکھے ہوئے تھے۔ وصیت کی۔ کہ جب میں مر جاؤں۔ تو مجھے ان کپڑوں میں لپیٹ دیا جائے۔ اور میرے منہ اور ناک میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بال اور ناخن مبارک رکھے جائیں۔

☆

نگاہِ رسول میں علیؓ و معاویہؓ

در منثور:۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدَهُ أَبُوْبَكْرٍ وَّعُمَرُ وَعُثْمَانُ وَمُعَاوِيَةُ إِذَا أَقْبَلَ عَلِيٌّ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمُعَاوِيَةَ أَتُحِبُّ عَلِيًّا قَالَ نَعَمْ قَالَ إِنَّهَا سَتَكُوْنُ بَيْنَكُمْ هُنَيْئَةٌ قَالَ فَمَا بَعْدَ ذٰلِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ عَفْوُ اللّٰهِ وَرِضْوَانُهُ قَالَ رَضِيْنَا بِقَضَاءِ اللّٰهِ وَرِضْوَانِهِ فَعِنْدَ ذٰلِكَ نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلُوْا وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ۔

(تفسیر در منثور۔ جلد اول ص ۳۲۲۔
مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ میں ابوبکر صدیق، عمر، عثمان اور معاویہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تشریف لائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر معاویہ سے پوچھا۔ کیا تم علی سے محبت کرتے ہو؟ عرض کیا

ہاں۔ فرمایا۔ تمہارے دونوں کے درمیان چپقلش ہو گی۔ پوچھا۔ پھر اس کے بعد کیا ہو گا۔ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کی معافی اور خوشنودی۔ عرض کیا ہم اللہ تعالیٰ کی قضاء اور خوشنودی سے راضی ہوئے۔ تو اس وقت یہ آیت کریمہ نازل ہوئی "اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا۔ تو وہ باہم نہ لڑتے۔ لیکن اللہ جو ارادہ کرتا ہے۔ وہ کرتا ہے۔

حضرت امیر معاویہؓ کے جنتی ہونے کی سند

مروج الذہب:۔

وَذَكَرَ لُوْطُ بْنُ يَحْيٰى وَ ابْنُ دَابٍ وَالْهَيْثَمُ بْنُ عَدِيٍّ وَغَيْرُهُمْ مِنْ نَقَلَةِ الْاَخْبَارِ اَنَّ مُعَاوِيَةَ لَمَّا احْتُضِرَ تَمَثَّلَ۔

هُوَ الْمَوْتُ لَا مَنْجٰى مِنَ الْمَوْتِ وَالَّذِيْ تَحَاذَرَ بَعْدَ الْمَوْتِ اَدْهٰى وَ اَفْظَعُ ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُمَّ اَقِلِ الْعَثْرَةَ وَاعْفُ عَنِ الزَّلَّةِ وَجُدْ بِحِلْمِكَ عَلٰى جَهْلِ مَنْ لَمْ يَرْجُ غَيْرَكَ وَ لَمْ يَثِقْ اِلَّا بِكَ فَاِنَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ وَلَيْسَ لِذِيْ خَطِيْئَةٍ مَهْرَبٌ فَبَلَغَ ذٰلِكَ سَعِيْدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ فَقَالَ لَقَدْ رَغِبَ اِلٰى مَنْ لَا مَرْغُوْبَ اِلَيْهِ مِثْلُهُ وَاِنِّيْ لَاَرْجُوْ

اَنْ لَّا یُعَذِّبَہُ اللّٰہُ۔

(مروج الذہب جلد ۳ ص ۴۹/ ذکر
ایام معاویۃ۔ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:۔

ابن عدی وغیرہ ناقلین اخبار نے لکھا ہے۔ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا جب آخری وقت آیا۔ تو آپ نے شعر پڑھا۔ (شعر کا ترجمہ) اس موت سے کوئی نجات دہندہ نہیں۔ جو شخص موت کے بعد ڈرا وہ روسیاہ اور ذلیل ہو گیا۔ پھر کہا۔ اے اللہ! خطائیں معاف فرما لغزشیں دور کر دے۔ جو شخص تیرے غیر کا امیدوار نہیں۔ تو اس کی جہالت پر اپنے حلم کی سخاوت نازل فرما۔ وہ تیرے بغیر کسی پر بھروسہ نہیں کرتا۔ بے شک تو وسیع مغفرت کا مالک ہے۔ گناہ گار کے لیے کوئی جائے فرار نہیں۔ جب یہ خبر حضرت سعید بن المسیب تک پہنچی۔ تو فرمایا۔ امیر معاویہ نے اس ذات کی طرف رغبت کی کہ جس کے بغیر کوئی مرغوب نہیں۔ مجھے امید ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ انہیں عذاب سے بچائے گا۔

مذکورہ شیعہ سنی کتب کی عبارات سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے درج ذیل مناقب وفضائل ثابت ہوگئے

۱۔ حضرت امیر معاویہ پنجگانہ نماز اوقات مقررہ پر باجماعت ادا فرماتے تھے
۲۔ صبح کی نماز کے بعد بلا ناغہ تلاوت قرآن کرتے۔

۳۔ روزانہ نماز اشراق کی چار رکعت ادا فرماتے۔
۴۔ رات کے بچے کچھے کھانے سے صبح کا ناشتہ ہوتا۔
۵۔ نماز چاشت کے بعد کھلی کچہری لگاتے۔ جس میں غریب و مسکین دیہاتی اور شہری ہر ایک کی بلا امتیاز دادرسی فرماتے۔
۶۔ کھلی کچہری کا سلسلہ نماز عصر تک جاری رہتا۔ درمیان میں نماز ظہر کا وقفہ فرماتے۔
۷۔ جو لوگ کسی مجبوری کی بنا پر آپ تک نہ پہنچ پاتے۔ اُن کی حق رسی کے لیے سرکاری طور پر کچھ لوگوں کو مقرر فرمایا تھا۔
۸۔ جہاد فی سبیل اللہ میں کوشاں رہے۔ اور جن کے افراد کی شہادت ہو جاتی یا گم ہو جاتے۔ ان کے وظائف مقرر فرماتے۔
۹۔ مغرب کی نماز سے قبل پھر برسر عام تشریف لاتے اور لوگوں کی درخواست پر غور فرماتے۔
۱۰۔ مغرب کی نماز کے بعد صلوٰۃ اوابین ادا کرتے۔ جس میں خشوع و خضوع کا یہ عالم تھا۔ کہ ایک ایک رکعت میں پچاس کے قریب آیات کی تلاوت فرماتے۔
۱۱۔ نماز عشاء تک پھر وہی دادرسی کی مجلس منعقد فرماتے۔ حتی کہ کوئی فریادی باقی نہ رہتا۔
۱۲۔ نماز عشاء سے فراغت کے بعد اپنے مخصوص کارندوں سے ایک تہائی رات تک جہاد کی تیاری اور دیگر امور مملکت پر گفتگو فرماتے۔
۱۳۔ ایک تہائی رات آرام فرماتے۔
۱۴۔ ان کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی، کاتب وحی اور امین تھے۔
۱۵۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہادی اور مہدی ہونے کی دعا فرمائی۔
۱۶۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں لکھنا صرف اس لیے سکھایا تاکہ وحی کی کتابت کر سکیں

۱۷۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے دعا فرمائی۔ اے اللہ معاویہ کو ہدایت پر قائم رکھ، بد خلقی سے بچا۔ اور آخرت میں مغفرت فرما۔

۱۸۔ یہ بھی دعا فرمائی۔ کہ اے اللہ معاویہ کو فتوحات عطا فرما۔ اور دوزخ کے عذاب سے نجات بخش۔

۱۹۔ حضرت علی اور معاویہ رضی اللہ عنہما کے مابین ہونے والی جنگ کے ذکر میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے معافی اور رضامندی کا ان کے لیے مژدہ سنایا۔

۲۰۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک اور ناخن شریف ان کے پاس بطور تبرک تھے۔ جو بموجب وصیت ان کی میت کے ساتھ قبر میں رکھے گئے۔

۲۱۔ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اقدس سے لگے کپڑوں میں ان کو کفنایا گیا۔

۲۲۔ امیر معاویہ کی آخری دعا کو سن کر حضرت سعید بن المسیب نے فرمایا۔ کہ اس دعا کا کرنے والا دوزخی نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ نے ان کو جنتی ہی سمجھا۔

خلاصہ کلام:۔

سیدنا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب جو دونوں مکتبۂ فکر کی کتب سے ہم نے تحریر کیے۔ ان سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ایک مثالی انسان تھے۔ عشق رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی دولت سے سرشار تھے۔ چوبیس گھنٹوں میں نماز کے علاوہ باقی تمام وقت تقریباً دکھیا لوگوں کے دکھ درد دور کرنے میں بسر کرتے۔ اپنے بیگانے کی رو رعایت ہرگز نہ فرماتے۔ کاتب وحی ہونے کی اللہ نے سعادت عطاء فرمائی۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت سی دعاؤں کے حامل

تھے۔ گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں اس قدر وارفتہ تھے۔ کہ قبر میں بھی آپ کے کپڑے میں لپٹ کر جانا پسند کیا۔

ان تمام اوصاف اور خوبیوں کے پیش نظر اگر کسی شخص کو ان کی شخصیت اچھی نہیں لگتی۔ اور ان پر مختلف الزامات تراشتا ہے۔ تو یہ اس کی اپنی سیاہ بختی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے بغض و عداوت رکھنے والے کو اللہ، اس کے تمام فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت کا مستحق قرار دیا ہے۔

نوٹ:۔

حرمین شریفین کی زیارت کو جاتے ہوئے جب راقم الحروف کا گزر ایران کے شہر تہران سے ہوا۔ وہاں قیام کے دوران ایک عجیب بات دیکھنے میں آئی۔ وہ یہ کہ لوگ جب نماز پڑھتے ہیں۔ تو جیب سے ایک ٹھیکری نکال کر سجدہ کی جگہ رکھ کر اس پر نماز کے سجدے کرتے ہیں۔ میں نے دریافت کیا۔ یہ مٹی یا ٹھیکری کیسی ہے تو ان لوگوں نے جواب دیا۔ یہ میدان کربلا کی مٹی ہے۔ اور جو شخص اس پر سجدہ کرتا ہو۔ اس کی نماز مقبول اور جو اس کو اپنے ساتھ قبر میں لے جائے۔ اس کا عذاب قبر کافور ہو جاتا ہے۔

میں نے سوچا کہ کربلا کو صرف یہ امتیاز حاصل ہے کہ اس پر کچھ دنوں کے لیے امام حسین رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھیوں نے قیام فرمایا۔ جان کا نذرانہ دیا۔ لیکن مرقد امام حسین سے میدان کربلا کوسوں دور ہے۔ اتنی دوری کے ہوتے ہوئے ان سے منسوب مٹی اگر کسی کی قبر میں (بقول ایرانیوں کے) رکھ دی جائے۔ تو وہ عذاب سے چھوٹ جاتا ہے۔ کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اقدس کے ساتھ لگے کپڑوں، آپ کے ناخن اور بالوں میں اتنی تاثیر نہیں کہ اگر کوئی شخص انہیں اپنے

ساتھ قبر میں لے جائے ۔ تو اس قبر والے کا عذاب دُور ہو سکے ۔ تو معلوم ہوا کہ یہ صرف اندھی عقیدت ہے ۔ حقیقت سے اس کا کوئی تعلق نہیں ۔

آدمی صحت و تندرستی کے دوران اور خاص کر جوانی کی عمر میں دھوکہ دہی اور دیگر اخلاقی کمزوریوں سے ہم کنار ہو سکتا ہے ۔ مگر بوقت موت غلط بیانی اور دھوکہ دہی نہیں کر سکتا ۔ دیکھئے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو جس طرح زندگی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پیار و محبت تھی ۔ کہ جس کے نتیجہ میں انہوں نے اپنے محبوب بلکہ خدا کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے تبرکات جمع کر رکھے تھے ۔ اس سے کہیں بڑھ کر بوقت انتقال انہیں آپ سے پیار تھا ۔ آپ کے پیار کی ہی یہ علامت تھی ۔ کہ آپ کے کپڑوں میں لپٹنا پسند کیا ۔ آپ کے بال اور ناخن کو اپنے منہ اور ناک میں رکھنے کی وصیت کر گئے ۔ یہ سب کچھ آپ کے عشقِ رسول کی علامات ہیں ۔ جس کا لازمی نتیجہ بخشش کا ہے معلوم ہوا ۔ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ عقل و نقل کے دلائل سے قطعی جنتی ہیں ۔ کامل الایمان ہیں ۔ اور عشقِ رسول کی دولت سے مالا مال ہیں ۔

حرف مقصود :

حضرت عثمان غنی پر طعن یہ ہے کہ انہوں نے صحابہ کرام کو معزول کر کے اپنے نا اہل رشتہ داروں کو گورنریاں دیں اور اب واضح ہو چکا کہ آپ نے اپنے نہایت تجربہ کار اور دربارِ رسالت کے مقبول صحابی رشتہ داروں کو گورنریاں دی ہیں ۔ جن میں امیر معاویہ جیسی ہستیاں بھی ہیں ۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی اہلیت حکومت پر دلیل ۱۲

اہل بیت سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا حسن سلوک

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وسلم بالخصوص حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے متعلق جو مالی خدمات سرانجام دیں۔ اور اسی ضمن میں جو آپ نے وصیتیں فرمائیں۔ ان کے تذکرہ کے لیے پوری کتاب چاہیئے۔

ہم ان تمام روایات میں سے بطور نمونہ چند آیات ذکر کریں گے۔ اس مضمون کی تفصیلی وضاحت جلد دوم میں گزر چکی ہے۔ وہاں ملاحظہ ہوں۔

ہر سال لاکھوں درہم بطور نذرانہ امام حسین کو عطا کرنا

مقتل ابی مخنف:

وکان یبعث الیہ فی کل سنۃ الف الف دینار سوی الھدایا من کل صنف۔

(مقتل ابی مخنف ص۲ مطبوعہ نجف اشرف)

ترجمہ:-

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ

کو ہر سال لاکھوں درہم و دینار بھیجا کرتے تھے۔ اتنی بڑی رقم ان تحفہ جات کے علاوہ تھی۔ جو معاویہ امام موصوف کو علیحدہ بھیجا کرتے تھے۔

ابن حدید:۔

فانه كان يجيز الحسن و الحسين ابنى على فى كل عام لكل واحد منهما بالف الف درهم وكذالك كان يجيز عبد الله بن جعفر۔

(شرح نہج البلاغہ۔ ابن حدید ص ۴۸۲ جلد ۳/ فی المقارنه بين جود ملوك بنى اميه الخ مطبوعه بيروت طبع جديد)

ترجمہ:۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما میں سے ہر ایک کو لاکھوں درہم سالانہ عطا کیا کرتے تھے۔ ان کے علاوہ عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن جعفر کو بھی نقدی دیا کرتے تھے۔

امام حسن رضی اللہ عنہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عطا کردہ نذرانہ سے قرض چکایا کرتے تھے۔

جلاء العیون :-

قطب راوندی از حضرت صادق علیہ السلام روایت کردہ است کہ روزی حضرت امام حسن علیہ السلام بحضرت حسین و عبد اللہ بن جعفر فرمود کہ جائزہ ہائے معاویہ در روز اول ماہ بشما خواہد رسید چوں روز اول ماہ شد چنانچہ حضرت فرمودہ بود اموال معاویہ رسید جناب امام حسن علیہ السلام قرض بسیاری داشت از آنچہ او فرستادہ بود برائے آنحضرت قرضہائے خود را ادا کرد و باقی را میان اہل بیت و شیعیان خود قسمت کرد جناب امام حسین علیہ السلام قرض خود را ادا کرد آنچہ ماند بسہ قسمت کرد۔ یک حصہ را باہلبیت و شیعیان خود داد و دو حصہ را برائے عیال خود را برائے عیال خود را ادا کرد باقی را برائے خوش آمد معاویہ رسول او داد چوں ایں خبر معاویہ رسید برائے او مال بسیار فرستاد۔

(جلاء العیون جلد ۱ ص ۲۷۶ در زندگانی امام مطبوعہ تہران)

ترجمہ :-

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے قطب راوندی نے روایت کی۔ کہ ایک دن امام حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت امام حسین اور عبد اللہ بن جعفر سے کہا۔ کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے بھیجے گئے نذرانہ جات اس مہینہ کی

شروع تاریخوں میں تم تک پہنچ جائیں گے۔ جب مہینہ شروع ہوا۔ تو امام موصوف کے اعلان کے مطابق امیر معاویہ کی طرف سے بہت مال آگیا لا امام حسین بہت مقروض تھے اپنے حصہ سے قرضہ ادا کرنے کے بعد بقیہ اپنے گھر والوں اور دوستوں میں تقسیم کر دیئے۔ اسی طرح امام حسین نے بھی قرضہ ادا کرنے کے بعد بقیہ مال کے تین حصے کیے۔ ایک حصہ اپنے گھر والوں اور دوستوں کو دیا۔ دو حصے اپنے بچوں کو روانہ کر دیئے۔ حضرت عبداللہ بن جعفر نے بھی اپنے حصہ کی رقم سے اپنا قرض ادا کرنے کے بعد امیر معاویہ کے ایلچی کو بطور اظہار خوشی ادا کر دیئے۔ جب یہ خبر امیر معاویہ کو پہنچی۔ تو انہوں نے ان کے لیے مقررہ رقم میں اضافہ کر دیا۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے یزید کو امام حسین سے اچھا سلوک کرنے کی وصیت کی

مقتل ابی مخنف :

فَإِنْ ظَفَرْتَ بِهٖ فَاحْفَظْ قَرَابَتَهٗ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَاعْلَمْ يَا بُنَيَّ اِنَّ اَبَاهُ خَيْرٌ مِّنْ اَبِيْكَ وَجَدَّهٗ خَيْرٌ مِّنْ جَدِّكَ وَاُمَّهٗ خَيْرٌ مِّنْ اُمِّكَ۔

(مقتل ابی مخنف صفحہ نمبر ۸ مطبوعہ نجف اشرف (مقدمہ)

ترجمہ:۔

یزید! اگر تجھے امام حسین پر کامیابی ہو جائے۔ تو ان کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرابت داری کا ضرور لحاظ رکھنا۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیے۔ کہ اس کا باپ تمہارے باپ سے اس کا نانا تمہارے نانے سے اور اس کی والدہ تمہاری والدہ سے کہیں بہتر ہیں۔

خلاصۂ کلام:

سیدنا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی اہل بیت کرام سے محبت کوئی ڈھکی چھپی بات نہ تھی۔ جب تک زندہ رہے۔ لاکھوں درہم ماہانہ حسنین کریمین کو ادا کرتے رہے۔ اور اس خطیر رقم کے علاوہ دیگر تحائف و نذرانہ جات بھی وقتاً فوقتاً ارسال کرتے رہے۔ صرف انہی حضرات کو نہیں بلکہ حضرت عبداللہ بن عباس و عبداللہ بن جعفر و دیگر حضرات کا بطور خاص خیال رکھتے رہے۔

اُدھر ان حضرات کے دل میں بھی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا احترام بدرجہ اتم موجود تھا۔ ان کے بھیجے گئے ایلچی کو خوش کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ گویا دونوں طرف سے محبت و عقیدت موجزن تھی۔ حضرات اہل بیت کا گھرانہ اس عظمت و کردار کا مالک ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ہر نجس سے بچائے رکھا۔ ویطھرکم تطھیرا کے تحت نہ اس کی غذا نجس ہو سکتی ہے۔ اور نہ اُن کا لباس غلط۔ حدیث پاک میں ہے۔ کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے بچپن میں صدقہ کی ایک کھجور بھولے سے مُنہ میں ڈال لی۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کہہ کر ان کے منہ سے نکال دی۔ کہ اہل بیت پر صدقہ حرام ہے۔ جن کی غذا میں احتیاط کا یہ عالم ہو۔ وہ غلط مال کس طرح قبول کر سکتے ہیں۔ اور اُسے کب اپنے اخراجات میں اٹھا سکتے ہیں۔ تو معلوم ہوا۔ کہ حضرت امیر معاویہ رضی

کا بھیجا ہوا مال نہ نجس تھا۔ اور نہ ہی اس میں کوئی دوسری قباحت تھی۔ حضرات حسنین کریمین کا ان کے ہدایا اور تحفہ جات کو شرفِ قبولیت فرمانا در اصل ان پر اور ان کے مال کے طیب وحلال ہونے پر یقین و اعتماد کی دلیل ہے۔ معلوم ہوا۔ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حضرات اہل بیت کی نگاہوں میں کامل الایمان تھے۔

زندگی تک تو ان کا یہ سلوک رہا جب وقت انتقال قریب آیا۔ تو بھی اس عقیدت اور احترام میں کوئی فرق نہ آیا۔ اپنے بیٹے یزید کو وصیت کی۔ کہ ان حضرات اہل بیت کا خیال رکھنا اور ان کی نسبی وجاہت اور علو مرتبت کا ضرور پاس رکھنا۔ دنیا ساری ان کے والدین اور آباؤ اجداد کا ثانی پیش نہیں کر سکتی۔

ان واقعات سے صاف عیاں ہے جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کا دل عقیدت و محبت سے سرشار تھا۔ ان حالات و واقعات کو دیکھتے ہوئے بھی اگر کسی شخص کو ان کے کامل الایمان ہونے میں شک و شبہ ہو۔ یا کوئی بدبخت سرے سے انہیں مؤمن ہی نہ سمجھتا ہو۔ تو ایسے سے پوچھا جا سکتا ہے۔ کہ حضرات حسنین کریمین نے جو خطیر رقم ان سے وصول کی۔ اور اپنے اخراجات میں صرف فرمائی۔ وہ از روئے شرع جائز تھی۔ اور اس کا کھانا پینا تقوٰی ہی نہیں فتوے کے مطابق درست قرار دیا جا سکتا ہے۔؟

الحاصل: حضرت معاویہ رض کا اہل بیت سے مذکورہ سلوک اور اظہار الفت اس بات کی دلیل ہے کہ آپ ایک جوہر شناس عاشق رسول اور لائق عامل تھے اس لیے اس طعن کی کوئی حقیقت نہیں ہے کہ عثمان غنی نے اپنے نا اہل رشتہ داروں کو عہدے دیئے۔ ہاں یوں کہنا چاہیئے کہ آپ نے قابل ترین اشخاص کو سرکاری عہدے سونپے اور اتفاق سے اس زمرے کے اندر آپ کے بعض رشتہ دار بھی آ گئے تو اعتراض کی کیا گنجائش رہی ہے۔

امیر معاویہ کی اہلیت حکومت پر دلیل ۴

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی فتوحات کا تذکرہ

دورِ فاروقی کی فتوحات

فتح قیساریہ:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بڑے بھائی یزید بن ابی سفیان سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں شام کے گورنر تھے۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے، امیر معاویہ کو ان کے بھائی کی امداد کے لیے شام بھیجا، یزید بن ابی سفیان کی سرکردگی میں امیر معاویہ بہت سی فتوحات میں شامل ہوئے۔ بالآخر ۱۸ھ میں یزید بن ابی سفیان کا انتقال ہو گیا۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ کو ان کی جگہ ملک شام کا گورنر مقرر فرمایا۔ اس کے بعد دور عثمانی میں بھی حضرت معاویہ شام کے گورنر رہے۔ آپ کی فتوحات کتب شیعہ سے ملاحظہ ہوں۔

ناسخ التواریخ:

پس یزید برادر خورد معاویہ بن ابی سفیان را با چہار ہزار مرد بر در قیساریہ بگذاشت وخود با تمامت لشکر طریق دمشق برداشت۔ لشکر روم از فراز بارہ چوں قلت لشکر عرب را نظارہ کردند۔ باخود اندیشیدند۔ کہ بآسانی ایشاں را دفع تواں داد وساختہ جنگ شدہ از شہر بیروں تاختند معاویہ لشکر بساخت وحملہ افگند۔

جنگی درمیانہ برفت و نصرت عرب را افتاد ہزار تن از لشکر روم مقتول گشت و دیگر بہ حصار گریختند۔

ایں کرت بدانستند کہ نصرت ملازمت عرب میکند و با ایشاں نیروے مبارزت ندارند لاجرم تنی چند از بزرگاں خویش را بنزدیک معاویہ فرستادند و خواستار مصالحت شدند بشرطیکہ بیست ہزار دینار نقد بدھند و جزیت بر ذمت نہند۔

(ناسخ التواریخ تاریخ خلفاء جلد ۲ صفحہ ۲۷۰
فتح قیساریہ بدست مسلمین مطبوعہ تہران
طبع جدید)

ترجمہ:۔

یزید بن ابی سفیان نے اپنے چھوٹے بھائی امیر معاویہ کو چار ہزار مرد ساتھ دے کر قیساریہ شہر کی طرف روانہ کیا۔ اور خود تمام لشکر کے ساتھ راہِ دمشق پر چل پڑا۔ رومی فوج نے جب دُور سے مسلمانوں کے لشکر کو دیکھا تو انہیں یہ لشکر بہت کم دکھائی دیا۔ اپنے طور پر سوچنے لگے۔ کہ ان مسلمانوں کو شکست دینا کوئی مشکل بات نہیں۔ اس لیے وُہ جنگ کرنے کے لیے شہر سے باہر آدھمکے۔ معاویہ نے لشکر کو تیار کیا۔ اور حملہ کر دیا۔ جنگ شروع ہوئی۔ اور مسلمانوں کو فتح و کامیابی حاصل ہو گی۔ رومیوں کے ایک ہزار فوجی کام آئے۔ اور بچے کچھے پناہ گاہ کی طرف دوڑ پڑے۔

اس دفعہ انہیں پتہ چلا۔ کہ کامیابی مسلمانوں کی لونڈی بن گئی ہے۔ اور ان کے ساتھ لڑنا ہمارے بس کی بات نہیں۔ مجبوراً اپنے میں سے چند کرتا دھرتا آدمیوں کو حضرت امیر معاویہ کے پاس بھیجا۔ اور صلح

کرنے کی درخواست کی۔ اس شرط پر صلح ہو گئی۔ کہ رومی بیس ہزار دینار نقد ادا کریں گے۔ اور جزیہ دینا قبول کریں گے۔

بلادِ عسقلان کی فتح

بدست امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

ناسخ التواریخ:

بالجملہ از پس مرگ یزید بن ابی سفیان عمر بن الخطاب بدیں گونہ بسوے معاویہ کتاب کرد۔

اما بعد! معاویہ بداند کہ خداوند دولت اسلام بزرگ ساخت و وعدہا وفا کرد و آنچہ رسول خدا مے مارا خبر داد از فتح شام و اخذ خزائن جباران چناں شدہ و نیز مرا مسموع افتاد کہ میفرمود کہ شما در مملکت شام بس شہرہا بگشائید و امت من از انجا بیرون آیند و برکنار دریا جائے کنند و فرمود چوں شرق و غرب را فتنہ گیرد۔ در عسقلان جائے کنید و ہر فردے را فراز لیست و فراز شام عسقلان است و چوں برایں کتاب وقوف یابی باید کہ بے توانی طریق عسقلان گیری و آں بلدہ را مفتوح سازی و ہر روز از حال خویش مرا آگہی دہی۔

چوں نامہ عمر بمعاویہ رسید عظیم خوش دل شدہ و حکومت کشور و امارت،

لشکر بدست گرفت و بے توانی لشکر بساخت و آہنگ عسقلان کرد و طے
مسافت کردہ بکنار عسقلان فرود شدند و مردم آں بلدو بساختہ جنگ شدند و سہ روز
مصاف دادند و آں شہر را عنوۃ فرو گرفتند و غنیمت فراواں بدست کردند۔
(ناسخ التواریخ تاریخ خلفاء جلد نمبر ۲/
ص ۲۸۳/ فوت یزید بن ابی سفیان الخ
مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

مختصر یہ کہ یزید بن ابی سفیان کے انتقال کے بعد حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ کی طرف اس قسم کا خط بھیجا۔

امابعد! جاننا چاہیئے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اسلامی حکومت کو کامیابی اور وسعت عطا فرمائی ہے۔ اور اپنے وعدے پورے کر دکھائے اور اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے جو ہمیں ملک شام کے فتح کرنے اور اس کے خزانوں کو حاصل کرنے کی خبر دی تھی۔ وہ بھی پوری ہوئی۔ نیز میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ خبر بھی سن رکھی ہے۔ کہ مسلمان مملکت شام کے بہت سے شہروں کو فتح کریں گے۔ اور سمندر کے کنارے وہ بسیرا کریں گے۔ اور فرمایا۔ کہ جب مشرق و مغرب میں فتنہ اٹھ کھڑا ہو۔ تو تم عسقلان میں پناہ لینا۔ ہر مملکت کا ایک کنارہ ہے۔ اور مملکت شام کا کنارہ عسقلان ہے۔ اے معاویہ! جب تمہیں یہ خط ملے۔ تو جس قدر جلد ممکن ہو۔ عسقلان کا رُخ کرنا۔ اور اس کے ساتھ دوسرے شہروں کو فتح کرنے کی کوشش کرنا۔ اور روزانہ کے حالات سے مجھے باخبر رکھنا۔

جب حضرت عمر کا رقعہ حضرت معاویہ تک پہنچا۔ بہت خوش ہوئے

فوراً لشکر تیار کیا۔ اور لشکر کی سپہ سالاری اپنے پاس رکھی عسقلان کو چل پڑے چلتے چلتے عسقلان کے کنارہ پر جا اترے۔ ان لوگوں نے جنگ کرنے کی ٹھانی تین دن تک صف بندی کی۔ بالآخر اس شہر کو لڑے بغیر فتح کر لیا۔ بہت سامان غنیمت بھی ہاتھ آیا۔

امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل میں فتح قبرص کی تڑپ

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے عسقلان کو جب فتح کر لیا۔ تو سفیان بن حبیب ازدی کو طرابلس کی طرف بھیجا تاکہ اس کو بھی فتح کر کے مملکت اسلامیہ میں شامل کیا جائے۔ سفیان بن حبیب نے وہاں پہنچ کر سخت مقابلہ کے بعد طرابلس کو فتح کر لیا۔ چونکہ طرابلس سمندر کے کنارے پر واقع تھا۔ اس لیے یہ خطرہ ہر وقت رہتا تھا۔ کہ کہیں رومی یا افریقی سمندر کے ذریعہ حملہ آور ہو کر طرابلس کو ہم سے پھر نہ چھین لیں۔ سفیان بن حبیب نے یہ ساری کیفیت امیر معاویہ کو لکھ بھیجی۔ حضرت امیر معاویہ نے اس کا حل یہ بتلایا۔ کہ طرابلس کے ارد گرد دیوار کھڑی کر دو۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ جب طرابلس کے باشندوں نے یہ دیکھا۔ تو سمجھ گئے۔ کہ اب ہمیں باہر سے امداد ملنا تقریباً ناممکن بنا دیا گیا ہے۔

چنانچہ ہرقل کے مشورہ پر وہ اس شہر کو چھوڑ کر سمندر عبور کر کے قسطنطنیہ آ بسے۔ اس طرح طرابلس شہر کفار سے بالکل پاک ہو گیا۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو جب یہ خبر ملی۔ تو آپ نے تمنا کی۔ کاش ہم سمندر پار کر کے رومیوں کے مشہور شہر قبرص پر حملہ کر سکیں۔ اور اس امیر شہر کے زر و جواہر کو بطور

مال غنیمت سمیٹ سکیں۔ آپ نے سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ پر اس تمنا کا اظہار بذریعہ خط کیا۔ شیعی کتاب سے اس کی تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔

ناسخ التواریخ:

معاویہ از خدیعت آں جماعت شگفتی گرفت۔ وگروہی از جہوداں شہر اردن رابفرمود تا بطرابلس رفتہ ساکن شدند۔ وبفتح آبادیہائے سواحل بحر پرداخت وعسکار وصور وصیدا ودیگر جاہا بگرفت وازیں فتح عمر را آگہی فرستاد ونوشت کہ ما تا آنجا راندہ ایم کہ جزیرہ قبرس بما قریب افتادچنانکہ آواز مرغان را استماع میکنیم وآں جزیرہ بنضارت اشجار وغزارت انہار وکثرت نعمت تمام برود است وگشادن آں سہل وآساں می نماید۔ اگر فرمان رود آب دریا را گزارہ کنیم وآں جزیرہ را بدست فرو گیریم۔

(ناسخ التواریخ خلفاء جلد ۲ ص ۲۸۵
فتح سواحل بحر۔ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو جب اہل طرابلس کے بھاگ نکلنے کی خبر ملی۔ تو بہت خوش ہوئے۔ اور اردن کے یہودیوں کے ایک گروہ کو حکم دیا۔ کہ وہ جا کر طرابلس میں بسیں۔ اور خود ساحلی آبادیوں کو فتح کرنے کے لیے چل پڑے۔ عسکار، صور اور صیدا وغیرہ علاقہ جات کو زیر قبضہ کیا اور اس فتح کی حضرت عمر کو خوشخبری پہنچائی۔ اور لکھ بھیجا۔ کہ ہم اس وقت سمندر کے اس کنارے تک پہنچ چکے ہیں۔ کہ جزیرہ قبرص بالکل نزدیک آگیا ہے۔ اتنا قریب کہ وہاں کے پرندوں کی آوازیں ہمیں سنائی دیتی ہیں۔

یہ جزیرہ بڑا سرسبز۔ اس کی نہریں بڑی پربہار اور اس میں دوسری تمام نعمتیں وافر مقدار میں موجود ہیں۔ اس کا فتح کرنا بہت آسان نظر آتا ہے۔ اگر آپ کا حکم ہو۔ تو دریا عبور کر جائیں۔ اور اس جزیرہ کو زیر تصرف لے آئیں

مگر عمر فاروق نے انہیں فتح قبرص کی اجازت نہ دی تاہم دور عثمان میں امیر معاویہ نے یہ کارنامہ کر دکھایا۔

دور عثمانی میں امیر معاویہ کی فتوحات

شام کے ساحلی علاقہ جات پر حبشی ڈاکوؤں اور لٹیروں نے حملہ کر دیا قتل و غارت شروع کر دی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے شاہ حبش کو رقعہ لکھا اس نے معذرت کی۔ قزاقوں اور ڈاکوؤں کو کیفر کردار تک پہنچایا۔ اس واقعہ کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے روم کو فتح کرنے کا پختہ ارادہ فرمالیا۔ اس امر کا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو خط لکھا۔ تفصیل کتب شیعہ سے ملاحظہ ہو!

فتح قبرص ۲۸ھ

اسلام میں سمندر پار لڑائیوں کی ابتداء امیر معاویہ کے ہاتھ سے ہوئی

ناسخ التواریخ:

معاویہ بن ابی سفیان بسوئے عثمان نامہ کرد کہ ولایت روم با شام

چناں نزدیک است کہ بامداداں از دو سوئے بانگ خروسان وآواز
مرغان شنودہ شود وانیکہ آب دریا از موج بیمناک باز نشستہ واز جنبش
بائی ساکن گشتہ اگر رخصت رود بجانب جزیرہ قبرس رکشتی کنم وآں محال را
کہ از مال ومویشی آگندہ است فروگیرم عثمان در پاسخ نوشت کہ عمر بن
الخطاب ہرگز اجازت نمیکرد کہ مسلمانان آب دریا عبرہ کنند مرا نیز کراہت
می آید اگر تورا ایں کار موافق افتادہ وبسلامت ایں سفر واثق می باشی زن
وفرزند خود را نیز با خویشتن در کشتی حمل میدہ تا صدق عقیدت تو مرا مکشوف افتد
چوں معاویہ ایں پاسخ بشنید فتح قبرس را تصمیم عزم داد وعبداللہ بن
قیس را با گروہی

بفرمود کشتیہا در عکہ فراہم آوردند ولشکر را وجیبہ بداد وبا زن وفرزند بعکہ آمد
دو روز ورا آنجا بود روز سیم بعد از نماز جمعہ بکشتی در رفتند اما عبداللہ بن قیس
کہ از پیش در آب راندہ بود از کشتی بساحل دریا بیرون شد تا اگر از اراضی روم
خبری باز داند زنی را نگریست کہ با دریوزگی روزگار داور را درمی چند عطا
کرد آں زن برفت بمیان دہ مردم را آگہی برد کہ ایں مرد کہ با لشکر دریا می نوردد
وانیک بکنار بحر ایستادہ گروہی بشتاب تاختن کردند عبداللہ را مجال
بدست نشد کہ بکشتی بگریزد او را بگرفتند وبکشتند۔

ایں خبر را بمسلمان بردند معاویہ بداں نگریست ہم چناں با زن
وفرزند وتمامت سپاہ باد ولیست وبست کشتی وزورق طے طریق میکرد
ناگاہ بادی مخالف جنبش کرد دریا مضطرب شد زورقہا وکشتیہا از
یکدیگر دور افتاد زن معاویہ سخت بترسید وکلیا می ملاح را بخواند
وگفت اے کلیا کشتی را لختی نگاہدار کہ مرا تاب وطاقت رفتہ است

کلیا بخندید و گفت اے زن دریا فرمان کس نبرد و جز خدائے را بدیں کار دست نباشد۔ صبر میکن کہ چہ جز دل بر صبوری نہادن چارہ نیست۔

بالجملہ باد بایستاد و موج بنشست و مسلماناں بسلامت شدند۔ و ایں ہنگام زورقی چند پدیدار شد۔ کہ فرمانگزار جزیرہ قبرس بقسطنطین ہدیہ میفرستاد معاویہ فرمود تا جملہ را بگرفتند و در آں زورقہا کنیزکاں پری چہرہ و جامہ ہائے دیبا و نفائس اشیاء فراواں یافتند و از آنجا بجزیرہ قبرص در آمدند۔۔ و بے توانی دست بنہب و غارت گشودند و بسیار از قریہ ہا آبادانیہا را بذیرپی سپردند و غلاماں و کنیزکاں فراواں اسیر گرفتند و اموال و اثقال از نفائس اشیاء برہم نہادند۔ و ایں جملہ را بکنارہ بحر آوردہ کشتیہا را بیاکندند۔

فرمانگزار جزیرہ را چناں ہول و ہراسی فرد گرفتہ بود کہ خیال مدافعہ در خاطرش عبور نداشت تیغی نکشید و خدنگی نگشاد و کس بنزدیک معاویہ فرستاد و خواستار مصالحت گشت۔ بشرطیکہ ہر سال ہفت ہزار و دویست دینار زر میفرستد معاویہ مسئول او را باجابت مقرون داشت و برایں جملہ وثیقتی نوشت و مراجعت نمود چوں از دریا بیروں شد بفرمود تا غنائم را فراہم آوردند و ظرائف و تلید برزبر ہم نہادند۔ کنیزاں و غلاماں را بحساب گرفتند۔ از دہ ہزار افزوں بشمار آمد از جملہ ہفتصد تن دختراں دوشیزہ بود معاویہ خمس غنائم را بیروں کرد و با نامہ فتح و با نامہ فتح بسوئے عثمان فرستاد و دیگر را بر لشکر بخشش نمود۔

(ناسخ التواریخ تاریخ خلفاء جلد ۳
ص ۱۳۹ تا ۱۴۱ وقائع سال بیست و ہشتم
مطبوعہ تہران جدید)

ترجمہ:-

حضرت امیر معاویہ بن ابی سفیان نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ایک خط تحریر کیا۔ کہ روم کی سلطنت ملک شام سے اس قدر نزدیک ہے کہ صبح کے وقت دونوں طرف سے مرغ کی اذان اور دیگر پرندوں کے چہچہانے کی آوازیں سنائی دیتی ہیں۔ اور اس وقت دریا کا پانی خطرناک موجوں اور تباہ کن حرکات سے بالکل خاموش ہے۔ اگر اجازت عطاء فرمائیں۔ تو قبرص جزیرہ کی طرف بڑھوں۔ اور ان مقامات کو جو کہ مال و مویشی سے پُر ہیں۔ ان پر قبضہ کر لوں۔ حضرت عثمان نے جواب دیا۔ کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اس امر کی ہرگز اجازت نہ دیتے تھے۔ کہ دریا کو عبور کیا جائے اس لیے مجھے بھی ایسا کرنا اچھا نہیں لگتا۔ اگر تم اس کام کو بہتر سمجھتے ہو۔ اور اس سفر میں سلامتی کا تمہیں یقین ہے۔ تو پھر اپنی بیوی اور بچوں کو بھی اپنے ساتھ کشتی میں سوار کرو۔ تاکہ تمہاری نیت کے پختہ اور سچا ہونے کا مجھے علم ہو جائے۔

جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہ جواب سُنا۔ تو قبرص کی فتح کا پختہ ارادہ کر لیا۔ عبداللہ بن قیس کو ایک گروہ کے ساتھ دریا میں کشتی کے ذریعہ ابتدائی طور پر بھیجا۔ اور حکم دیا۔ کہ دریا کو عبور کر کے عکہ نامی جگہ پر کشتیوں کو جمع کر دیا جائے۔ اور معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس لشکر کو مناسب سامان دیا۔ بعد میں خود اپنے بیوی بچوں سمیت عکہ پہنچے۔ دو دن قیام کرنے کے بعد تیسرے دن جمعہ کی نماز کے بعد کشتی میں سوار ہو گئے۔ ادھر عبداللہ بن قیس جو پہلے ہی روانہ ہو چکا تھا۔ کشتی سے نکل کر دیلمے ساحل پر اتر گیا تاکہ رومی علاقہ کی کوئی خبر وغیرہ دستیاب

کرے۔ اس دوران ایک بھکارن دیکھی۔ اُسے چند درہم دیئے۔ وہ عورت چلی گئی۔ اور گاؤں میں جا کر یہ بات پھیلا دی۔ کہ یہ آدمی ایک لشکر لے کر دریا کے ساحل پر آ اترا ہے۔ یہ سن کر اس گاؤں والے جلد حملہ آور ہوگئے۔ عبداللہ کو کوئی مہلت نہ دی۔ کہ وہ کشتی میں سوار ہو کر بھاگ سکے لوگوں نے پکڑ کر اسے قتل کر ڈالا۔ یہ خبر مسلمانوں تک پہنچی۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے غور و فکر کے بعد فیصلہ کیا۔ اپنے بال، بچوں اور پوری فوج کو لے کر بیس بائیس چھوٹی بڑی کشتیوں کو لے کر اس طرف روانہ ہوئے اچانک مخالف ہوا چل پڑی۔ دریا میں طغیانی آگئی۔ کشتیاں ایک دوسرے سے دُور دُور ہوگئیں۔ حضرت معاویہ کی بیوی سخت گھبرا گئی۔ کشتی کے ملاح کو بُلا کر کہا۔ کہ چند لمحوں کے لیے کشتی کو روک دو۔ کیونکہ میری طاقت جواب دے گئی ہے۔ ملاح نے ہنس کر جواب دیا۔ اے عورت بادِ دریا کسی کا حکم نہیں مانتا۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے دستِ قدرت میں ہے۔ تم صبر کرو۔ کیونکہ دل کو صبر کی تلقین کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں ہے۔

مختصر یہ کہ مخالف ہوا بند ہوگئی۔ اور موجیں ختم ہوگئیں۔ مسلمان امن میں ہوگئے۔ اس دوران چند کشتیاں دُور سے دکھائی دیں۔ جن میں قبرص جزیرہ کے فرمانروا نے قسطنطین کی طرف تحفہ جات بھیجے تھے حضرت امیر معاویہ نے فرمایا۔ ان تمام کشتیوں کو پکڑ لیا جائے۔ ان کشتیوں میں خوبصورت کنیزیں، ریشمی کپڑے اور بہت سی عمدہ چیزیں موجود تھیں۔ یہ سب کچھ مسلمانوں کے قبضہ میں آگیا۔ اس کے بعد جزیرہ قبرص کی طرف پلٹے۔ اور بے صبری سے اس کے مختلف

دیہات کو تباہ و برباد کر ڈالا یہاں سے بہت سی لونڈیاں اور غلام قبضہ میں لیے۔ کثیر مال، سازو سامان اور قیمتی اشیاء کو لوٹ مار کا نشانہ بنایا۔ ان تمام اشیاء کو لے کر دریا کے کنارہ اپنی کشتیوں پر واپس آ گئے۔

جزیرہ قبرص کے فرمانروا کو اس قدر دہشت اور خوف نے آگھیرا۔ کہ دفاع کا خیال تک نہ آیا۔ تلوار تک نہ اٹھا سکا۔ تیر تک نہ چلا سکا کسی شخص کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس بخاطر صلح بھیجا۔ اور شرط یہ مانی۔ کہ ہر سال سات ہزار اور دو دینار سونے کے دوں گا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس شرط کو قبول کیا۔ اور اس کی تحریر لکھ لی۔ اور واپس لوٹ آئے۔ جب دریا سے خشکی میں اترے۔ تو حکم دیا کہ تمام مال غنیمت اکٹھا کیا جائے۔ اور اس تمام سامان کو جہازوں پر لادا جائے لونڈیوں اور غلاموں کی گنتی کی گئی۔ ان کی تعداد دس ہزار سے بھی بڑھ گئی تھی۔

ان تمام میں سات سو ایسی لڑکیاں بھی تھیں۔ جو نوجوان اور کنواری تھیں۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے مال غنیمت کا پانچواں حصہ الگ کیا۔ اور فتح کی خوشخبری کے ساتھ یہ سب کچھ حضرت عثمان کی خدمت میں بھیجا۔ بقیہ مال غنیمت فوجیوں میں تقسیم کر دیا۔

☆

فتح قبرص کے متعلق حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی

فتح قبرص کو فتح قسطنطنیہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ یہ وہی معرکہ ہے۔ جس کے متعلق سرکار دو عالم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی ہے۔ کہ جو اس معرکہ میں شامل ہو گا۔ اس ہر غازی کے لیے جنت واجب ہے۔ اس کو فتح کرنے والے لشکر کے سپہ سالار حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تھے۔ اس لیے ان کے جنتی ہونے کا فیصلہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرما دیا۔ صحیح بخاری میں اسناد صحیحہ کے ساتھ اس کو امام بخاری نے یوں ذکر کیا ہے۔

بخاری شریف:

حَدَّثَنِیْ ثَوْرُ بْنُ يَزِيْدَ عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ
اَنَّ عُمَيْرَ بْنَ الْاَسْوَدِ الْعَنْسِیَّ حَدَّثَهٗ اَنَّهٗ
اَتٰى عُبَادَةَ بْنَ الصَّامِتِ وَهُوَ نَازِلٌ
فِیْ سَاحِلِ حِمْصَ وَهُوَ فِیْ بِنَآءٍ لَّهٗ وَ
مَعَهٗ اُمُّ حَرَامٍ قَالَ عُمَيْرٌ فَحَدَّثَتْنَا
اُمُّ حَرَامٍ اَنَّهَا سَمِعَتِ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَوَّلُ جَيْشٍ مِّنْ اُمَّتِیْ يَغْزُوْنَ

اَلْبَحْرَ قَدْ اَوْجَبُوْا قَالَتْ اُمُّ حَرَامٍ قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَنَا فِيْهِمْ قَالَ اَنْتِ فِيْهِمْ۔

(بخاری شریف جلد اول ص ۴۰۹، ۴۱۰
باب ما قیل فی قتال الروم پارہ
مطبوعہ اصح المطابع کراچی)

ترجمہ:

(بحذف اسناد) عمیر بن اسود عنسی بیان کرتے ہیں۔ کہ وہ حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئے۔ اس وقت حضرت عبادہ ساحل حمص پر واقع اپنے مکان میں قیام پذیر تھے۔ ان کے ساتھ ام حرام رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔ عمیر کہتے ہیں۔ ہمیں جناب ام حرام نے حدیث سنائی۔ کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہتے سنا۔ کہ میری امت کا سب سے پہلا لشکر جو دریا کی لڑائی لڑے گا۔ ان سب کے لیے جنت واجب ہو چکی ہے۔ ام حرام کہتی ہیں۔ میں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا میں بھی اس لشکر میں ہوں گی۔ فرمایا ہاں تو بھی اس میں ہو گی۔

مذکور حدیث کی تشریح وتفسیر کرتے ہوئے علامہ بدرالدین عینی فرماتے ہیں:

عمدۃ القاری:

قَوْلُهٗ (اَوَّلُ جَيْشٍ مِّنْ اُمَّتِيْ يَغْزُوْنَ الْبَحْرَ) اَرَادَ بِهٖ جَيْشَ مُعَاوِيَةَ وَقَالَ الْمُهَلَّبُ مُعَاوِيَةُ اَوَّلُ مَنْ غَزَا الْبَحْرَ وَقَالَ ابْنُ جَرِيْرٍ

قَالَ بَعْضُهُمْ كَانَ ذٰلِكَ فِي سَنَةِ سَبْعٍ وَّعِشْرِيْنَ وَهِيَ غَزْوَةُ قُبْرُصَ فِي زَمَنِ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ وَقَالَ الْوَاقِدِيُّ كَانَ ذٰلِكَ فِي سَنَةِ ثَمَانٍ وَّعِشْرِيْنَ وَقَالَ اَبُوْ مَعْشَرٍ غَزَاهَا فِي سَنَةِ ثَلَاثٍ وَّثَلَاثِيْنَ وَكَانَتْ اُمُّ حَرَامٍ مَعَهُمْ وَقَالَ ابْنُ الْجَوْزِيِّ فِي جَامِعِ الْمَسَانِيْدِ اَنَّهَا غَزَتْ مَعَ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ فَوَقَصَتْهَا بَغْلَةٌ شَهْبَاءُ فَوَقَعَتْ فَمَاتَتْ وَقَالَ هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ رَاَيْتُ قَبْرَهَا وَوَقَفْتُ عَلَيْهِ بِالسَّاحِلِ بِفَاقِيْسَ۔

قَوْلُهٗ (قَدْ اَوْجَبُوْا) قَالَ بَعْضُهُمْ اَيْ وَجَبَتْ لَهُمُ الْجَنَّةُ قُلْتُ هٰذَا الْكَلَامُ لَا يَقْتَضِيْ هٰذَا الْمَعْنٰى وَاِنَّمَا مَعْنَاهُ اَوْجَبُوْا اِسْتِحْقَاقَ الْجَنَّةِ۔

(عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری
جزء ۱۴ صفحہ نمبر ۱۹۸ مطبوعہ بیروت
طبع جدید)

ترجمہ:۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد فرمانا کہ وہ سب سے پہلا لشکر ہو

دریا کی لڑائی لڑے گا،، آپ کی مراد اس سے حضرت معاویہ کا لشکر ہے مہلب کہتے ہیں۔ کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ہی وہ پہلے شخص ہیں۔ جنہوں نے دریا کی لڑائی لڑی۔ ابن جریر کہتے ہیں۔ بعض حضرات کا کہنا ہے۔ کہ یہ لڑائی ۲۷ ہجری میں ہوئی۔ اور یہی غزوہ قبرص ہے۔ جو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں واقعہ ہوا۔ واقدی نے کہا کہ یہ جنگ ۲۸ ہجری میں ہوئی۔ ابو معشر کے قول کے مطابق یہ سن ۳۳ ہجری میں لڑی گئی۔ ام حرام رضی اللہ عنہا اس لشکر کے ساتھ تھیں۔ ابن الجوزی نے جامع المسانید میں کہا۔ کہ ام حرام رضی اللہ عنہا نے حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ کی معیت میں جنگ لڑی۔ خچر نے انہیں نیچے گرادیا۔ اور وہ گرتے ہی انتقال کر گئیں۔ ہشام ابن عامر کہتے ہیں۔ میں نے ام حرام رضی اللہ عنہا کی قبر کی زیارت کی۔ وہاں کچھ دیر کھڑا بھی رہا۔ وہ فاقیس کے ساحل پر واقع ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ "ان کے لیے واجب ہو گیا" بعض حضرات نے اس کی تشریح میں کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا مطلب یہ ہے۔ کہ ان کے لیے جنت واجب ہو گئی ہے میں (علامہ عینی) کہتا ہوں۔ کہ یہ کلام اس معنی کا تقاضا نہیں کرتا۔ بلکہ معنی یہ ہے۔ کہ وہ لوگ لازمی جنت کے حق دار ہو گئے۔

تلخیص کلام:۔

جنگ قبرص یا قسطنطنیہ میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ایک عام فوجی کی حیثیت سے شریک نہ ہوئے۔ بلکہ اس جنگ کے شرکاء کی کمان حضرت

حضرت امیر معاویہ کے ہاتھ میں تھی۔ ان کے ساتھ ان کی بیوی اور بچے بھی تھے۔ کیونکہ قبرص پر حملہ کرنے کے لیے جب انہیں مشروط اجازت دی گئی۔ تو اسی شرط کے مطابق بال بچے بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے دریائی اور سمندری لڑائی کی ابتداء کے لیے جس شخصیت کو منتخب کیا۔ وہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہی تھے۔ اس فتح سے کثیر تعداد میں مال غنیمت اور بہت سے غلام وغیرہ ہاتھ آئے۔ اور بہت سا جزیہ مملکت اسلامیہ کو وصول ہوا۔

حدیث مذکور میں جب جنگ قبرص میں ہر شریک کے لیے جنت کا وجوب یا استحقاق وجوب کا مژدہ سنایا گیا۔ اور وہ بھی اس زبان اقدس سے کہ جس کی زبان سے وحی بولتی ہے۔ تو اس جنگ کے فوجیوں کے سپہ سالار کے لیے کون سی کسر رہ جائے گی۔ کہ انہیں ان سب سے علیحدہ کر کے جنتی ہونے سے محروم کیا جا سکے۔ تو جب حضرت امیر معاویہ رض اس حدیث کے بموجب جنتی ٹھہرے۔ اور انہی کی بدولت وہ علاقہ زیر نگیں آیا۔ جس کا حصول حضرت فاروق اعظم ایسی عظیم شخصیت سے نہ ہو سکا۔ ایسے شخص کے ایمان اور جذبہ جہاد کے متعلق کیسے شک ہو سکتا ہے۔ اس لیے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا نام لے کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ الزام دھرنا کہ آپ نے اپنے دور خلافت میں نااہل اور بدکردار لوگوں کو عامل مقرر کیا۔ اس الزام کو کون سچا مان سکتا ہے۔ بلکہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے اس حسن انتخاب پر اُن کو داد دینی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہدایت عطاء فرمائے۔

ایک غلط فہمی اور اس کا ازالہ

یاد رہے۔ کہ کچھ لوگ غلط فائدہ اٹھاتے ہوئے اسی حدیث سے کہ جس سے حضرت امیر معاویہ کا جنتی ہونا ثابت ہوتا ہے۔ یہ ثابت کرتے ہیں۔ کہ اسی حدیث کے آخری حصہ کے مطابق "یزید" بھی جنتی ہے۔

اس غلط فہمی کا جواب یزید کی سیرت و کردار کے ضمن میں ہم ذکر کر چکے ہیں۔ جس کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ حدیث کے آخری الفاظ میں ایک لفظ "مَغْفُوْرٌ لَّهُمْ" ہے، اس سے یہ معنی لیا گیا ہے۔۔ لیکن اس لفظ کا صحیح معنی یہ ہے۔ کہ ان کے سابقہ گناہ معاف کر دیئے گئے ہیں۔ جیسا کہ حج کرنے والے کے متعلق آتا ہے۔ یہ معنی نہیں کہ اگلے پچھلے تمام گناہ معاف ہو گئے۔ لہٰذا یزید نے جو اس واقعہ کے بعد گناہ کئے۔ ان کے پیش نظر اس کے جنتی ہونے کا قطعی فیصلہ نہیں ہو سکتا۔ حقیقت یہ ہے کہ یزید نے اس کے بعد آل رسول صلے اللہ علیہ وسلم پر میدان کربلا میں وہ ظلم وستم کیا۔ اور اس کے بعد مدینہ منورہ میں جو قتل و غارت کا بازار گرم کیا۔ اس سے تو اس کا کافر و ملعون ہونا ثابت ہوتا ہے۔ چونکہ اس کا یہ فعل خبر واحد سے ثابت ہے۔ اس لیے بعض علماء نے اس کی تکفیر میں سکوت فرمایا۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار۔)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی اپنے دور میں فتوحات

سنہ ۴۳ھ میں رومی فتوحات:

ناسخ التواریخ:

دہم درایں سال معاویہ بسر بن ارطاۃ را با لشکری لائق بجانب روم رواں فرمود قسطنطین بن ہراکلیوس ثانی کہ سلطنت روم داشت گروہے از بطارقہ را با لشکر ہائے فراواں فرمان کرد تا جنگ عرب را پذیرہ شدند بسر بن ارطاۃ بنیک بکوشید ولشکر روم را ہزیمت کرد و تا در قسطنطین براند۔

(ناسخ التواریخ۔ حالات امام حسن رض
جلد دوم صفحہ نمبر ۶۰ مطبوعہ تہران
طبع جدید)

ترجمہ:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسی سال (سنہ ۴۳ھ) بسر بن ارطاۃ کو ایک اچھا خاصا لشکر دیکر روم کی طرف روانہ کیا۔ قسطنطین بن ہراکلیوس ثانی تھے جو کہ روم کا بادشاہ تھا۔ بطواتوں کے ایک گروہ کو بہت سا لشکر دیکر حکم دیا۔ کہ عربوں کے ساتھ جنگ کی جائے۔ بسر بن ارطاۃ نے خوب جم کر مقابلہ کیا۔ اور رومیوں کو شکست دے کر قسطنطین کی طرف دھکیل دیا۔

۴۷ھ میں بلادِ ترکستان کی فتوحات

ناسخ التواریخ:

وہم دریں سال عبداللہ بن سوار العبدی کہ در جیش خراسان بود آہنگ بلاد ترکستان کرد و بسیار حصون حصین و قلاع متین را بگشود و مال و اسیر فراواں، فراہم کرد و آہنگ مراجعت نمود۔

(ناسخ التواریخ جلد دوم از زندگی امام حسن رضی اللہ عنہ ص ۱۰۲ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:۔

اسی سال (۴۷ھ) جیش خراسان کے ایک مشہور مجاہد عبداللہ بن سوار العبدی نے ترکستان کے شہروں کا رُخ کیا۔ اور بہت سے مضبوط قلعے اور محفوظ مورچوں کو فتح کیا۔ کافی مقدار میں مال اور بہت سے لوگوں کو قیدی بنایا۔ اور واپسی کا ارادہ کیا۔

بخارا اور سمرقند کی فتوحات

ناسخ التواریخ:

اکنوں بر سخن رویم چوں سعید بن عثمان بر در بخارہ لشکرگاہ کرد و سپاہ را ساختہ جنگ ساخت خنگ خاتون در خویشتن آں نیرو ندید کہ بادی

نبرد آزمائید۔ جماعتی از صنادید بخارا در انزدیک سعید گسیل داشت و خواستار صلح وسلم گشت سعید مسئلت او را اجابت کرد بشرط کہ بیست تن از پسران ملوک بخارا را نزدیک وی بگروگان فرستد وسی صد ہزار درہم نقد تسلیم دارد واز مملکت خود بجانب سمرقند دلیل وراہنما ملازم رکاب فرماید وراہ کشادہ دارد واں ہنگام خنگ خواتون پذیرفت وبرایں جملہ صلح مقرر گشت وبزیادت از ایں خنگ خاتون حملی عظیم منصب مہدی انفاذ خدمت سعید داشت پس سعید از بخارا بجانب سمرقند رواں شد چوں راہ با شہر نزدیک کرد لشکر ہائے سمرقند او را پذیرہ جنگ شدند۔ از دو سوی صفہا راست کردند وروی در روی ایستادہ شدند...... بالجملہ دراں روز میان لشکر سعید ومردم سمرقند جنگ صعب افتاد تا گاہیکہ تاریکی جہان فرو گرفت ہر دو لشکر لازم زدند واز یک دیگر فراوان بکشتند چوں شب میانجی گشت از ہم باز شدند وبامداداں بر سر جنگ آمدند یک ماہ تمام کار بدیں منوال میرفت۔

(ناسخ التواریخ جلد دوم ص ۹۵، ۹۶۔ از زندگانی امام حسن مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

جب سعید بن عثمان نے بخارا شہر کے نزدیک پڑاؤ ڈالا۔ اور لشکر کو جنگ کے لیے تیار کیا۔ تو بخارا کی حکمران خنگ نامی خاتون نے دیکھا کہ لڑنے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ بخارا کے چند معتبر رومیوں کو سعید بن عثمان کے پاس بھیجا۔ اور صلح صفائی کی درخواست کی۔ سعید نے اس کی بات اس شرط پر تسلیم کی۔ کہ شاہی خاندان کے بیس آدمی گروگان میرے پاس بھیجے جائیں۔ اور تین ہزار درہم نقد سپرد کیے جائیں۔ اس کے بعد سعید نے

بخارا سے سمرقند کا رخ کیا۔ یہ بیس آدمی راستہ جاننے والے ساتھ تھے۔ یہ شرائط اس خاتون نے تسلیم کریں۔ صلح ہو گئی۔ اس سے بڑھ کر اس خاتون نے بہت سا مال اور دیگر اشیاء بھی سعید کی خدمت میں روانہ کیں جب سعید سمرقند کے نزدیک پہنچا۔ سمرقند کا لشکر جنگ پر آمادہ ہوا۔ دونوں طرف سے صف آرائی ہوئی۔ ایک دوسرے کے سامنے کھڑے ہو گئے مختصر یہ کہ پہلے دن سعید اور سمرقندی لشکر کے درمیان گھمسان کی جنگ ہوئی دن ڈھلا۔ اور رات کی تاریکی چھا گئی۔ دونوں طرف سے لڑائی بند ہو گئی اسی طرح ایک ماہ تک متواتر لڑائی ہوتی رہی۔ بالآخر سعید نے جنگ جیت لی۔

الحاصل:

اگرچہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ رشتہ نسبی کے اعتبار سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے چچازاد بھائی تھے۔ لیکن اس رشتہ کی بنا پر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو موردِ الزام ٹھہرانا کسی طور پر بھی درست نہیں۔ کہ آپ نے اپنے رشتہ داروں کو منصب و امارت عطا کی۔ اس طرح آپ اقرباء پروری کے مرتکب قرار پائے۔ یہ الزام ایک تو اس لیے فضول ہے۔ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان نے کوئی نیا گورنر مقرر نہیں فرمایا تھا۔ بلکہ یہ حضرت تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور سے شام کے گورنر چلے آ رہے تھے۔ دوسری بات یہ کہ ان کی اہلیت اور استعداد کوئی ڈھکی چھپی نہ تھی۔ بلکہ وہ ایک قابل اور اونچے درجے کے اہل تھے۔ ان کی اہلیت اور امور مملکت میں سوجھ بوجھ کے لیے ان کی فتوحات کو بطور دلیل پیش کیا جا سکتا ہے۔ ان فتوحات کا تذکرہ خود کتب شیعہ میں مذکور ہے۔ جن کے حوالہ جات آپ

بھی ملاحظہ فرما چکے۔ اس قدر بے بکثرت فتوحات اور اس قدر زر کثیر سے اسلامی خزانہ کو بھر دینا ان کے اہل اور بہادر جرنیل ہونے کے لیے کافی ہے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی فتوحات، امور مملکت کی انجام دہی اور ملک و ملت کی فلاح و بہبود کے کارنامے دیکھے جائیں۔ پھر ان کی حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم سے دلی عقیدت اور قلبی محبت ملاحظہ کی جاوے۔ (کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اقدس سے لگے۔ پکڑوں میں کفن دینے کی وصیت کی جس پر عمل بھی ہوا۔) تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ایک بہادر اور امور سیاست سے واقف ہونے کے ساتھ ساتھ محبت رسول خدا میں کس قدر گہرے تھے۔ ان کا ایمان کس قدر مضبوط تھا۔ ان کی دعاؤں میں اللہ نے کیسی قبولیت رکھی تھی۔ ان کے لیے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے نگاہ نبوت سے سب کچھ دیکھ کر ہادی اور مہدی ہونے کی دعا فرمائی تھی۔ ان تمام باتوں سے حقیقت یہ ہے۔ کہ ان کے کامل الایمان اور عاشق رسول ہونے کی شہادت ملتی ہے۔ پھر بھی اگر کوئی الزام دھرے۔ کہ ایسے ویسے تھے۔ تو اس سے بڑھ کر بدبخت کون ہوگا۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی اہلیت حکومت پر دلیل نمبر ۵

حسنین کریمین نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کر کے ان کی اہلیت اور استحقاق کو ثابت کر دیا۔

رجال کشی:

قَيْسُ بْنُ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ جِبْرَائِيلُ ابْنُ اَحْمَدَ وَ اَبُوْ اِسْحٰقَ حَمْدَوِيه وَاِبْرَاهِيْمُ اِبْنَا نُصَيْرٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيْدِ الْعَطَّارُ الْكُوْفِيُّ عَنْ يُوْنُسَ بْنِ يَعْقُوْبَ عَنْ فَضْلٍ غُلَامِ مُحَمَّدِ بْنِ رَاشِدٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُوْلُ اِنَّ مُعَاوِيَةَ كَتَبَ اِلَى الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ صَلَوَاتُ اللهِ عَلَيْهِمَا اَنْ اَقْدِمْ اَنْتَ وَالْحُسَيْنُ وَاَصْحَابُ عَلِيٍّ فَخَرَجَ مَعَهُمْ قَيْسُ بْنُ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ الْاَنْصَارِيُّ وَقَدِمَ الشَّامَ فَاَذِنَ لَهُمْ مُعَاوِيَةُ وَاَعَدَّ لَهُمُ الْخُطَبَاءَ وَقَالَ يَا حَسَنُ قُمْ فَبَايِعْ فَقَامَ فَبَايَعَ ثُمَّ قَالَ لِلْحُسَيْنِ

عَلَيْهِ السَّلَامُ قُمْ فَبَايِعْ فَقَامَ فَبَايَعَ ثُمَّ قَالَ يَا قَيْسُ قُمْ فَبَايِعْ فَالْتَفَتَ إِلَى الْحُسَيْنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَنْظُرُ مَا يَأْمُرُهُ فَقَالَ يَا قَيْسُ إِنَّهُ إِمَامِي يَعْنِي الْحَسَنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔

(۱۔ رجال کشی ص۱۰۲ مطبوعہ کربلا ذکر قیس بن سعد۔ طبع جدید)
(۲۔ بحار الانوار جلد ۴۴ صفحہ نمبر ۶۱ ذکر مصالحت الحسن۔ طبع جدید سا ایران)
(۳۔ بحار الانوار جلد ۱۰ صفحہ نمبر ۱۲۴ طبع قدیم)

ترجمہ:۔

(بحذف اسناد) راوی کہتا ہے۔ کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق رضی سے یہ فرماتے سنا۔ کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے امام حسن رضی اللہ عنہ کی طرف رقعہ لکھا۔ کہ آپ خود اور امام حسین و دیگر اصحاب علی کو لے کر میرے ہاں تشریف لائیں۔ ان کے ساتھ قیس بن سعد بن عبادہ الانصاری بھی تھے جب یہ شام پہنچے۔ تو امیر معاویہ نے انہیں اپنے ہاں اندر آنے کی، اجازت دی۔ اور ان کے لیے خطیب مقرر کیے۔ اور کہا۔ اے حسن! اٹھیے اور بیعت کیجئے۔ یہ اٹھے اور بیعت کی۔ پھر امام حسین کو کہا انہوں نے بھی بیعت کر لی۔ ان کے بعد جب قیس بن سعد کو بیعت کرنے کو کہا۔ تو انہوں نے امام حسین کی طرف اس غرض سے دیکھا۔ کہ اس بارے

میں امام کا کیا رائے ہے۔ امام حسین نے فرمایا۔ اے قیس! امام حسن ہمارے امام ہیں۔

(لہذا جو کچھ انہوں نے کیا تم بھی ویسے ہی کرو اور حضرت معاویہ کی بیعت کرو)

شیعوں نے امام حسین رض کو امیر معاویہ رض کی بیعت توڑنے پر بہت زیادہ اکسایا۔

الاخبار الطوال:

قَالَ فَخَرَجَ مِنْ عِنْدِهٖ وَ دَخَلَ عَلَى الْحُسَيْنِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مَعَ عُبَيْدَةَ بْنِ عَمْرٍو فَقَالَا اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ شَرِبْتُمُ الذُّلَّ بِالْعِزِّ وَ قَبِلْتُمُ الْقَلِيْلَ وَ تَرَكْتُمُ الْكَثِيْرَ اَطِعْنَا الْيَوْمَ وَ اعْصِنَا الدَّهْرَ دَعِ الْحَسَنَ وَمَا رَاٰى مِنْ هٰذَا الصُّلْحِ وَاجْمَعْ اِلَيْكَ شِيْعَتَكَ مِنْ اَهْلِ الْكُوْفَةِ وَغَيْرِهَا وَ وَلِّنِيْ وَصَاحِبِيْ هٰذِهِ الْمُقَدَّمَةَ فَلَا يَشْعُرُ ابْنُ هِنْدٍ اِلَّا وَ نَحْنُ نُقَارِعُهٗ بِالسُّيُوْفِ فَقَالَ الْحُسَيْنُ اِنَّا قَدْ بَايَعْنَاهُ وَعَاهَدْنَا وَ لَا سَبِيْلَ اِلٰى نَقْضِ

بَیْعَتِنَا۔

(الاخبار الطوال مطبوعہ بیروت ص۲۲۰
تذکرہ زیاد بن ابیہ)

ترجمہ:

حجر بن علی امام حسن رضی اللہ عنہ کو سخت ملامت کرنے کے بعد جب باہر نکلا۔ اور عبیدہ بن عمرو کے ساتھ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے حضور آیا۔ ان دونوں نے امام حسین رضی اللہ عنہ سے کہا۔ اے ابو عبداللہ! تم نے عزت کے بدلے ذلت کے گھونٹ پی لیے۔ اور کثیر کو چھوڑ کر قلیل کو منظور کر لیا۔ آج ہماری مان لیجئے۔ پھر تمام عمر کبھی نہ ماننا۔ ہمیں اور امام حسن رضی اللہ عنہ کو میدان میں چھوڑ دیں۔ اور ان کے ساتھ ہر وہ شخص جو ان کی امیر معاویہ سے صلح کو درست کہتا ہو۔ وہ بھی ہمارے مقابلہ میں آجائے۔ تم اپنے شیعوں کو اپنے ساتھ ملاؤ۔ وہ کوفی ہوں یا کہیں اور کے۔ مجھے اور میرے ساتھیوں کے یہ معاملہ سپرد کر دیجئے۔ تو ابن ہند (امیر معاویہ) کو اس وقت پتہ چلے گا۔ جب ہم تلواروں کو اس کے سامنے لہرا رہے ہوں گے۔ یہ سن کر امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ دیکھو ہم نے ان کی بیعت کر لی ہے۔ اور باہم معاہدہ کر لیا ہے۔ اور اس بیعت کو توڑنے کا ہمارے پاس کوئی راستہ نہیں ہے۔

لمحہ فکریہ:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی اہلیت اور ان کی پختگی ایمان کی یہ کتنی بڑی دلیل ہے۔ کہ حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما نے بلا جبر و اکراہ

ان کی بیعت کی۔ اور تادم آخر اس بیعت پر قائم رہے۔ بلکہ اگر کسی وقت شیعوں نے انہیں امیر معاویہ کے خلاف اُکسانے کی کوشش کی۔ اور بیعت توڑنے پر زور دیا۔ اور اپنی طرف سے ان کے ساتھ جنگ کرنے کی پیش کش کی۔ تو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے نہ صرف انکار کیا۔ بلکہ فرمایا۔ کہ ہم نے یہ فیصلہ سوچ سمجھ کر کیا ہے۔ اور درست کیا ہے لہذا اب ہم سے یہ توقع نہ کریں۔

اور اس پر مزید یہ کہ جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو اس قسم کی باتوں کا علم ہوا۔ تو انہوں نے امام حسین رضی اللہ عنہ کو اس بارے میں خط لکھا۔ تو امام موصوف نے جناب امیر معاویہ کو ان الفاظ میں جواب دیا۔

مقتل ابی مخنف:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ اَمَّا بَعْدُ! فَقَدْ وَصَلَنِیْ كِتَابُكَ وَ فَهِمْتُ مَا ذَكَرْتَ وَ مَعَاذَ اللّٰهِ اَنْ اَنْقُضَ عَهْدًا عَهِدَهٗ اِلَيْكَ اَخِی الْحَسَنُ وَ اَمَّا مَا ذَكَرْتَ مِنَ الْكَلَامِ فَاِنَّهٗ اَوْصَلَهٗ اِلَيْكَ الْوُشَاةُ الْمُلْقُوْنَ بِالنَّمَائِمِ الْمُفَرِّقُوْنَ بَيْنَ الْجَمَاعَاتِ فَاِنَّهُمْ وَ اللّٰهِ يُكَذِّبُوْنَ۔

(مقتل ابی مخنف ص ۲ تا ۱، مطبوعہ نجف اشرف طبع جدید)

ترجمہ:

اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔ امابعد! آپ کا نامہ مجھ تک پہنچا۔ اور اس کی تحریر کو میں نے خوب جانا۔ خدا کی پناہ۔ میں اس معاہدہ کو ہرگز توڑنے کی سوچ بھی نہیں سکتا۔ جس کو میرے بھائی حسن نے آپ سے کیا تھا۔ اور رہی یہ بات کہ وہ باتیں جو آپ نے میری طرف سے سنیں۔ تو وہ جھوٹے چغلخوروں نے آپ تک پہنچائیں۔ وہ مسلمانوں کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنے والے ہیں خدا کی قسم! وہ سب بکتے ہیں۔

ان حوالہ جات سے معلوم ہوا۔ کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کسی طور بھی، امیر معاویہ کی بیعت توڑنے کے لیے تیار نہ تھے۔ اور جن لوگوں نے خفیہ طور پر ان دونوں حضرات کے درمیان غلط فہمیاں پیدا کرنے کی کوشش کی۔ آپ نے انہیں چغلخور، جھوٹے۔ اور انتشار پسند قرار دیا ہے۔ امام حسین رضی اللہ عنہ کا یہ طریقہ اور انداز اس بات کی نشاندہی کرتا ہے۔ کہ آپ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو امت مسلم کا خلیفہ اور خیر خواہ تصور کرتے تھے۔ اور ان کے خلاف بغاوت وغیرہ کو قابلِ مذمت فعل سمجھتے تھے۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی نہ خود مخالفت کی۔ اور نہ کسی مخالف کی بات پر اعتماد کیا۔ اُدھر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دل میں بھی ان کا بے حد احترام تھا۔ جس کا ثبوت کتب شیعہ میں موجود ہے۔ ملاحظہ ہو۔

الاخبار الطوال:

وَ لَمْ يَرَ الْحَسَنُ وَ الْحُسَيْنُ طُوْلَ حَيَاةِ مُعَاوِيَةَ مِنْهُ سُوْءًا فِيْ اَنْفُسِهِمَا وَ لَا

مَكْرُوهًا وَلَا قَطَعَ عَنْهُمَا شَيْئًا مِمَّا كَانَ شَرَطَ لَهُمَا وَلَا تَغَيَّرَ لَهُمَا مِنْ بِرٍّ۔

(الاخبار الطوال ص ۲۲۵/امیر معاویہ وعمرو بن العاص)

ترجمہ:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی پوری زندگی میں حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما نے کوئی ایسی بات نہ دیکھی۔ جو ان کے لیے پریشانی کا باعث بنے۔ نہ کوئی ناپسندیدہ امر دیکھنے میں آیا۔ اور نہ ہی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان سے کوئی چیز بچا کر اور چھپا کر رکھی۔ جو ان کے مابین بطور معاہدہ طے پائی۔ اس کے علاوہ کسی قسم کی بھلائی سے انہیں محروم نہ کیا۔

مختصر یہ کہ:

سیدنا حضرت امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے کسی قسم کی کوئی ناراضگی نہ تھی۔ اور نہ ہی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو ان سے کوئی بیر اور دشمنی تھی۔ بلکہ طرفین میں مکمل ہم آہنگی اور خیر خواہی کے جذبات کارفرما تھے۔ حسنین کریمین نے اپنی تمام زندگی ان کی خلافت کو حق سمجھ کر ان کے ماتحت گزار دی۔ اور اُدھر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے پورے دورِ خلافت میں ان سے کوئی اچھائی اور بہتری چھپا کر نہ رکھی۔ اس سے یہ بات بالکل عیاں ہے۔ کہ امام حسین رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ کی بیعت صدق دل اور اسے حق سمجھ کر کی۔ ورنہ یہی امام ہیں کہ یزید ایسے غلط آدمی کی بیعت کرنے پر اپنی اور اپنے بہتر ساتھیوں اور رشتہ داروں کی جانیں تو سپرد خدا کر دیں۔ لیکن بیعت کرنے کے لیے ہاتھ نہ بڑھایا۔

لہٰذا آپ کے متعلق یہ کہنا کہ آپ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت دل کی خوشی سے نہ کی تھی۔ بلکہ محض وقت گزارنے کے لیے از روئے تقیہ کی تھی حضرات امام حسنین کریمین اور حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہم کے بارے میں اس قسم کی گھٹیا بات ان کی گستاخی اور ان کی عزت و وقار سے کھیلنے کے مترادف ہے۔

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا یہ عمل ثابت کرتا ہے۔ کہ وہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو خلیفۂ برحق سمجھتے تھے۔ اور ان کی بیعت کو صحیح اسلامی بیعت گردانتے تھے۔ اور انہیں یہ بھی علم تھا۔ کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نہ یہ کہ کامل الایمان ہیں۔ بلکہ وہ امور مملکت اور سیاست ملکی و ملی میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ اس قدر وضاحت اور وہ بھی کتب شیعہ سے کے باوجود پھر بھی اگر کوئی معاند و مخالف یہ پروپیگنڈا کرتا پھرے کہ حضرت امیر معاویہ نااہل تھے۔ اُن کی امورِ مملکت سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ وہ دراصل اپنی قسمت کو پیٹ رہا ہے۔ اور اپنی آخرت کو برباد کر رہا ہے جس شخصیت کو حضرات امام حسنین کریمین رضی اللہ عنہما نے اپنا اور تمام امت مسلمہ کا خلیفہ برحق مانا۔ اگر کسی اندھے دل اور بے بصیرت کو یہ سمجھ نہ آتا ہو۔ تو یہ اس کی بدنصیبی اور گمراہی ہے۔ مختصر یہ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ذات کو بُرا بھلا کہنا دراصل اُن کے مداحوں یعنی حضرت حسنین کریمین پر بعض طعن کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ حق سمجھنے اور اُسے قبول کرنے کی توفیق و ہمت عطاء فرمائے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

*

طعن ہشتم

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک ایسے شخص کو عامل بنایا جس کا فاسق ہونا نص قطعی سے ثابت ہے۔

ولید بن عقبہ کہ جس کی اہلیت کے چرچے کیے جا رہے ہیں۔ اور فتوحات گنوائی جا رہی ہیں۔ یہ اپنے مقام پر لیکن اسی شخص کے بارے میں قرآن کریم میں "فاسق" کا لفظ استعمال ہوا ہے اس کا پس منظر مختصر یہ کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی ولید بن عقبہ کو قبیلہ بنی مصطلق سے زکوٰۃ کی وصولی کے لیے بھیجا تو اس کے وہاں پہنچنے پر اس قبیلے کے لوگ استقبال کی خاطر اکٹھے ہوئے۔ جب اسے پتہ چلا تو وہیں سے واپس پلٹ آیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آ کر یہ بتلایا کہ قبیلہ بنی مصطلق کے لوگ اسلام سے پھر گئے ہیں اور وہ زکوٰۃ دینے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ اس کی اس خبر پر اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرمائی یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْٓا اَنْ تُصِیْبُوْا الخ۔ پ ۲۶ سورۃ الحجرات)۔

تفسیر کبیر:

فِیْ سَبَبِ نُزُوْلِ هٰذِهِ الْاٰیَةِ هُوَ اَنَّ النَّبِیَّ

26

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ الْوَلِيدَ بْنَ عُقْبَةَ وَهُوَ اَخُو عُثْمَانَ لِاُمِّهٖ اِلٰى بَنِى الْمُصْطَلِقِ وَلِيًّا وَمُصَدِّقًا فَالْتَقَوْهُ فَظَنَّهُمْ مُقَاتِلِيْنَ فَرَجَعَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ اِنَّهُمْ اِمْتَنَعُوْا وَمَنَعُوْا۔

تفسیر کبیر جز ۲۸ ص ۱۱۹ زیر آیت
یا ایہا الذین آمنوا ان جاءکم فاسق الخ
مطبوعہ مصر۔

ترجمہ۔

اس آیت کریمہ کا سبب نزول یہ ہے کہ ولید بن عقبہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ بنی مصطلق پر ولی اور زکوٰۃ وصول کرنے کا مجاز بنا کر بھیجا۔ یہ ولید حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا رضاعی بھائی تھا۔ قبیلہ بنی مصطلق کے لوگوں نے اس کی آمد پر اکٹھے ہو کر اس کا استقبال کرنا چاہا۔ تو اس نے یہ سمجھا کہ یہ لوگ ہم سے لڑائی پر تلے بیٹھے ہیں۔ تو وہیں سے ولید واپس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آگیا۔ اور عرض کی۔ وہ لوگ زکوٰۃ دینے سے انکاری ہو گئے ہیں۔

علامہ فخر الدین رازی اہل سنت کے ممتاز مفسر ہیں۔ انھوں نے آیت کریمہ کے سبب نزول میں اس امر کا صاف صاف اقرار کیا کہ لفظ "فاسق" اسی ولید بن عقبہ کے بارے میں کہا گیا ہے لہٰذا جس آدمی کو اللہ تعالیٰ فاسق قرار دے، جو جھوٹی خبریں سنائے۔ دل میں غلط فہمیاں پھیلانے لگائے ایسے آدمی کو حضرت عثمان نے گورنر بنایا۔ یہ کیونکر درست ہو سکتا ہے؟

جواب۔ آیت میں ولید کو فاسق نہیں کہا گیا

ہماری طرف سے ایک عمومی اصل کے تحت یہ جواب ہے کہ ہم حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے علاوہ کسی دوسرے انسان کو معصوم نہیں قرار دیتے۔ لہٰذا غیر معصوم حضرات سے غلطی اور گناہ کا سرزد ہونا کوئی بعید از عقل نہیں ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ سچی توبہ گناہوں کو دھو ڈالتی ہے۔ اور در توبہ ابھی بند نہیں ہوا بحکم اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ وہ توبہ و استغفار کرنے پر اپنے بندے کے گناہ معاف کر دیتا ہے۔ موت سے پہلے کوئی بھی بھولا بھٹکا اُس کے در پر آگرے وہ قلمِ عفو سے اُس کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ملی ہوئی ایک نعمت کے مقابلہ میں یہ کہنا کہاں تک درست ہے کہ جس نے کوئی ایک آدھ مرتبہ گناہ کر لیا وہ ہمیشہ کے لیے فاسق ہو گیا۔

رہا یہ کہ امام رازی ایسے عظیم مفسر قرآن نے ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کے فاسق ہونے کو تسلیم کر لیا ہے تو یہ سراسر اتہام اور امام موصوف کی ذات کو بدنام کرنے کی مذموم کوشش ہے۔ اگر عقل و خرد اور شرم و حیاء کا دامن ہاتھ میں ہوتا تو معترض امام موصوف کی تفسیر کو ذرا آگے تک دیکھتا تو خود شرم سے اُس کا سر جھک جاتا لیکن .... آگے عبارت یوں ہے۔

تفسیر کبیر۔

وَاَمَّا اِنْ قَالُوْا بِاَنَّهَا نَزَلَتْ مُخْتَصًّا عَلَيْهِ مُتَعَدِّيًا اِلٰى غَيْرِهٖ فَلَا بَلْ نَقُوْلُ هُوَ نَزَلَ عَامًّا لِبَيَانِ التَّثَبُّتِ وَتَرْكِ الْاِعْتِمَادِ عَلٰى قَوْلِ الْفَاسِقِ وَيَدُلُّ عَلٰى ضُعْفِ مَنْ يَقُوْلُ اِنَّهَا نَزَلَتْ لِكَذَا اَنَّ اللّٰهَ

تَعَالٰى لَمْ يَقُلْ إِنِّي أَنْزَلْتُهَا لِكَذَا وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يُنْقَلْ عَنْهُ أَنَّهُ بَيَّنَ أَنَّ الْآيَةَ وَرَدَتْ لِبَيَانِ ذٰلِكَ فَحَسْبُ غَايَةُ مَا فِي الْبَابِ أَنَّهَا نُزِلَتْ فِي ذٰلِكَ الْوَقْتِ وَهُوَ مِثْلُ التَّارِيْخِ لِنُزُوْلِ الْآيَةِ وَنَحْنُ نُصَدِّقُ ذٰلِكَ وَيَتَأَكَّدُ مَا ذَكَرْنَا أَنَّ إِطْلَاقَ لَفْظِ الْفَاسِقِ عَلَى الْوَلِيْدِ شَيْءٌ بَعِيْدٌ لِأَنَّهُ تَوَهَّمَ وَظَنَّ فَأَخْطَأَ وَالْمُخْطِئُ لَا يُسَمّٰى فَاسِقًا۔

(تفسیر کبیر جز ۲۸ صـ۱۱۹ مطبوعہ مصر)

ترجمہ:

بہرحال معترضین اگر یہ کہیں کہ آیت مذکورہ ولید بن عقبہ کے بارے میں نازل ہوئی اور پھر اس کے بعد دوسروں کے لیے یہی حکم ہو گیا تو ایسا نہیں۔ بلکہ ہم کہتے ہیں کہ یہ آیت کسی بھی فاسق کے قول اور اس کی بات کو معتبر سمجھنے کے بارے میں عام حکم کے طور پر نازل کی گئی ہے۔ اس معترض کے قول کے ضعیف ہونے پر دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ آیت مذکورہ فلاں کے لیے نازل کی گئی ہے اور نہ ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ منقول کہ آپ نے فرمایا ہو کہ آیت مذکورہ فلاں کے بیان کے متعلق اتاری گئی۔ دوسروں کے لیے یہ حکم نہیں۔ لے دے کے جو کچھ اعتراض بنتا ہے وہ یہ ہے کہ یہ آیت فلاں وقت اجبکہ ولید بن عقبہ کا واقعہ پیش آیا نازل کی گئی۔ اور یہ تو آیت کریمہ کے نزول کی تاریخ کی طرح

(اعتراض بنتا) ہے۔ ہم اس کی تصدیق کرتے ہیں۔ ہم نے اوپر جو کچھ معترضین کے جواب میں کیا اس کی تائید اس طرح بھی ہوتی ہے کہ ولید بن عقبہ پر لفظ "فاسق" کا بولا جانا بہت دُور کی بات ہے۔ کیونکہ (واقعہ مذکورہ میں بنی مصطلق کے جمع شدہ لوگوں کو حملہ آور اور مرتد سمجھنا) ان کا وہم و ظن تھا۔ جس میں انہوں نے غلطی کھائی۔ لیکن غلطی کھانے والے کو تو فاسق نہیں کہا جاتا۔

تجزیہ

امام فخرالدین رازی رحمۃ اللہ علیہ پر یہ الزام دھرنا کہ انہوں نے ولید بن عقبہ کو فاسق مان لیا۔ معترض کا کسقدر پُر فریب قول تھا۔ اپنے دجل و فریب کو چھپانے کی خاطر امام موصوف کی اگلی عبارت کو نقل کرنا چھوڑ دیا۔ کیونکہ اس سے معترض کے منہ پر اس زور کا طمانچہ لگتا کہ اس کی اگلی نسلیں بھی یاد کرتیں۔ امام موصوف نے بجائے اس کے کہ معترض کے حق میں کوئی بات کہتے۔ بالکل الٹ اس امر کی با دلائل تردید کی ہے کہ ولید بن عقبہ کو آیت زیر بحث میں فاسق کہا گیا ہے۔

آیت مذکورہ میں "فاسق" کس کو کہا گیا؟

امام فخرالدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر سے معترض نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ آیت مذکورہ کا سبب نزول ولید بن عقبہ کا واقعہ ہے۔ لہٰذا لفظ "فاسق" ان پر ہی بولا گیا۔ آئیے! تفسیر شیعہ اُٹھا کر دیکھیں۔ کیا ان کے ہاں اس آیت کا سبب یہی اور صرف یہی ہے؛ تاکہ اعتراض کی گنجائش نکل سکے۔

مجمع البیان۔

قَوْلُهُ اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌ نَزَلَ فِي الْوَلِيْدِ

بْنِ عَقْبَةَ ابْنِ مُعِيْطٍ بَعَثَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ وَ سَلَّمَ فِيْ صَدَقَاتِ بَنِي الْمُصْطَلَقِ فَخَرَجُوْا يَتَلَقَّوْنَهُ فَرِحًا بِهٖ وَ كَانَتْ بَيْنَهُمْ عَدَاوَةٌ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَظَنَّ اَنَّهُمْ هَمُّوْا بِقَتْلِهٖ فَرَجَعَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَ قَالَ اِنَّهُمْ مَنَعُوْا صَدَقَاتِهِمْ وَ كَانَ الْاَمْرُ بِخِلَافِهٖ فَغَضِبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَ هَمَّ اَنْ يَغْزُوَهُمْ فَنَزَلَتِ الْاٰيَةُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَمُجَاهِدٍ وَ قَتَادَةَ

وَ قِيْلَ اِنَّهَا نَزَلَتْ فِيْمَنْ قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ وَسَلَّمَ اِنَّ مَارِيَةَ اُمَّ اِبْرَاهِيْمَ يَأْتِيْهَا ابْنُ عَمٍّ لَهَا قِبْطِيٌّ فَدَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ عَلِيًّا وَ قَالَ اَخِيْ خُذْ هٰذَا السَّيْفَ فَاِنْ وَجَدْتَهٗ عِنْدَهَا فَاقْتُلْهُ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَكُوْنُ فِيْ اَمْرِكَ اِذَا اَرْسَلْتَنِيْ كَالسِّكَّةِ الْمُحْمَاةِ اَمْضِيْ لِمَا اَمَرْتَنِيْ اَمِ الشَّاهِدُ يَرٰى مَا لَا يَرَى الْغَائِبُ فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ وَسَلَّمَ

بَلِ الشَّاهِدُ يَرٰى مَا لَا يَرٰى الْغَائِبُ
قَالَ عَلِيٌّ فَاَقْبَلْتُ مُتَوَشِّحًا بِالسَّيْفِ
فَوَجَدْتُهُ عِنْدَهَا فَاخْتَرَطْتُ السَّيْفَ
فَلَمَّا عَرَفَ اَنِّيْ اُرِيْدُهُ اَتٰى نَخْلَةً
فَرَقِيَ الْبَهَائِمُ ثُمَّ رَمٰى بِنَفْسِهٖ عَلٰى
قَفَاهُ. وَ شَغَرَ بِرِجْلَيْهِ فَاِذَا اَنَّهٗ
اَجَبُّ اَمْسَحُ مَالَهٗ مِمَّا لِلرَّجُلِ قَلِيْلٌ
وَلَا كَثِيْرٌ فَرَجَعْتُ فَاَخْبَرْتُ النَّبِيَّ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَقَالَ
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ يَصْرِفُ عَنَّا السُّوْءَ
اَهْلَ الْبَيْتِ۔

(تفسیر مجمع البیان جلد ۵ جزء نہم صـ ۱۳۲
مطبوعہ تہران طبع جدید)۔

ترجمہ۔

آیت کریمہ "اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ" ولید بن عقبہ کے بارے میں نازل ہوئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بنی مصطلق سے صدقات کی وصولی کے لیے بھیجا تھا جب انہیں خبر ہوئی۔ تو وہ ان کا استقبال کرنے کی غرض سے اکٹھے ہوئے۔ انہیں ان کی آمد کی بہت خوشی تھی۔ دورِ جاہلیت میں ولید بن عقبہ اور بنی مصطلق کے درمیان کچھ عداوت رہی تھی جس کی بنا پر ولید بن عقبہ نے سمجھا کہ یہ لوگ میرے قتل کا تہیہ کیے ہوئے ہیں لہٰذا اس گمان پر وہ واپس آگئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آکر بتلایا۔ وہ تو زکوٰۃ دینے سے منکر ہو گئے ہیں۔ حالانکہ

معاملہ اسکے برعکس تھا۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غصہ آیا اور آپ نے بنی مصطلق کیساتھ لڑنے تک کا ارادہ فرمالیا۔ اسی پر آیت مذکورہ نازل ہوئی۔

اس آیت کا یہ شان نزول بھی بیان کیا گیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کے پاس ان کا چچازاد بھائی آیا کرتا تھا۔ حضرت ماریہ کے بطن سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے جناب ابراہیم پیدا ہوئے تھے۔ آپ نے یہ خبر سن کر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو فرمایا۔ یہ تلوار پکڑو۔ اور اگر وہی مذکور شخص تمہیں ماریہ کے گھر مل جائے تو اسے مار ڈالو۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے عرض کی۔ یا رسول اللہ! میں آپ کا ارشاد مانتا ہوں۔ جب میں تیار ہو گیا تو میری کیفیت اور غصہ ایسا ہو گا جیسا کہ ہل کا پھال گرم ہوتا ہے۔ حاضر جو کچھ دیکھتا ہے غائب اس کو نہیں دیکھتا۔ کیا ایسا ہی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ واقعی حاضر جو کچھ دیکھ پاتا ہے وہ غائب کو دیکھنا کہاں نصیب۔ حضرت علی المرتضیٰ فرماتے ہیں میں پھر تلوار لیے وہاں پہنچا تو میں نے دیکھا کہ وہ آدمی وہاں موجود ہے۔ میں نے تلوار سونتی جب اس نے دیکھ لیا کہ اب میری خیر نہیں تو وہ کھجور کے درخت کے قریب آیا اور اس پر چڑھ گیا۔ اوپر جا کر وہ اوندھا ہو گیا اور دونوں ٹانگیں پھیلا دیں تو پتہ چلا کہ وہ مردوں کی شرمگاہ سے بالکل خالی ہے۔ اس جگہ پر تھوڑا بہت کچھ بھی نہیں رکھتا۔ یہ دیکھ کر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ واپس تشریف لے آئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سارا واقعہ کہہ سنایا۔ آپ نے سن کر فرمایا۔ تمام تعریفیں اس اللہ کی کہ جس نے ہمارے اہل بیت سے ہر قسم کی برائی دور فرمائی (یعنی آیت مذکورہ اس شخص کے بارے میں نازل ہوئی جس نے حضرت ماریہ کی شکایت کی تھی)۔

تفسیر مجمع البیان کے حوالہ سے معلوم ہوا کہ آیت مذکورہ صرف ولید بن عقبہ کے

کے متعلق ہی نازل نہیں ہوئی بلکہ اس شخص کے بارے میں نازل ہوئی جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آپ کی زوجہ حضرت ماریہ کے متعلق غلط بات پہنچائی۔ لہٰذا اس آیت کریمہ کے ضمن میں حضرت ولید بن عقبہ کو کونسا کونسی دانش مندی ہے جبکہ ایک اور آدمی بھی اس کا مصداق بن رہا ہے۔ ہاں اگر آیت کریمہ یا کسی حدیث صحیح میں ولید بن عقبہ کی نشاندہی ہوتی تو بھی بات تھی۔ اس کے علاوہ یہی شیعی تفسیر یہ بھی بیان کر رہی ہے کہ بنی مصطلق اور ولید بن عقبہ کے خاندان کے درمیان میں دورِ جاہلیت میں عداوت تھی۔ اس دیرینہ عداوت کی بنا پر حضرت ولید بن عقبہ نے قیاس کیا کہ شاید یہ لوگ میرے قتل کے درپے ہیں تو ولید بن عقبہ کا یہ فیصلہ اجتہادی خطا کے ضمن میں آتا ہے۔ کیونکہ نہ تو انہوں نے اس شکایت کو قصداً بیان کیا اور نہ ہی کسی اور طریقے سے جان بوجھ کر غلطی کا ارتکاب کیا۔ لہٰذا اجتہادی غلطی پر کسی پر لعن طعن کرنا کیونکر درست ہو سکتا ہے؟

اگر اجتہادی غلطی اتنی ہی سنگین غلطی ہوتی ہے تو پھر معترض سے پوچھا جا سکتا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اسی قانون کے تحت کیوں نہ موردِ الزام ٹھہرے (حالانکہ اہلِ تشیع کے نزدیک امام کا معصوم ہونا لازم ہے اور ہم عصمت کے قائل نہیں ہیں) بلکہ خود سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا بھی اس اعتراض کی نشانہ بنے گی کہ ان دونوں حضرات نے حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا پر الزام لگانے والے کی بات کو درست کیونکر تسلیم کر لیا۔ حالانکہ وہ بالکل غلط تھا۔ صرف اس کو درست ہی نہ سمجھا بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس کے قتل پر مامور بھی کر دیا تھا بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قتل کرنے کے لیے تلوار بھی نکالی۔ لیکن وہ بچ نکلا۔ اس کے بعد جب حقیقتِ حال سامنے آئی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ رب العزت کا شکر بجا لائے۔

اگر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا اجتہادی خطا سے کسی کے قتل کا مصمم ارادہ کر لینا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اس کے قتل کا حکم فرما دینا باعثِ طعن اور موردِ الزام نہیں ہو سکتا اور یقیناً نہیں تو پھر ولید بن عقبہ کی اجتہادی غلطی کیونکر طعن کا سبب بن گئی۔

خطائے اجتہادی ہر شخص اور ہر دور کی ایک عام غلطی ہے۔ جس پر سلف و خلف میں کسی نے گرفت نہ کی۔ اس لیے ایسی غلطی موردِ الزام نہیں ہو سکتی اور نہ ہی اس کا مرتکب ملعون قرار پاتا ہے۔ اگر یہ غلطی اتنی ہی اہم ہوتی تو ولید بن عقبہ مذکور کو جب اس واقعہ پر تنبیہ کی گئی تو یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ تھا آپ اُسے ہرگز قابلِ التفات نہ سمجھتے اور اگر ایسا ہو جاتا کہ حضورؐ کی نظروں سے ولید گر جاتا اور شرعاً اس کا جرم ناقابلِ تلافی ہوتا۔ تو پھر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد دورِ صدیقی میں اس کو عامل بنانے کی کوئی بھی جسارت نہ کرتا۔ پھر دورِ فاروقی میں بھی اسے اسی طرح نظر انداز کیا جاتا۔ اور دورِ عثمانی میں کبھی بھی ایسے کو عامل نہ بنایا جاتا۔ لہٰذا ہم دیکھتے ہیں کہ ولید بن عقبہ، دورِ صدیقی، دورِ فاروقی اور عہدِ عثمانی میں عامل رہا ہے اور کسی نے اس کے فاسق و فاجر ہونے کا اعتراض نہیں کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس کی غلطی ایسی نہ تھی جو ہمیشہ کے لیے اس کے ماتھے کا داغ بن جاتی اور کبھی بھی اس سے جان بخشی نہ ہوتی۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان معترضین کو وہ حق و صداقت کی چاشنی عطا کرے اور حضرات صحابہ کرام خصوصاً خلفائے ثلاثہ کے حسد و بغض سے ان کے دلوں کو صاف کرے۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

طعن نہم

حضرت عثمان غنی کے دور کے گورنر شرابی تھے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور میں ان کے اخیافی بھائی ولید بن عقبہ (جو کوفہ کے گورنر تھے) کو اس عہدے سے اس وقت معزول کیا گیا جب ان کے خلاف شراب نوشی کی عادت کا عام چرچا ہو گیا۔ لوگوں نے شراب کی مستی کی حالت میں اسے پکڑا۔ اور حضرت عثمان غنی کے ہاں اس امر کی گواہیاں بھی پیش ہوئیں۔ ان شکایات کی بنا پر ولید بن عقبہ کی معزولی عمل میں آئی۔ سنیوں کی معتبر کتاب "تاریخ کامل ابن اثیر" میں یہ واقعہ ان الفاظ میں درج ہے۔

کامل ابنِ اثیر۔

وَقِيْلَ اِنَّ الْوَلِيْدَ سَكِرَ وَ صَلَّى الصُّبْحَ
بِاَهْلِ الْكُوْفَةِ اَرْبَعًا ثُمَّ اِلْتَفَتَ اِلَيْهِمْ
وَقَالَ اَزِيْدُكُمْ فَقَالَ لَهُ ابْنُ مَسْعُوْدٍ
مَازِلْنَا مَعَكَ فِيْ زِيَادَةٍ مُنْذُ الْيَوْمِ

وَ شَهِدُوْا عَلَيْهِ عِنْدَ عُثْمَانَ فَاَمَرَ عَلِيًّا بِجَلْدِهٖ فَاَمَرَ عَلِيٌّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ جَعْفَرَ فَجَلَدَهٗ .... فَلَمَّا عَلِمَ عُثْمَانُ مِنَ الْوَلِيْدِ شُرْبَ الْخَمْرِ عَزَلَهٗ وَ وَلّٰى سَعِيْدَ بْنَ الْعَاصِ بْنِ اُمَيَّةَ۔

(الکامل فی التاریخ ابن اثیر۔ جلد ۳۔ ص ۱۰۵ ثم دخلت سنۃ ثلاثین۔ مطبوعہ بیروت طبع جدید)۔

ترجمہ۔

اور کہا گیا ہے کہ ولید بن عقبہ نے شراب پی اور اس کے نشہ میں نماز صبح پڑھائی۔ اہل کوفہ نے اس کے پیچھے صبح کی نماز کی بجائے دو کے چار رکعت پڑھیں۔ نماز سے فراغت پر ولید کوفیوں کی طرف متوجہ ہوا۔ اور پوچھا، کیا نماز زیادہ پڑھی گئی ہے؟ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔ ہم ہمیشہ سے تیری زیادتیوں کا شکار چلے آ رہے ہیں۔ لوگوں نے ولید کے خلاف حضرت عثمان غنی کے پاس گواہیاں دیں۔ اس پر حضرت عثمان نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا ولید کو کوڑے لگاؤ۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن جعفر کو کہا تو انہوں نے ولید کو کوڑے لگائے۔ اور جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ولید کے بارے میں شراب نوشی کا سُنا تو اسے معزول کر کے اس کی جگہ سعید بن العاص بن امیہ کو کوفہ کا گورنر مقرر کر دیا۔

"کامل ابن اثیر" کی اس شہادت سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ حضرت عثمان غنی کے بعض گورنر شراب نوشی کرتے تھے۔ لہٰذا یہ بات قابلِ اعتراض ٹھہری۔

جواب اوّل

ہم بار ہا یہ ذکر کر چکے ہیں کہ حضرات انبیائے کرام کے سوا کسی دوسرے انسان کو ہم معصوم عن الخطاء نہیں سمجھتے۔ اس لیے بالفرض ولید بن عقبہ سے اگر یہ کام مان لیا جائے تو اس سے ہمارے مسلک یا عثمان غنی پر کوئی اعتراض نہیں کیا جا سکتا بعض صحابہ کرام سے غلطیاں ہوئیں۔ بعض کو ان غلطیوں پر سزائیں بھی ملیں لیکن اس کے باوجود حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے جو صحابہ کرام کے عمومی درجات و فضائل ذکر فرمائے۔ ان میں کوئی کمی نہیں آتی۔ وہ ہر صحابی کو حاصل ہیں اور یہی حق ہے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کیا قصور ہے؟

ولید بن عقبہ کی شراب نوشی کی وجہ سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو مطعون کرنا انتہا درجہ کی حماقت ہے کیونکہ یہ فعل جس سے سرزد ہوا اس کو نہ تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ایسا کرنے کا حکم دیا اور نہ اشارۃً کنایۃً کوئی ثبوت ملتا ہے۔ اس لیے مملکت میں کسی چھوٹے بڑے کا کوئی کام اچھا برا کرنا اس کی ذمہ داری امیر یا خلیفہ پر تب ہی ہو سکتی ہے جب وہ کام امیر کے ایماء سے ہوا ہو لیکن اس کا یہاں کوئی ثبوت نہیں۔

یا اعتراض اس بنا پر ہو سکتا ہے کہ ولید بن عقبہ منصب گورنری پر فائز ہونے سے پہلے شراب نوشی کا عادی تھا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اس کا علم تھا۔ تو جانتے بوجھتے حضرت عثمان اس کو یہ منصب دیتے لیکن یہ بھی ثابت نہیں۔ لہٰذا جو شخص اہلیت اور تجربہ کے معیار پر پورا اترتا ہو۔ اور کوئی بھی ایسی شکایت اس کے متعلق نہ ہو جو اس کے اخلاق و کردار کو بدنما کر دیتی ہو۔ تو ایسے کو گورنر بنانے میں کونسی غلطی سرزد ہوتی ہے۔

تیسری اعتراض کی وجہ یہ بن سکتی تھی کہ جب لوگوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

کو ولید کی شراب نوشی کی اطلاع دی اور گواہی بھی دی تو اس تمام کارروائی کے بعد آپ کوئی تادیبی قدم نہ اٹھاتے۔ اور اس کی گورنری کو بحال ہی رہنے دیتے۔ لیکن یہاں یہ وجہ بھی موجود نہیں۔ بلکہ آپ نے پہلے تو شراب نوشی کی اس پر حد جاری کرائی اور پھر معزولی کا حکم دیا۔ حالانکہ ولید بن عقبہ رشتہ میں آپ کا اخیافی بھائی تھا۔ آپ نے رشتہ داری اور قرابت تک کی پرواہ نہ کی بلکہ اسلام اور مسلمین کی بہتری کو پیش نظر رکھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ احکام شرعیہ اور دین کے معاملہ میں اپنے بیگانے کی پرواہ تک نہ کرتے تھے۔ تو وصف قابلِ تعریف ہے نہ کہ باعث طعن۔ اس لیے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو ولید کی شراب نوشی کے ضمن میں مطعون کرنا نری حماقت ہے۔

جواب دوم:

ولید بن عقبہ کی معزولی کا اصل سبب شراب نوشی نہیں الزام تراشی تھی

معترض نے کامل ابن اثیر کے حوالہ سے جو یہ ثابت کرنے کی کوشش کی، کہ ولید بن عقبہ کی معزولی شراب نوشی کی وجہ سے عمل میں آئی۔ ہم اس وجہ کو سرے سے تسلیم ہی نہیں کرتے۔ کیونکہ تاریخ کامل ابن اثیر میں اس وجہ کو "قیل" کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ اور یہ بات ہر ذی علم جانتا ہے کہ اس قسم کے فعل مجہول سے وہی بات ذکر کی جاتی ہے جو مجہول ہو۔ اس کا قائل یا تو معلوم ہی نہیں ہوتا، یا اس کی بات بے وزن ہوتی ہے۔ مطلب یہ کہ اس طرح اور اس انداز سے بیان کیا گیا قول ضعیف اور ناقابلِ یقین ہوتا ہے۔

لیکن جو شخص حقیقت کی بجائے شراب کو پانی کا دریا سمجھ بیٹھے اور اپنا الّو سیدھا کرنے کے لیے گدھے کو باپ بنانا جانتا ہو اس کے سامنے حقیقت بیان کرنا یوں ہی ہے جیسے بھینس کے آگے بین بجانا۔ اسی کامل ابن اثیر میں اس قول کے ذکر کرنے سے پہلے جو کچھ

مصنف نے لکھا۔ اس پر بھی نظر پڑ جاتی تو معترض اپنا سامنہ لیکر چلا جاتا۔ لیکن اس طرح اُسے اعتراض کرنے کا موقع کب ملتا۔ حقیقت سے توان لوگوں کو اللہ واسطے کا بیر ہے۔ اُسے جہاں دیکھتے ہیں یوں بھاگتے ہیں جیسے لاحول ولاقوۃ سے شیطان۔ معزولی کا اصل واقعہ اسی کتاب سے بلفظہٖ نقل کیا جاتا ہے۔ ملاحظہ فرمایئے۔

کامل ابن اثیر۔

ثُمَّ دَخَلَتْ سَنَةُ ثَلٰثِيْنَ ذِكْرُ عَزْلِ الْوَلِيْدِ عَنِ الْكُوْفَةِ وَوَلَايَةِ سَعِيْدٍ۔ فِيْ هٰذِهِ السَّنَةِ عَزَلَ عُثْمَانُ الْوَلِيْدَ بْنَ عُقْبَةَ عَنِ الْكُوْفَةِ وَوَلَّاهَا سَعِيْدَ بْنَ الْعَاصِ وَقَدْ تَقَدَّمَ سَبَبُ وَلَايَةِ الْوَلِيْدِ عَلَى الْكُوْفَةِ فِي السَّنَةِ الثَّانِيَةِ مِنْ خِلَافَةِ عُثْمَانَ وَاِنَّهٗ كَانَ مَحْبُوْبًا اِلَى النَّاسِ فَبَقِيَ ذٰلِكَ خَمْسَ سِنِيْنَ وَلَيْسَ لِدَارِهٖ بَابٌ ثُمَّ اِنَّ شَبَابًا مِنْ اَهْلِ الْكُوْفَةِ نَقَبُوْا عَلَى ابْنِ الْحِسْمَانِ الْخُزَاعِيِّ وَكَاثَرُوْهُ فَنَذَرَ لَهُمْ وَخَرَجَ عَلَيْهِمْ بِالسَّيْفِ وَصَرَخَ فَاَشْرَفَ عَلَيْهِمْ اَبُوْ شُرَيْحٍ الْخُزَاعِيُّ وَكَانَ قَدِ انْتَقَلَ مِنَ الْمَدِيْنَةِ اِلَى الْكُوْفَةِ لِيَقْرُبَ مِنَ الْجِهَادِ فَصَاحَ بِهِمْ اَبُوْ شُرَيْحٍ فَلَمْ يَلْتَفِتُوْا وَقَتَلُوا ابْنَ

الْحَیْسُمَانِ وَاَخَذَهُمُ النَّاسُ وَفِیْهِمْ زُهَیْرُ بْنُ جُنْدَبٍ الْاَزْدِیِّ وَمُوَرِّعُ ابْنُ اَبِیْ مُوَرِّعِ الْاَسَدِیِّ وَشُبَیْلُ بْنُ اَبِی الْاَزْدِیْ وَغَیْرُهُمْ فَیَشْهَدُ عَلَیْهِمْ اَبُوْشُرَیْحٍ وَابْنُهٗ فَکَتَبَ فِیْهِمُ الْوَلِیْدُ اِلٰی عُثْمَانَ فَکَتَبَ عُثْمَانُ بِقَتْلِهِمْ فَقَتَلَهُمْ عَلٰی بَابِ الْقَصْرِ وَلِهٰذَا السَّبَبِ اُخِذَ فِی الْقِسَامَةِ بِقَوْلِ وَلِیِّ الْمَقْتُوْلِ عَنْ مَلَاءٍ مِنَ النَّاسِ لِیَعْظُمَ النَّاسُ عَنِ الْقَتْلِ۔

وَکَانَ اَبُوْ زُبَیْدِ الشَّاعِرُ فِی الْجَاهِلِیَّةِ وَالْاِسْلَامِ فِیْ بَنِیْ تَغْلِبَ وَکَانُوْا اَخْوَالَهٗ فَظَلَمُوْهُ دِیْنًا لَهٗ فَاَخَذَ لَهُ الْوَلِیْدُ حَقَّهٗ اِذْ کَانَ عَامِلًا عَلَیْهِمْ فَشَکَرَ اَبُوْ زُبَیْدٍ ذٰلِکَ لَهٗ وَانْقَطَعَ اِلَیْهِ وَغَشِیَهٗ بِالْمَدِیْنَةِ وَالْکُوْفَةِ وَکَانَ نَصْرَانِیًّا فَاَسْلَمَ عِنْدَ الْوَلِیْدِ وَحَسُنَ اِسْلَامُهٗ فَبَیْنَمَا هُوَ عِنْدَهٗ؛ اَتٰی اٰتٍ اَبَا زَیْنَبَ وَاَبَا مُوَرِّعٍ وَجُنْدُبًا وَکَانُوْا یُحَقِّرُوْنَ لِلْوَلِیْدِ مُنْذُ قَتْلِ اَبْنَآءِهِمْ وَیَضَعُوْنَ لَهُ الْعُیُوْنَ فَقَالَ لَهُمْ اِنَّ الْوَلِیْدَ وَاَبَا زُبَیْدٍ یَشْرِبَانِ الْخَمْرَ فَثَارُوْا وَاَخَذُوْا مَعَهُمْ نَفَرًا مِنْ اَهْلِ الْکُوْفَةِ فَاقْتَحَمُوْا عَلَیْهِ فَلَمْ یَرَوْا فَاَقْبَلُوْا یَتَلَاوَمُوْنَ وَسَبَّهُمُ

النَّاسُ وَكَتَمَ الْوَلِيْدُ ذٰلِكَ عَنْ عُثْمَانَ.
وَجَاءَ جُنْدُبٌ وَرَهْطٌ إِلَى ابْنِ مَسْعُوْدٍ
فَقَالُوْا لَهُ إِنَّ الْوَلِيْدَ يَعْتَكِفُ
عَلَى الْخَمْرِ وَأَذَاعُوْا ذٰلِكَ فَقَالَ ابْنُ
مَسْعُوْدٍ وَمَنِ اسْتَتَرَ عَنَّا لَمْ نَتَّبِعْ
عَوْرَتَهُ فَعَاتَبَهُ الْوَلِيْدُ عَلَى قَوْلِهِ
حَتّٰى تَغَاضَبَا ثُمَّ أُتِيَ الْوَلِيْدُ بِسَاحِرٍ
فَأَرْسَلَ إِلَى ابْنِ مَسْعُوْدٍ يَسْأَلُهُ عَنْ
حَدِّهِ وَاعْتَرَفَ السَّاحِرُ عِنْدَ ابْنِ مَسْعُوْدٍ
وَكَانَ يُخَيِّلُ إِلَى النَّاسِ أَنَّهُ يَدْخُلُ فِي
دُبُرِ الْحِمَارِ وَيَخْرُجُ مِنْ فِيْهِ فَأَمَرَهُ
ابْنُ مَسْعُوْدٍ بِقَتْلِهِ فَلَمَّا أَرَادَ الْوَلِيْدُ
قَتْلَهُ أَقْبَلَ النَّاسُ وَمَعَهُمْ جُنْدُبٌ فَضَرَبَ
السَّاحِرَ فَقَتَلَهُ فَحَبَسَهُ الْوَلِيْدُ وَكَتَبَ
إِلَى عُثْمَانَ فِيْهِ وَأَمَرَهُ بِإِطْلَاقِهِ وَ
تَأْدِيْبِهِ فَغَضِبَ لِجُنْدُبٍ أَصْحَابُهُ وَ
خَرَجُوْا إِلَى عُثْمَانَ يَسْتَعْفُوْنَ مِنَ الْوَلِيْدِ
فَرَدَّهُمْ خَائِبِيْنَ فَلَمَّا رَجَعُوْا أَتَاهُمْ
كُلُّ مَوْلُوْدٍ فَاجْتَمَعُوْا مَعَهُمْ عَلَى رَأْيِهِمْ
وَدَخَلَ أَبُوْ زَيْنَبَ وَأَبُوْ مُوَرِّعٍ وَغَيْرُهُمَا
عَلَى الْوَلِيْدِ فَتَحَدَّثُوْا عِنْدَهُ فَأَخَذَا

خَاتِمَهٗ وَ سَارَ اِلَى الْمَدِيْنَةِ وَ اسْتَيْقَظَ الْوَلِيْدُ فَلَمْ يَرَ خَاتَمَهٗ فَسَاَلَ نِسَائَهٗ عَنْ ذٰلِكَ فَاَخْبَرَتْهُ اَنَّ اٰخِرَ مَنْ بَقِيَ عِنْدَهٗ رَجُلَانِ صِفَتُهُمَا كَذَا وَكَذَا فَاتَّهَمَهُمَا وَ قَالَ هُمَا اَبُوْ زُيْنَبَ وَ اَبُوْ مُوَرِّعٍ وَ اَرْسَلَ يَطْلُبُهُمَا فَلَمْ يُوْجَدَا فَقَدِمَا عَلٰى عُثْمَانَ وَ مَعَهُمَا غَيْرُهُمَا وَ اَخْبَرَاهُ اَنَّهٗ شَرِبَ الْخَمْرَ فَاَرْسَلَ اِلَى الْوَلِيْدِ فَقَدِمَ الْمَدِيْنَةَ وَدَعَا بِهِمَا عُثْمَانُ فَقَالَ اَتَشْهَدَانِ اَنَّكُمَا رَاَيْتُمَاهُ يَشْرِبُ فَقَالَا لَا قَالَ فَكَيْفَ قَالَا اَعْتَصَرْنَاهَا مِنْ لِحْيَتِهٖ وَ هُوَ يَقِيْءُ الْخَمْرَ فَاَمَرَ سَعِيْدَ ابْنَ الْعَاصِ فَجَلَدَهٗ وَ اَوْرَثَ ذٰلِكَ عَدَاوَةً بَيْنَ اَهْلَيْهِمَا فَكَانَ عَلَى الْوَلِيْدِ خَمِيْصَةٌ فَاَمَرَ عَلِيُّ بْنُ اَبِيْ طَالِبٍ بِنَزْعِهَا لَمَّا جُلِدَ.

(الکامل فی التاریخ جلد ۳ صد ۱۰۶۔
ثم دخلت سنۃ ثلاثین طبع بیروت جدید)

ترجمہ۔

سن تیس ہجری آیا۔ اس میں ولید بن عقبہ کی کوفہ کی گورنری سے معزولی اور سعید ابن

العاص کی تقرری کا ذکر ہے۔ اس سال حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ولید بن عقبہ کو کوفی کی گورنری سے معزول کر کے ان کی جگہ جناب سعید بن العاص کو نیا گورنر مقرر کیا۔ اس سے پہلے ہم بیان کر چکے ہیں۔ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت کے دوسرے سال کن اسباب کے تحت ولید بن عقبہ کو گورنر بنایا گیا۔ ولید لوگوں میں بڑا مقبول اور منظورِ نظر تھا۔ اس نے پانچ سال تک گورنری کی ذمہ داری نبھاہی (عوام کے اسقدر قریب تھا) کہ اس کے مکان کا دروازہ بھی نہ تھا۔ پھر ایک وقت آیا کہ چند کوفی نوجوانوں نے ابن حیسمان خزاعی کے گھر نقب لگائی۔ نقب زن کافی تعداد میں تھے۔ ابن حیسمان چوکنا ہو گیا۔ اس نے ان پر ہلّہ بول دیا۔ اس کا ہمسایہ ابو شریح اپنی چھت پر کھڑا یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ یہ مدینہ منورہ سے کوفہ اس لیے آیا تھا تاکہ جہاد میں شریک ہو سکے۔ اس نے شور مچا دیا۔ لیکن نقب زنوں نے اس کی پرواکیے بغیر ابن حیسمان کو قتل کر دیا۔ لوگوں نے ان نقب زنوں کو پکڑ لیا۔ نقب زنوں میں زہیر بن جندب ازدی مورع بن ابی مورع اسدی اور شبیل بن ابی وغیرہ تھے۔ ابو شریح اور اس کے بیٹے نے ان کے خلاف گواہی دی۔ چنانچہ ولید بن عقبہ نے یہ واقعہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ تک پہنچا دیا۔ حضرت عثمان نے ان نقب زنوں کو قتل کر دینے کا حکم صادر فرمایا۔ اس کی تعمیل کرتے ہوئے ولید بن عقبہ نے ان کو محل کے دروازے کے سامنے قتل کرا دیا۔ اسی وجہ سے مقتول کے ولی کے کہنے پر اہل محلہ سے قسم لی گئی۔ تاکہ انسانوں کی ایک بہت بڑی تعداد قتل سے بچ جائے۔

ادھر دورِ جاہلیت اور عہدِ اسلام کے ایک شاعر ابو زبید تغلبی کا قرضہ اس کے خاندانی بھائیوں نے ادا کرنا تھا۔ لیکن وہ دینے کا نام ہی نہ لیتے تھے۔ ولید نے اس شاعر کا حق بھی اُسے دلوایا تھا کیونکہ ولید ان پر عامل مقرر کیا گیا تھا۔ اس پر ابو زبید شاعر نے ولید کا شکریہ ادا کیا اور باہم

تعلقات بنا لیے۔ مدینہ منورہ اور کوفہ میں اس نے ولید کی خوب شہرت کی۔ یہ عیسائی تھا لیکن ولید کے ہاتھ پر اسلام لے آیا۔ اور خوب اسلام لایا۔ اس دوران یہ شاعر ایک دفعہ ولید کے پاس بیٹھا تھا۔ کہ ایک آدمی ابوزینب ابومورع اور جندب کے پاس آیا۔ یہ لوگ اپنے بیٹوں کے قتل کے وقت سے ہی ولید بن عقبہ کو اچھی نظروں سے نہ دیکھتے تھے اور ہر ممکن کوشش کرتے۔ کہ کوئی ایسا بہانہ مل جائے۔ جس سے ولید کو رسوا کیا جائے۔ اس شخص نے انہیں کہا کہ ولید اور ابوزبید اس وقت شراب پی رہے ہیں۔ یہ خبر سن کر یہ تینوں اٹھے۔ اور بہت سے دوسرے لوگوں کو ساتھ لے کر اچانک ولید اور ابوزبید پر آدھمکے لیکن یہاں انہیں کوئی بات ہاتھ نہ آئی۔ اس لیے ایک دوسرے کو ملامت کرتے ہوئے اور ندامت سے ہاتھ ملتے ہوئے واپس لوٹ آئے۔ لوگوں نے اس پر انہیں برا بھلا بھی کہا۔ لیکن یہ سب کچھ جاننے کے باوجود ولید بن عقبہ نے اس کو نظر انداز کر دیا۔

> اس کے بعد جندب اور اس کے ہمنوا اکٹھے ہو کر حضرت عبداللہ بن مسعود کے پاس آئے اور شکایت کی کہ ولید بن عقبہ چوری چھپے شراب پیتا ہے۔ یہ سن کر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا۔ جو شخص ہم سے چھپتا ہے۔ ہم اس کی پردہ دری نہیں کرتے۔ ولید بن عقبہ کو جب حضرت ابن مسعود کے اس قول کا علم ہوا تو اسے یہ بات پسند نہ آئی۔ دونوں میں رنجش چل نکلی۔ اس کے بعد ولید نے ایک جادوگر پکڑا اور اسے حضرت عبداللہ بن مسعود کے پاس اس لیے بھیجا تاکہ وہ اس کی حد متعین کرے۔ جادوگر نے جادو کا اعتراف کر لیا اور وہ لوگوں کو یہ کرتب دکھایا کرتا تھا کہ وہ گدھے کی دُبر سے داخل ہو کر اس کے منہ سے نکلتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کے قتل کا حکم دیا۔ ولید بن عقبہ نے جب اس فیصلہ کی توثیق کر دی تو جندب اور اس کے ہمنوا آئے اور امیر و قاضی کے کہنے کے بغیر از خود جندب نے اس

جادوگر کے سر پر مارا اور اسے ختم کر دیا (اس کی یہ حرکت ولید بن کو اچھی نہ لگی) لہٰذا اُسے قید کر دیا۔ اور یہ سارا معاملہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو لکھ بھیجا حضرت عثمان نے اس کی سزا میں تخفیف کا حکم دیا۔ جندب اور اس کے ساتھی ولید بن عقبہ پر پہلے ہی ناراض تھے ان کی ناراضگی میں اور اضافہ ہو گیا۔ اسی بناء پر انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مطالبہ کیا کہ ولید کو گورنری سے فوراً معزول کر دیا جائے لیکن حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ان کے مطالبہ کو ٹھکرا کر انہیں نامراد و ناکام لوٹا دیا۔ اس کے بعد ولید بن عقبہ سے جس کسی کو کوئی بدلہ لینا تھا وہ سب جندب اور ان کے ہمنواؤں کے ساتھ آ ملے۔ اس کے بعد پھر ابوزینب اور ابومورع وغیرہ ولید بن عقبہ کے پاس آئے۔ اور کافی دیر تک ان سے گفت و شنید کرتے رہے۔ ولید کو اس دوران نیند آ گئی۔ لہٰذا وہ سو گیا۔ اس موقعہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ان دونوں نے ولید کی انگوٹھی قبضہ میں لے لی۔ پھر وہاں سے اُٹھے اور مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ ادھر ولید جب اُٹھا تو دیکھا کہ انگوٹھی موجود نہیں ہے۔ اس کے متعلق گھر کی مستورات سے پوچھا۔ انھوں نے بتایا کہ یہاں سب سے آخر میں اُٹھ کر جانے والے دو آدمی تھے۔ جن کا فلاں فلاں حلیہ تھا۔ ولید نے ابوزینب اور ابومورع کو اس کام کا ذمہ دار سمجھا۔ اس لیے کچھ آدمی ان دونوں کی تلاش میں بھیجے لیکن یہ لوگ ناکام واپس لوٹ آئے۔

ادھر یہ دونوں چلتے چلتے مدینہ منورہ میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہو گئے۔ ان کے ساتھ اور لوگ بھی حاضر تھے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو ان دونوں نے بتلایا کہ ولید نے شراب پینا شروع کر دی ہے۔ حضرت عثمان نے ولید کی طرف پیغام بھیجا اور اسے مدینہ طلب کر لیا۔ جب ولید مدینہ منورہ

پہنچا تو حضرت عثمان نے ابوزینب اور ابومورع دونوں کو بلوایا۔ جب آ گئے تو ان سے پوچھا کیا تم اس امر کی گواہی دیتے ہو کہ تم نے اپنی آنکھوں سے ولید کو شراب پیتے دیکھا ہے۔ کہنے لگے نہیں، ہم نے آنکھوں سے نہیں دیکھا۔ پوچھا پھر یہ الزام کیونکر؟ کہنے لگے ہم نے اس کی داڑھی سے شراب کے قطرے نچوڑے ہیں اور اس نے شراب کی قے بھی کی تھی۔ یہ سن کر حضرت عثمان نے سعید ابن العاص کو حکم دیا کہ ولید کو کوڑے لگائے جائیں۔ اس واقعہ سے دونوں گھرانوں میں عداوت پیدا ہو گئی۔ کوڑے لگانے سے قبل ولید کے جسم پر ایک جُبّہ تھا جس کے بارے میں حضرت علی نے فرمایا کہ کوڑے مارنے سے قبل اس کو اُتار لیا جائے۔

لمحۂ فکریہ

قارئین کرام! حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بدخواہ اور دشمن معترضین نے جو منصوبہ بنا کر بڑی شد و مد کے ساتھ یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ ان کے بعض عامل اور گورنر شراب کے رسیا تھے اور وہ بھی اس تاریخ کی کتاب سے جس نے ان کی مٹی پلید کر دی ہے "کامل ابن اثیر" سے ہی ثابت ہوا کہ ولید بن عقبہ کو ایک گھناؤنی سازش کے تحت گورنری سے معزول کرایا گیا۔ اور اسی سازش کے تحت ان پر شراب نوشی کا الزام دھرا گیا۔ جب الزام دینے والوں سے گواہی طلب کی اور مشاہدہ کی بابت سوال ہوا تو صاف مکر گئے کہ ہم نے شراب نوشی کرتے دیکھا نہیں بلکہ ان کی داڑھی سے قطرے نکالے تھے۔ اس سے ہی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سمجھ گئے تھے کہ اس واقعہ کے پیچھے کوئی اور منصوبہ کام کر رہا ہے۔ بہر حال ظاہری حالات کے تحت ولید کو کوڑے لگوائے گئے۔ اسی حقیقت کو تاریخ طبری نے پوری تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ ہم صرف ان میں سے چند جملہ جات کا حوالہ دے رہے ہیں۔

تاریخ طبری۔

اَنَّ اَبَا زَیْنَبَ وَ اَبَا مُوَرِّعٍ وَ جُنْدُبًا
وَ هُمْ یَحْقِرُوْنَ لَهٗ مُذْ قُتِلَ اَبْنَاءِهِمْ
وَ یَضَعُوْنَ لَهٗ الْعُیُوْنَ ...... اِجْتَمَعَ نَفَرٌ
مِنْ اَهْلِ الْكُوْفَةِ فَعَمِلُوْا فِیْ عَزْلِ
الْوَلِیْدِ فَانْتَدَبَ اَبُوْ زَیْنَبَ بْنُ عَوْفٍ
وَ اَبُوْ مُوَرِّعٍ وَكَاعٍ ...... فَقَالَ كَیْفَ
رَاَیْتُمَا قَالَ كُنَّا مِنْ غَاشِیَةٍ فَدَخَلْنَا عَلَیْهِ
وَ هُوَ فِی الْخَمْرِ فَقَالَ مَا یَقِیْءُ الْخَمْرَ
اِلَّا شَارِبُهَا فَبَعَثَ اِلَیْهِ فَلَمَّا دَخَلَ عَلٰی
عُثْمَانَ رَاٰهُمَا ...... فَحَلَفَ لَهُ الْوَلِیْدُ
وَ اَخْبَرَهٗ خَبَرَهُمْ فَقَالَ نُقِیْمُ
الْحُدُوْدَ وَ یَبُوْءُ شَاهِدُ الزُّوْرِ
بِالنَّارِ فَاصْبِرْ اَخِیْ ....
...... اَتَشْهَدَانِ اَنَّكُمَا
رَاَیْتُمَاهُ یَشْرِبُ الْخَمْرَ فَقَالَا
لَا وَخَافَا۔

(تاریخ طبری جلد ۵ ص ۶۰، ۶۱، ۶۲
مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ۔

ابوزینب، ابومورع اور جندب بوجہ اس کے کہ ان کے بیٹوں کو ولید بن عقبہ نے قتل کروادیا تھا۔ اس وقت سے اس تاڑ میں تھے (کہ ان کی رسوائی کا کوئی موقعہ ہاتھ آئے) انھوں نے بہت سے کوفیوں کو اس بات پر آمادہ کر لیا کہ سب مل کر ولید کی معزولی کی فضا ہموار کریں۔ اور ابوزینب وابومورع نے ان کے خلاف گواہی دینے کی ذمہ داری اپنے اوپر ڈال لی۔ (جب دھوکہ سے لی گئی انگوٹھی کو لے کر یہ لوگ حضرت عثمان کے پاس پہنچے اور ولید کے شراب پینے کا قصہ سنایا) تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے پوچھا۔ اس کی گواہی کون دے گا؟ لوگوں نے کہا ابوزینب اور ابومورع وغیرہ گواہ ہیں۔ آپ نے ان گواہوں سے پوچھا تم نے کیسے دیکھا؟۔ کہنے لگے ہمارا ولید کے پاس آناجانا رہتا ہے۔ لیکن اس مرتبہ جب ہم اس کے پاس آئے تو وہ شراب کے نشہ میں دھت تھا (اور قے بھی کی تھی) حضرت عثمان نے کہا شراب کی الٹی وہی کرتا ہے جس نے پی ہوتی ہے۔ اس کے بعد حضرت عثمان نے ولید کو بلوایا۔ جب وہ آگیا تو ان دونوں (ابوزینب اور ابومورع) کو وہاں دیکھا۔ ان کو دیکھتے ہی ولید نے حلف اٹھائی اور سب ماجرا ابومورع کو کہہ سنائے۔ حضرت عثمان نے فرمایا۔ بہر حال ہمیں حدِ خمر قائم کرنا ہے۔ جھوٹے گواہ ایک دن دوزخ کا ایندھن لازماً بنیں گے۔ بھائی تم صبر کرو۔ پھر پوچھا، کیا تم دونوں اس امر کی گواہی دیتے ہو کہ تم نے ولید کو اپنی آنکھوں سے شراب پیتے دیکھا؟ کہنے لگے

انھیں بہت خوف محسوس ہوا۔ (کہ کہیں الٹی ..

ہماری شامت نہ آجائے)۔

"تاریخ طبری کے مذکورہ حوالہ سے یہ ثابت ہوا کہ ولید بن عقبہ نے شراب نہیں پی تھی۔

لیکن حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے احکام شرعیہ پر سختی سے عمل پیرا ہوتے ہوئے ولید پر حدِ شراب جاری کی تھی۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو احکام شرعیہ کا کسقدر پاس تھا۔ کہ انھوں نے اپنے بھائی تک کی رعایت نہ کی۔ حالانکہ وہ رعائیت کا مستحق تھا۔ حوالہ مذکورہ سے معلوم ہوا کہ ابوزینب اور ابومورع چونکہ اپنے بیٹوں کے قتل کا بدلہ لینا چاہتے تھے۔ اس لیے انھوں نے یہ گھناؤنی سازش تیار کی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ولید بن عقبہ سے قسم کا مطالبہ نہ کیا۔ کیونکہ شہادت میں مدعی کی گواہی کے بعد مدعیٰ علیہ سے قسم نہیں لی جاتی۔ صرف اتنا فرمادیا کہ جھوٹے گواہ دوزخ کا ایندھن بنیں گے۔ لہٰذا بھائی اب تم صبر کرو۔

ولید بن عقبہ کے مذکورہ حالات کا خلاصہ:

ولید بن عقبہ وہ شخص ہے جسے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی صحبت کا شرف حاصل ہے۔ اس کی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ساتھ قریبی رشتہ داری تھی کیونکہ یہ حضرت عثمان کا ماں جایا بھائی تھا۔ یہی وہ شخص ہے کہ جس کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی مصطلق سے زکوٰۃ کی وصولی کے لیے مقرر فرمایا تھا۔ پھر اس کے بعد دورِ صدیقی، فاروقی اور عثمانی میں اعلیٰ مناصب پر فائز رہا۔ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور میں اس کی فتوحات کی ایک جھلک آپ پچھلے اوراق میں ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ ان فتوحات سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ ولید بن عقبہ امورِ مملکت میں اناڑی نہ تھا۔ بلکہ ایک منجھا ہوا تجربہ کار جرنیل تھا۔

کیا کسی قریبی رشتہ دار کو اعلیٰ منصب دینا مطلقاً اقرباء پروری کہلاتا ہے

معترضین کا دوسرے یہ اعتراض باقی رہ گیا۔ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

نے ولید بن عقبہ کو اتنا اہم عہدہ اس لیے سونپا کہ یہ اُن کا قریبی تھا۔ ورنہ کیا اس سے زیادہ قابل اور تجربہ کار افراد نہ تھے۔؟

آیئے! ذرا اس امر کی چھان بین ہو جائے کہ کیا کسی اعلیٰ منصب پر کسی عزیز و قریبی کو فائز کر دینا بہر صورت اقربا پروری میں شامل ہے؟ اور ایسا کرنے والے "کنبہ پرور" کہلاتے ہیں؟ اگر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے بقول معترض یہ غلطی کی تو ایسی ہی غلطی سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بری نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں اپنے دو چچیرے بھائیوں کو نہایت ذمہ دار عہدے عطا کیے تھے۔ یہ دونوں عبداللہ بن عباس اور عبیداللہ بن عباس ہیں۔ ان کے علاوہ اور بھی کچھ افراد خانہ تھے کہ جنھیں حضرت علی المرتضیٰ نے مختلف مناصب پر فائز کیا۔ جب "اقربا پروری" کا اعتراض حضرت علی رضی اللہ عنہ پر ہوا تو اس کا جواب شیخ الطائفہ ابوجعفر طوسی شیعی نے ان الفاظ سے دیا۔

تلخیص الشافی: حضرت علی نے بھی اپنے رشتہ داروں کو عہدے دیے تھے۔ طوسی شیعی

فَاِنْ قِیْلَ وَقَدْ وَلّٰی اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَیْهِ السَّلَامُ عَبْدَ اللهِ وَ عُبَیْدَ اللهِ اِبْنَیِ الْعَبَّاسِ وَغَیْرَهُمَا قِیْلَ لَهُمْ اِنَّ عُثْمَانَ لَمْ یُنْقَمْ عَلَیْهِ تَوْلِیَتَهُ الْاَقَارِبَ مِنْ حَیْثُ کَانُوْا اَقَارِبَ بَلْ مِنْ حَیْثُ کَانُوْا اَهْلَ بَیْتِ الظِّنَّةِ وَالتُّهْمَةِ۔

(تلخیص الشافی جلد ۴ صفحہ ۱۰۸ مطبوعہ قم ایران طبع جدید)

ترجمہ

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے دو چچیرے بھائیوں عبداللہ بن عباس اور عبید اللہ بن عباس وغیرہ کو مختلف عہدہ جات دیے (تو یہ بھی اقرباء پروری ہی ہوئی جبکہ حضرت عثمان پر اس کا الزام ہے) تو حضرت علی المرتضیٰ پر کیے جانے والے اعتراض کا ہم جواب یوں دیں گے کہ جو اعتراض حضرت عثمان پر ہوا۔ وہ ان کی کنبہ پروری کی وجہ سے نہیں بلکہ اس وجہ سے ہے کہ انھوں نے ایسے لوگوں کو مناصب عطا کیے جو لوگوں میں اچھی شہرت کے مالک نہ تھے (بلکہ ان پر مختلف باتیں کہی جاتی تھیں اور وہ بدنام تھے) لیکن۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایسے کسی شخص کو کوئی منصب عطا نہیں فرمایا۔ لہٰذا دونوں حضرات کے مابین مناصب کی تقسیم میں اور افراد کے انتخاب میں بڑا فرق ہے)۔

شیخ الطائفہ طوسی شیعی نے اس امر کا صاف صاف اقرار کر لیا ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر ولید بن عقبہ وغیرہ لوگوں کو عامل بنانے کی وجہ سے اعتراض صرف اس بناء پر ہوتا ہے۔ کہ یہ لوگ بدنام اور بڑی شہرت کے مالک تھے۔ اقرباء پروری کی بناء پر یہ اعتراض نہیں ہوتا۔ کیونکہ یہی بات حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بھی کہی ہے۔

آخری گزارش

تاریخ شیعہ نے یہ ثابت کیا ہے کہ ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا پھوپھی زاد بھائی ہے۔ حضرت عثمان کا اخیافی بھائی ہے۔ بہادری اور جوانمردی میں اچھا نام پیدا کیا۔ حدود شرعیہ کا بہت پابند تھا۔ لہٰذا ایسے

شخص کو "شیخ الطائفہ" کا بدکردار اور بدنام کہنا خود اس کے اندر کی کیفیت پر نشاندہی کرتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں دبی زبان سے (بلکہ بعض مقامات پر کھلی زبان سے) اس نے ولید بن عقبہ کے ضمن میں اسے اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو گالی دی، برا بھلا کہا۔ ایسے شخص کی کیا سزا ہو سکتی ہے۔ اپنی کتاب سے سنیئے!۔

جامع الاخبار

مَنْ سَبَّ اَصْحَابِیْ فَقَدْ کَفَرَ فِیْ خَبَرٍ اٰخَرَ وَ
مَنْ سَبَّ اَصْحَابِیْ فَاجْلِدُوْهُ۔

(جامع الاخبار صہ ۱۸۳ فصل
وعشرون۔ مطبوعہ نجف اشرف)

ترجمہ

جس نے کسی صحابی کو برا بھلا کہا اُس نے کفر کیا۔ ایک اور حدیث میں ہے
جس نے کسی صحابی کو برا بھلا کہا، اس کو کوڑے مارو۔
(دشمن صحابہ اور بدخواہ اہلبیت کا یہی انجام ہے۔)

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

طعن دہم

حضرت عثمان نے اپنے رشتہ داروں کو بڑے بڑے عطیات دیئے جس کی وجہ سے لوگ ان کے مخالف ہو گئے

اہل سنت کی معتبر کتاب میں اس امر کی واضح نشاندہی پائی جاتی ہے۔ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے بڑے بڑے عطیات اپنے رشتہ داروں کو عطا کر کے عوام کی مخالفت مول لے لی۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

تاریخ طبری:

وَقَسَمَ عَبْدُ اللّٰہِ مَا اَفَاءَ اللّٰہُ عَلَيْهِمْ عَلَى الْجُنْدِ وَاَخَذَ خُمُسَ الْخُمُسِ وَبَعَثَ بِاَرْبَعَةِ اَخْمَاسِهِ اِلٰى عُثْمَانَ.

(تاریخ طبری جلد ۳ جزء ۵ ص ۵۱ سنہ ۲۷ھ کے تحت مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ایک گورنر اور آپ کے رشتہ میں رضاعی بھائی عبداللہ بن ابی سرح نے مال غنیمت کو لشکریوں پر تقسیم کر دیا۔ پانچویں حصہ کا پانچواں حصہ خود اپنے لیے رکھ چھوڑا۔ اور بقیہ چار حصے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو بھیج دیے۔

تاریخ طبری:

اَنَّهُ اَعْطٰى مَرْوَانَ خَمْسَةَ عَشَرَ اَلْفًا وَابْنَ اَسِيْدٍ خَمْسِيْنَ اَلْفًا

(تاریخ طبری جلد ۳ جزء ۵ ص ۱۰۱
۳۵ھ کے تحت مطبوعہ بیروت
طبع جدید)

ترجمہ

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے مروان کو پندرہ ہزار درہم دیے۔ اور ابن اسید کو پچاس ہزار درہم دیے۔

ان دو عدد حوالہ جات سے معلوم ہوا۔ کہ حضرت عثمان غنی (رضی اللہ عنہ) میں اقرباء پروری کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ اور خلیفہ برحق کے لیے یہ وصف زیب نہیں دیتا۔ اسی وجہ سے لوگ ان کے مخالف ہو گئے تھے۔

جواب:

ہم اس اعتراض اور طعن کے جواب میں جو کچھ کہنا چاہتے ہیں۔ اس کی تفصیل

پچھلے اوراق میں گزر چکی۔ جس کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ حضرت عثمان ہوں یا کوئی اور خلیفہ امیر مملکت اسلامیہ اس کو از روئے عقل ونقل اس امر کا اختیار دیتی ہے۔ کہ اپنی صوابدید کے مطابق جس کو جتنا چاہے۔ وہ عطا کر سکتا ہے۔ لینے والے اپنے ہوں یا پرائے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ کسی کو عہدہ عطا کرنا یا کسی کو معزول کرنا اس کی اپنی فراست اور صوابدید پر موقوف ہوتا ہے۔ اس اختیار پر کوئی بھی اس پر اعتراض نہیں کر سکتا۔ آئیے اس سلسلہ میں چند مثالوں کا مطالعہ ہو جائے۔ خلفائے کرام نے حضرات اہل بیت کو گراں قدر عطیات عطا کیے۔ اس بخشش پر اگر کوئی معترض ہوا تو اس کو اہلبیت کے فضائل ومناقب بتا کر خاموش کر دیا گیا۔ کتب شیعہ کیا کہتی ہیں؟ ملاحظہ ہو۔

ہر حکمران اپنی صوابدید پر لوگوں کو عطیات دیتا چلا آیا ہے

ناسخ التواریخ:

عمر بن الخطاب در زمان خلافت خود وجہ اسامہ بن زید پنج ہزار درہم مقرر داشت واز برائے فرزند خود عبد اللہ دو ہزار درہم برقرار کرد عبداللہ گفت اسامہ را بر من مقدم می داری بانیکہ بسیار از غزوات را من حاضر شدہ ام واو نبودہ است؟ ا

فَقَالَ اِنَّ اُسَامَۃَ کَانَ اَحَبَّ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ مِنْکَ وَاَبُوْہُ کَانَ اَحَبَّ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ مِنْ اَبِیْکَ۔

گفت در نزد رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسامہ از تو وپدرش از پدر تو

عزیز تر بود و او ملقب بہ حب رسول اللہ بود۔

(۱۔ ناسخ التواریخ تاریخ خلفاء جلد ۲
ص ۲۷۷۔ ذکر اسامۃ مطبوعہ
تہران طبع جدید)
(۲۔ منتخب التواریخ فصل ہفتم ص ۹۶
در ذکر خدمت گزاران صدیقہ طاہرہ۔
مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں حضرت اسامہ بن زید کے لیے پانچ ہزار درہم بطور وظیفہ مقرر فرمائے تھے۔ اور اپنے لڑکے عبداللہ کے لیے صرف دو ہزار درہم مقرر تھے ایک مرتبہ ان کے بیٹے عبداللہ نے پوچھا۔ ابا جان! کیا وجہ ہے۔ کہ آپ نے اسامہ بن زید کو مجھ پر فوقیت دی ہے۔ حالانکہ میں بہت سے ایسے غزوات میں شریک ہوا ہوں۔ جن میں اسامہ موجود نہ تھا۔؟ یہ سن کر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ بیٹا! اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت پیارے تھے۔ اتنے پیارے تم نہیں۔ ان کے باپ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک تمہارے باپ سے زیادہ محبوب تھے۔ حتیٰ کہ انہیں "حب رسول اللہ" کا لقب دیا گیا تھا۔ (تو اسامہ کے وظیفہ میں زیادتی صرف محبت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے ہے۔

☆

حضرت امیر معاویہ نے قریشی جوانوں کے خصوصی وظائف مقرر کیے

فروع کافی:

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ مُحَمَّدٍ الْعَضُدِيِّ قَالَ اسْتَعْمَلَ مُعَاوِيَةُ مَرْوَانَ ابْنَ الْحَكَمِ عَلَى الْمَدِيْنَةِ وَاَمَرَهُ اَنْ يَفْرِضَ بِشَبَابِ قُرَيْشٍ فَفَرَضَ لَهُمْ فَقَالَ عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَاَتَيْتُهُ فَقَالَ مَا اسْمُكَ؟ فَقُلْتُ عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ فَقَالَ مَا اسْمُ اَخِيْكَ؟ فَقُلْتُ عَلِيٌّ قَالَ عَلِيٌّ وَعَلِيٌّ مَا يُرِيْدُ اَبُوْكَ اَنْ يَدَعَ اَحَدًا مِنْ وُلْدِهِ اِلَّا سَمَّاهُ عَلِيًّا ثُمَّ فَرَضَ لِيْ فَرَجَعْتُ اِلٰى اَبِيْ فَاَخْبَرْتُهُ فَقَالَ وَيْلٌ عَلَى ابْنِ الزَّرْقَاءِ لَوْ وُلِدَ لِيْ مِائَةٌ لَاَحْبَبْتُ اَنْ لَا اُسَمِّيَ اَحَدًا مِنْهُمْ اِلَّا

عَلِیًّا۔

(فروع کافی جلد ۶ ص ۱۹۔ کتاب
العقیقہ باب الاسماء و الکنی
مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ

عبدالرحمٰن بن محمد عنضدی سے روایت ہے۔ کہ جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے مروان بن الحکم کو مدینہ منورہ کا عامل مقرر فرمایا۔ تو حکم دیا۔ کہ ہر قریشی نوجوان کے لیے وظیفہ مقرر کردو۔ مروان نے ایسا ہی کیا۔ جناب علی بن الحسین رض فرماتے ہیں کہ میں بھی مروان کے پاس گیا۔ تو اس نے مجھے پوچھا۔ تمہارا کیا نام ہے۔؟ میں نے کہا علی بن الحسین۔ اس نے پوچھا تمہارے بھائی کا اسم گرامی کیا ہے۔ میں نے کہا ان کا نام بھی علی ہے۔ مروان کہنے لگا۔ تم علی علی نام تبلا رہے ہو۔ تمہارے والد گرامی نے اپنے ہر ایک بچہ کا نام علی ہی رکھا ہے۔ اس کے بعد میرا بھی وظیفہ مقرر کر دیا۔ میں جب اپنے ابا جان کے پاس واپس آیا۔ اور انہوں نے مروان کی گفتگو سے آگاہ کیا۔ تو ابا جان نے فرمایا۔ ابن زرقاء (مروان) پر افسوس! اسے معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ اگر میرے ہاں ایک سو بیٹے بھی ہوتے۔ تو پھر بھی میں ہر ایک کا نام علی ہی رکھتا۔

حضرت عثمان نے حسنین کریمین کو عظیم تحفہ عطا فرمایا

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ان کے ایک گورنر عبداللہ بن عامر نے خراسان کا اہم علاقہ فتح کیا۔ اس علاقہ سے بہت سا مال غنیمت ہاتھ آیا۔ اس میں یزدجرد بادشاہ کی دو بیٹیاں بھی تھیں۔ عبداللہ بن عامر نے دوسرے مال غنیمت کے ساتھ ان دو بیٹیوں کو بھی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھیج دیا۔ اس کے بعد کیا ہوا۔ کتب شیعہ سے ملاحظہ ہو۔

تنقیح المقال:

عَنْ سَهْلِ بْنِ الْقَاسِمِ الْبُوْشَنْجَانِیْ قَالَ قَالَ لِیَ الرِّضَا بِخُرَاسَانَ اِنَّ بَیْنَنَا وَبَیْنَکُمْ نَسَبًا قُلْتُ وَمَا هُوَ اَیُّهَا الْاَمِیْرُ قَالَ اِنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَامِرِ کُرَیْزٍ لَمَّا افْتَتَحَ خُرَاسَانَ اَصَابَ ابْنَتَیْنِ لِیَزْدَجَرْدَ بْنِ شَهْرِیَارَ مَلِکِ الْاَعَاجِمِ فَبَعَثَ بِهِمَا اِلٰی عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ فَوَهَبَ اِحْدٰهُمَا لِلْحَسَنِ وَ الْاُخْرٰی لِلْحُسَیْنِ فَمَاتَتَا عِنْدَ هُمَا نَفْسَاوَیْنِ وَکَانَتْ صَاحِبَةُ الْحُسَیْنِ نَفَسَتْ

بِعَلِیِّ بْنِ الْحُسَیْنِ عَلَیْہِمَا السَّلَامُ۔

(تنقیح المقال جلد ۳ ص ۸۰ - باب السین
والشین من فصل النساء مطبوعہ
تہران طبع جدید)

ترجمہ

سہل بن قاسم ابو شیبانی نے کہا۔ مجھے امام رضا نے خراسان کے اندر فرمایا۔ کہ ہمارے اور تمہارے درمیان رشتہ داری ہے۔ میں نے پوچھا۔ اے امیر! وہ کون سی رشتہ داری۔ کہا۔ عبداللہ بن عامر کریز نے جب خراسان فتح کیا۔ تو یزدجرد بن شہریار کی دو بیٹیاں اُس کے ہاتھ بطور غنیمت لگیں۔ اُس نے دونوں کو حضرت عثمان بن عفان کے پاس بھیج دیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان میں سے ایک امام حسن اور دوسری امام حسین رضی اللہ عنہما کو دے دی۔ یہ دونوں اُن دونوں کے پاس بحالت زچگی فوت ہو گئیں۔ امام حسین کی بیوی نے اس وقت علی بن حسین رضی اللہ عنہ کو جنا تھا۔

حضرت امام حسین رض کو حضرت امیر معاویہ رض نے

بیش بہا تحائف عطاء کیے

مقتل ابی مخنف:

وَكَانَ یَبْعَثُ اِلَیْہِ فِیْ كُلِّ سَنَةٍ اَلْفَ

اَلْفَ دِیْنَارٍ سِوَی الْهَدَایَا مِنْ کُلِّ صِنْفٍ۔

(مقتل ابی مخنف ص، مطبوعہ نجف اشرف)

ترجمہ

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ امام حسین رضی اللہ عنہ کو ہر سال دس لاکھ دینار بطور نذرانہ دیا کرتے تھے۔ یہ خطیر رقم ان تحفہ جات کے علاوہ تھی جو مختلف اقسام سے اُن کو دیئے جاتے تھے۔

لمحہ فکریہ:

حضرات قارئین! آپ نے مذکورہ حوالہ جات بغور پڑھے۔ ان میں خلیفہ وقت اور امیر وقت نے جب چاہا جس کو چاہا اور جتنا چاہا عطا کیا۔ کسی کو اس پر اعتراض کرنے کی گنجائش نہیں۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی تقسیم پر جب ان کے اپنے بیٹے نے اعتراض کیا۔ تو انہوں نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی نسبت سے زیادہ دینے کی وضاحت فرمائی۔ اس پر عبداللہ خاموش ہو گئے۔ کیونکہ انہیں اس بات کا علم تھا۔ کہ بحیثیت خلیفہ ان کے والد کو اپنی صوابدید کے مطابق کسی کو کم یا زیادہ دینے کا اختیار ہے۔

اسی طرح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے یزدجرد کی بیٹی شہربانو اپنے خصوصی اختیار کی بنیاد پر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو عطا کر دی۔ یہی وہ دوشیزہ ہیں۔ کہ جن کے بطن سے امام زین العابدین نے تولد فرمایا۔ ان کے عطا کرتے وقت کسی دوسرے صحابی یا مجاہد نے یہ اعتراض نہ کیا۔ کہ اے خلیفہ آپ، شہربانو امام حسین رضی اللہ عنہ کو کیوں دے رہے ہیں۔ آخر ہم بھی اُس جہاد میں شریک تھے۔ یہ بے مثال دولت ہمیں عطا ہونا چاہیے تھی؟

اہل تشیع کے اس طرز عمل پر ہمیں سخت افسوس ہوتا ہے۔ کہ اگر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اپنے گورنر عبداللہ بن ابی سرح کو اپنے خصوصی اختیارات سے کچھ عطا فرماتے ہیں۔ تو ان کی رگ حمیت فوراً پھڑک اٹھتی ہے۔ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو اس کا موردِ الزام ٹھہرایا جاتا ہے۔ لیکن حضرت امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما کے یزدگرد کی دو بیٹیاں عطا کرنے پر کوئی حرکت نہیں ہوتی۔ آخر یہ دوغلی پالیسی کیوں؟

ان حوالہ جات کی روشنی میں یہی ثابت ہوا۔ کہ وقت کا حکمران اپنی صوابدید پر کسی کو کچھ دینے یا نہ دینے کا اختیار رکھتا ہے۔ اس اختیار کو استعمال کرنے پر کسی کو موردِ الزام ٹھہرانا ہرگز ہرگز درست نہیں ہے۔

امید ہے۔ کہ ان حوالہ جات کو پڑھ کر ایک منصف مزاج کبھی بھی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی ذات پر اس قسم کے اعتراضات کرنے کی اجازت نہ دے گا۔ اور نہ ہی خود اس کے ذہن میں اس بارے میں کوئی الزام آئے گا۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

جواب دوم

حضرت عثمان غنی نے لوگوں کے بے جا شکوہ پر بھی دیئے ہوئے عطیات واپس لے لیے

شیعہ معترضین نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر یہ اعتراض کیا۔ کہ انہوں نے عبد اللہ بن سعد اور عبد اللہ بن خالد کو بے جا نوازا۔ اور اس سلسلہ میں تاریخ طبری اور تاریخ کامل کے دو حوالہ جات پیش کیے۔ لیکن معترض نے اپنی دیرینہ روش کے مطابق ان دونوں کتب کی پوری عبارات ذکر نہ کیں۔ کیونکہ ایسا کرنے سے اس کا مقصد حاصل نہ ہو سکتا تھا۔ ان کتابوں کی مکمل عبارات، ہم درج ذیل کر رہے ہیں۔ تاکہ ان کے مطالعہ سے ہر قاری جان سکے۔ کہ حقیقت حال کیا تھی۔ اور معترض نے اُسے کس طرح پیش کیا؟

تاریخ طبری کی پہلی مکمل عبارت:

قَالَ لِعَبْدِ اللهِ بْنِ سَعْدٍ إِنْ فَتَحَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ عَلَيْكَ غَدًا اَفْرِيْقِيَّةَ فَلَكَ مِمَّا اَفَاءَ اللهُ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ خُمُسُ الْخُمُسِ مِنَ الْغَنِيْمَةِ نَفْلًا ......
وَفَتَحَ اَفْرِيْقِيَّةَ سَهْلَهَا وَ جَبَلَهَا ثُمَّ اجْتَمَعُوْا عَلَى الْاِسْلَامِ وَحَسُنَتْ

طَاعَتَهُمْ وَقَسَّمَ عَبْدُاللّٰهِ مَا اَفَاءَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ عَلَى الْجُنْدِ وَاَخَذَ خُمُسَ الْخُمُسِ وَبَعَثَ بِاَرْبَعَةِ اَخْمَاسٍ اِلٰى عُثْمَانَ مَعَ ابْنِ وَثِيْمَةِ النَّصْرِيْ وَضَرَبَ فُسْطَاطًا فِيْ مَوْضِعِ الْقَيْرَوَانِ وَوَفَدَ وَفْدًا فَشَكَوْا عَبْدَاللّٰهِ فِيْمَا اَخَذَ فَقَالَ لَهُمْ اِنِّيْ نَفَلْتُهُ وَكَذٰلِكَ كَانَ يَصْنَعُ وَقَدْ اَمَرْتُ لَهُ بِذٰلِكَ وَذَاكَ اِلَيْكُمْ الْاٰنَ فَاِنْ رَضِيْتُمْ فَقَدْ جَازَ وَاِنْ سَخِطْتُمْ فَهُوَ رَدٌّ قَالُوْا فَاِنَّا نَسْخَطُهُ قَالَ فَهُوَ رَدٌّ وَكَتَبَ اِلٰى عَبْدِاللّٰهِ بِرَدِّ ذٰلِكَ وَاسْتِصْلَاحِهِمْ قَالُوْا فَاعْزِلْهُ عَنَّا فَاِنَّا لَا نُرِيْدُ اَنْ يَتَاَمَّرَ عَلَيْنَا وَقَدْ وَقَعَ مَا وَقَعَ فَكَتَبَ اِلَيْهِ اَنِ اسْتَخْلِفْ عَلٰى اِفْرِيْقِيَّةَ رَجُلًا مِمَّنْ تَرْضٰى وَيَرْضَوْنَ وَاَقْسِمِ الْخُمُسَ الَّذِيْ كُنْتُ نَفَلْتُكَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَاِنَّهُمْ قَدْ سَخِطُوا النَّفَلَ فَفَعَلَ وَرَجَعَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ سَعْدٍ اِلٰى مِصْرَ۔

(تاریخ طبری جلد ۳ جزء ۵ ص ۴۹ تحت ۲۷ھ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن سعد سے فرمایا۔ کہ اگر تم اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے کسی وقت افریقہ کو فتح کرنے میں کامیاب ہو جاؤ۔ تو وہاں سے جتنا مال اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو بطور غنیمت عطا فرمائے گا۔ اس میں سے بطور انعام تجھے پانچویں حصہ میں سے ایک حصہ دیا جائے گا۔۔۔۔۔۔۔

عبداللہ بن سعد نے افریقہ کے آسان اور مشکل مقامات کو فتح کر لیا۔ اس کے باشندوں نے اسلام قبول کر لیا۔ اور خوب قبول کیا۔ عبداللہ بن سعد نے حاصل کردہ مال غنیمت کو مسلمان مجاہدین کے درمیان تقسیم کیا۔ اور پانچویں حصہ میں سے ایک حصہ اپنے لیے رکھ لیا۔ باقی ماندہ چار حصے (۴/۵) حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو بھیج دیے یہ مال غنیمت ابن وثیمہ نصری لے کر آئے۔ مقام قیروان پر خیمہ لگایا۔ اور ایک وفد تشکیل دیا۔ ان لوگوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے شکایت کی۔ کہ عبداللہ نے اتنا کثیر مال خود رکھ لیا ہے۔ ان لوگوں کو حضرت عثمان نے جواب دیا۔ کہ عبداللہ نے جو کچھ رکھا وہ میرے انعام دینے کے طور پر رکھا ہے۔ ورنہ وہ تو پہلے کی طرح ہر ایک کو برابر دیتے۔ ایسا کرنے کا میں نے ہی اُسے حکم دیا تھا۔ اب یہ معاملہ تمہارے اختیار میں ہے۔ اگر تم راضی ہو۔ تو بہتر ورنہ وہ واپس کر دے گا۔ لوگوں نے کہا۔ ہم اس پر ناراض ہیں۔ فرمایا۔ وہ واپس ہو جائے گا۔ حضرت عثمان نے عبداللہ کو لکھا۔ کہ لیا گیا مال غنیمت واپس کر دو۔ اور لوگوں کی خیر خواہی کی کوشش کرو۔ لوگوں نے پھر کہا۔ کہ ہم اس کی معزولی چاہتے ہیں۔ ہمیں یہ برداشت نہیں کہ وہ ہم پر بطور امیر مقرر رہے۔ ہو چکا جو ہو چکا ہے حضرت

عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے عبداللہ کو لکھا۔ کہ تم افریقہ پر کسی ایسے آدمی کو اپنا جانشین مقرر کردو۔ جسے تم اور تمہارے ساتھی پسند کرتے ہوں۔ اور جو تمہارے پاس ۱/۵ حصہ مال غنیمت ہے۔ اس کو فی سبیل اللہ تقسیم کردو۔ کیونکہ لوگوں نے اس انعام کو ناراضگی کی نظر سے دیکھا ہے اس پیغام کو سن کر عبداللہ نے اس کی تعمیل کی۔ اور عبداللہ بن سعد مصر واپس آگئے۔

قارئین کرام یہ تھے وہ واقعات و حالات کہ جن کی بنا پر حضرت عثمان کو موردِ الزام بنایا گیا۔ آپ نے دیکھا کہ عبداللہ بن سعد نے از خود وہ مال غنیمت نہ رکھا۔ بلکہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے انہیں بطور انعام دینے کا وعدہ کیا تھا۔ نہ اس میں اقربا پروری تھی۔ اور نہ کسی کو ناجائز نوازنا؟ افریقہ ایسی عظیم مملکت کے فتح کرنے پر بطور انعام یہ سب کچھ ملا۔ کروڑوں روپیوں کی مالیت کا سامان بطور مال غنیمت اسی عبداللہ نے افریقہ سے حضرت عثمان کے پاس بھیجا۔ ہزاروں باشندے اسی کوشش سے حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ اتنی بڑی کامیابی کے بعد جب لوگوں نے اس انعام کو بھی اس کے پاس رہنے دینے کو پسند نہ کیا۔ تو حضرت عثمان کے کہنے پر عبداللہ نے وہ سارا مال فی سبیل اللہ خرچ کر دیا۔ یہی نہیں بلکہ اپنی گورنری بھی چھوڑ دی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ میں اقربا پروری کا دُور دُور تک نام و نشان نہ تھا۔ اور آپ انتہا درجہ کے عادل اور دانشمند تھے۔ اُدھر عبداللہ بن سعد کی اطاعت خلوص اور قربانی کو دیکھیں۔ کہ وہ کس قدر عظیم تھی۔ اسی طرح مروان اور عبداللہ بن خالد کے سلسلہ میں حضرت عثمان کو مطعون قرار دینا کسی طرح درست نہیں۔ کیونکہ ہم یہ ثابت کر چکے ہیں۔ کہ خلیفہ کو اپنی صوابدید کے مطابق جس کو وہ چاہے جتنا چاہے دے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ طبقات ابن سعد

میں ایک واقعہ مذکور ہے۔ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جب عبداللہ بن عامر کو عطیات دینے کی ذمہ داری سونپی۔ تو انہوں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو تین ہزار درہم بھیجے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو جب معلوم ہوا۔ تو انہوں نے اس پر سخت ناراضگی کا اظہار فرمایا۔ کہ تم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اتنی قلیل رقم کیوں دی۔

طبقات ابن سعد:

فَقَالَ لِابْنِ عَامِرٍ قَبَّحَ اللّٰهُ رَأْيَكَ اَتُرْسِلُ اِلٰى عَلِيٍّ بِثَلَاثَةِ اٰلَافِ دِرْهَمٍ قَالَ كَرِهْتُ اَنْ اُغْرِقَ وَلَمْ اَدْرِ مَا رَأْيُكَ؟ قَالَ فَاَغْرِقْ قَالَ فَبَعَثَ اِلَيْهِ بِعِشْرِيْنَ اَلْفِ دِرْهَمٍ وَمَا يَتْبَعُهَا قَالَ فَرَاحَ عَلِيٌّ اِلَى الْمَسْجِدِ فَانْتَهٰى اِلٰى حَلْقَتِهٖ وَهُمْ يَتَذَاكَرُوْنَ صِلَةَ ابْنِ عَامِرٍ هٰذَا الْحَيُّ مِنْ قُرَيْشٍ فَقَالَ عَلِيٌّ هُوَ سَيِّدُ فِتْيَانِ قُرَيْشٍ غَيْرُ مُدَافِعٍ۔

(طبقات ابن سعد جلد ۵ ص ۴۷
ذکر عبد اللہ بن عامر۔
مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ: حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جب عبداللہ بن عامر کو حکم

دیا۔ کہ اہل مدینہ میں عطیات تقسیم کرو۔ تو اس پر عمل پیرا ہو کر عبداللہ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو تین ہزار درہم بھجوائے۔ جب اس کا علم حضرت عثمان کو ہوا۔ تو فرمایا۔ عبداللہ! تجھے خدا پوچھے۔ کیا تم نے حضرت علی المرتضیٰ کو صرف تین ہزار درہم دیئے ہیں؟ کہا۔ میں نے اس لیے یہ تھوڑی رقم انہیں دی۔ کہ زیادہ رقم کہیں انہیں لے نہ ڈوبے۔ اور مجھے آپ کی رائے کا بھی علم نہ تھا۔ حضرت عثمان نے فرمایا۔ انہیں دراہم میں ڈبو دو۔ اس پر عبداللہ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ہاں بیس ہزار درہم بھجوائے۔ اور اس کے علاوہ اور بھی تحائف بھیجے۔ کہا۔ کہ پھر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ مسجد میں تشریف فرما ہوئے۔ دیکھا کہ کچھ لوگ حلقہ باندھ کر بیٹھے ابن عامر کی بخششوں کا تذکرہ کر رہے ہیں آپ ان کے قریب گئے۔ اور فرمایا۔ عبداللہ بن عامر تو قریشی نوجوانوں کا سردار ہے۔ ان کی بات کی مزاحمت نہیں کرنی چاہیئے۔

اس حوالہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے صرف اپنوں کو ہی نہیں نوازا بلکہ دوسروں کو بھی خطیر انعامات سے نوازتے تھے۔ حضرت عثمان کے کہنے پر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بیس ہزار درہم دیئے گئے۔ لیکن کسی نے کوئی اعتراض نہ کیا۔ اس سے بھی وہی اصل قاعدہ نکلا۔ کہ خلیفہ وقت کو کسی کے دینے یا نہ دینے کا پورا پورا اختیار ہے۔ اب ہم آپ کو شیعہ معترض کی دوسری عبارت کی خیانت کی طرف لے چلتے ہیں۔ پہلی عبارت کی طرح اس عبارت میں بھی صرف اپنے مقصد کی بات ذکر کر دی۔ اگر تمام عبارت ذکر کر دی جاتی۔ تو جو کچھ معترض ثابت کرنا چاہتا تھا۔ وہ ثابت نہ ہو سکتا۔ پوری عبارت یوں ہے۔

اگلے صفحہ پر ملاحظہ ہو

طبری کی دوسری مکمل عبارت:

وَرَاَیْتُ اَنَّ ذٰلِکَ لِیْ فَاِنْ رَاَیْتُمْ ذٰلِکَ خَطَاءً فَرُدُّوْهُ فَاَمْرِیْ لِاَمْرِکُمْ تَبْعٌ قَالُوْا اَصَبْتَ وَاَحْسَنْتَ قَالُوْا اَعْطَیْتَ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ خَالِدِ بْنِ اُسَیْدٍ وَمَرْوَانَ وَکَانُوْا یَزْعُمُوْنَ اَنَّهٗ اَعْطٰی مَرْوَانَ خَمْسَةَ عَشَرَ اَلْفًا وَابْنَ اُسَیْدٍ خَمْسِیْنَ اَلْفًا فَرَدُّوْا مِنْهُمَا ذٰلِکَ فَرَضُوْا وَقَبِلُوْا وَخَرَجُوْا رَاضِیْنَ۔

(تاریخ طبری جلد ۳ جزء ۵ ص ۱۰۱ تحت ۳۵ھ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ

(چند لوگوں نے جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں چند لوگوں کو عطیات و انعامات دینے پر اعتراض کیا تو آپ نے فرمایا کہ میری رائے میں ایسا کرنا درست ہے۔ اگر تم یہ سمجھتے ہو۔ کہ ایسا کرنا غلط تھا۔ تو تم اس کو قبول نہ کرو۔ اور وہ مال واپس لے لو۔ میں تمہاری رائے کی پابندی کرتا ہوں یہ سن کر ان لوگوں نے کہا۔ کہ آپ نے درست اور خوب فرمایا ہے پھر لوگ کہنے لگے۔ آپ نے مروان اور عبداللہ بن خالد کو بہت کچھ دیا ہے ان لوگوں کا خیال تھا۔ کہ حضرت عثمان نے مروان کو پندرہ ہزار درہم اور عبداللہ بن اسید کو پچاس ہزار درہم دیئے ہیں۔ لوگوں نے حضرت عثمان

کے حکم سے ان دونوں سے خطیر رقم واپس لے لی۔ اس سے وہ لوگ راضی ہو گئے۔ اور راضی خوشی وہاں سے واپس ہو گئے۔

عبارت مذکورہ کے ترجمہ سے آپ نے دیکھا۔ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے کونسی غلطی کی۔ اور کونسا جرم کیا تھا۔ کہ جس کی بنا پر آپ پر الزام لگایا جا رہا ہے۔ اوّل تو یہ بات واضح ہے۔ کہ آپ نے فرمایا۔ میں نے جو کچھ کیا۔ وہ درست سمجھ کر کیا۔ اور اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ ایسا نہیں کرنا چاہیئے تھا۔ تو چلو وہ مال واپس کر لیتے ہیں۔ چنانچہ کچھ لوگوں کے کہنے پر آپ نے وہ مال واپس لے لیا۔ جس سے یہی اعتراض کرنے والے خوش ہو گئے۔ لیکن اگر خوشی نہ ہوئی۔ تو ان معترضین کو نہ ہوئی۔ کہتے ہیں۔ کہ ڈولی کے ساتھ میراثی رو رہے تھے۔ تو یہ بھی وہی میراثی ہیں۔

تاریخ طبری کی دونوں روایتوں کو من وعن اور مکمل طور پر ہم نے نقل کر دیا۔ دونوں عبارتوں پر نظر ڈالنے سے بات بالکل واضح ہو گئی۔ کہ اگر اہل تشیع دونوں عبارتیں مکمل ذکر کر دیتے۔ تو طعن کی کوئی صورت نہ نکل سکتی۔ اس لیے طعن کو بنانے اور گھڑنے کے لیے معترض کو خیانت سے کام لینا پڑا۔ جس کی قلعی ہم نے کھول دی۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

جواب سوم:

اس مذکورہ طعن والی روایات ضعیف ہیں

تاریخ طبری کی مذکور دونوں عبارتوں کا راوی ابو مخنف لوط بن یحییٰ اور واقدی ہے۔ اسماء الرجال کی کتب میں ان دونوں کو سخت مجروح قرار دیا گیا ہے۔ اس کی تفصیل تحفہ جعفریہ جلد دوم میں گزر چکی ہے۔

واقدی کے بارے میں حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ وہ کذاب ہے۔ اس کے متعلق امام بخاری نے فرمایا۔ متروک ہے۔ ابو حاتم اور نسائی نے اسے بناوٹی حدیثیں بنانے والا کہا ہے۔ ثبوت ملاحظہ ہو۔

واقدی کذاب اور وضاع ہے

میزان الاعتدال:

قَالَ اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ هُوَ كَذَّابٌ يُقَلِّبُ الْاَحَادِيْثَ قَالَ ابْنُ مُعِيْنٍ لَيْسَ بِثِقَةٍ وَقَالَ مَرَّةً لَا يُكْتَبُ حَدِيْثُهُ قَالَ الْبُخَارِيُّ مَتْرُوْكٌ قَالَ اَبُوْحَاتِمٍ وَالنِّسَائِيُّ يَضَعُ الْحَدِيْثَ۔

(۱۔ میزان الاعتدال للذہبی جلد ۳ ص ۱۱۰/ ذکر محمد بن عمر بن واقدی)

(۲۔ تہذیب التہذیب لابن حجر جلد ۹ ص ۳۶۴، ۳۶۶/ تحت محمد بن عمر الواقدی)

ترجمہ

امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں۔ کہ واقدی بہت بڑا جھوٹا راوی ہے۔ احادیث کو ادل بدل دیا کرتا تھا۔ ابن معین نے کہا کہ یہ ثقہ نہیں ہے اور ایک دفعہ کہا کہ اس کی بیان کردہ حدیث کتابت کے قابل نہیں ہے۔

امام بخاری نے کہا۔ واقدی متروک الحدیث ہے۔ اور ابو حاتم و نسائی نے اسے من گھڑت حدیثوں والا کہا۔

ابو مخنف لوط بن یحییٰ شیعہ ہے۔ اور غیر معتبر راوی ہے

میزان الاعتدال:

لُوْطُ بْنُ يَحْيٰى اَبُوْ مَخْنَفٍ اَخْبَارِيٌّ لَا يُوْثَقُ بِهٖ .... وَتَرَكَهٗ اَبُوْ حَاتِمٍ وَغَيْرُهٗ قَالَ الدَّارُ قُطْنِيُّ ضَعِيْفٌ وَقَالَ يَحْيَى بْنُ مُعِيْنٍ لَيْسَ بِثِقَةٍ وَقَالَ مُرَّةً لَيْسَ بِشَيْءٍ قَالَ ابْنُ عَدِيٍّ شِيْعِيٌّ مُحْتَرِقٌ صَاحِبُ اَخْبَارِهِمْ۔

(۱۔ میزان الاعتدال للذہبی جلد ۳ ص ۳۶ ذکر لوط بن یحییٰ۔ مطبوعہ مصر طبع جدید)

(۲۔ لسان المیزان لابن حجر جلد ۴ صفحہ نمبر ۴۹۲۔ تحت لوط بن یحییٰ مطبوعہ بیروت طبع جدید۔

ترجمہ: لوط بن یحییٰ ابو مخنف قصہ گو اور اخباری آدمی ہے۔ اس کا کوئی

وثوق نہیں۔ ابو حاتم وغیرہ نے اس کو ترک کر دیا۔ دار قطنی نے اسے ضعیف کیا۔ یحیٰے بن معین نے اسے غیر ثقہ فرمایا۔ اور مرہ کہتے ہیں۔ یہ کچھ بھی نہیں۔ ابن عدی اسے متعصب شیعہ کہتے ہیں کیونکہ وہ اہل تشیع کی خبروں کا مرکز تھا۔

یہ تھا اس پہاڑ کا اصل کہ جس کو مضبوط سمجھ کر معترض نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی ذات پر الزام تراشا تھا۔ راوی ہی قابل گرفت نکلا۔ تو ایسی روایت کا کیا مقام و مرتبہ ہو سکتا ہے۔ کہ اس سے کسی پر الزام دھرا جا سکے۔ ہاں وہ معترض کا چونکہ مذہبی اور نسبی یار دوست ہے۔ اس لیے اندھے کو اچھا لگا۔ اور ایک اندھا دوسرے اندھے کے سہارے حضرت عثمان کی ذات پر اعتراض کرنے چل پڑا۔ خوب دوستی نبھائی۔ اور خوب جوڑی خدا نے ملائی۔

کیا واقعی خمس کا پانچواں حصہ حضرت عبداللہ بن سعد نے اپنے لیے رکھ لیا تھا؟

مذکور طعن زیر جواب واقعہ کو مرکزی حیثیت دی گئی۔ وہ یہ تھا۔ کہ حضرت عثمان غنی رض نے اپنے عامل عبداللہ بن سعد کو افریقہ کی فتح کے بعد مال غنیمت کے خمس کا خمس بطور انعام دیا تھا۔ کیا یہ درست ہے؟ معترض اگر انصاف پسند ہوتا۔ جس کی توقع نہیں کی جا سکتی۔ تو کم از کم اپنی کتب تاریخ کا ہی مطالعہ کر لیتا ہوتا۔ ان کی تاریخی کتب میں اس کا ثبوت نہیں ملتا۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

ناسخ التواریخ:

آنگاہ جرجیر کس نزد عبداللہ بن سعد بن ابی سرح فرستاد و خواستگار

مصالحت و مسالمت گشت بشرطیکہ دو ہزار پانصد و بیست ہزار دینار کہ دریں زمان عبارت از پنج کرور و بیست ہزار تومان است تسلیم وارد عبداللہ ایں سخن از روئے پذیرفت و برایں گونہ وثیقت بنوشت و آں خراج بستد و آنچہ از غنیمت بدست کردہ بود بر لشکر قسمت کرد ہر سوار را سہ ہزار درہم و ہر پیادہ را ہزار درہم بہرہ رسید آنگاہ خمس غنائم را با خراج افریقیہ بصحبت عبداللہ بن زبیر بنزدیک عثمان فرستاد۔ وخود بجانب مصر مراجعت نمود۔

(ناسخ التواریخ تاریخ خلفاء جلد ۲
ص ۱۳۷ حرب العبادلہ
مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ

افریقیہ کی فتح کے بعد اس کے حکمران جبر جبیر نے ایک شخص کو عبداللہ بن سعد کی خدمت میں بھیجا۔ تاکہ باہم مصالحت کی گفتگو طے ہو سکے۔ اور صلح کے لیے اس نے بیس لاکھ پچیس ہزار دینار دینا شرط قرار دیئے جو اس دور کے پانچ کروڑ بیس ہزار تومان کے برابر تھے۔ عبداللہ بن سعد نے یہ شرط منظور کر لی۔ اور اس کی باقاعدہ تحریر ہوئی۔ اور افریقہ کے لوگوں پر خراج بھی مقرر کیا۔ افریقہ کی فتح پر وہاں سے جو مال غنیمت ہاتھ آیا۔ عبداللہ نے اس کو لشکر پر تقسیم کر دیا۔ ہر ایک سوار کو تین ہزار درہم اور پیدل کو ایک ہزار درہم حصہ میں آگئے۔ اس کے بعد مال غنیمت کا پانچواں حصہ بمعہ خراج عبداللہ بن زبیر کے ہاتھ عبداللہ بن سعد نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیا۔ اور پھر عبداللہ

بجانب مصر واپس چلا گیا۔

اہل تشیع کی قابل اعتبار اور تمام کتب تاریخ سے زیادہ تحقیق و تفصیل والی کتاب سے یہ ثابت ہوا۔ کہ عبداللہ بن سعد نے مال غنیمت کے پانچویں حصہ میں سے اپنے لیے کچھ بھی نہیں رکھا۔ بلکہ سارے کا سارا حضرت عثمان کے ہاں بھیج دیا۔ اگر کوئی ایسی بات ہوتی۔ تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بدخواہ اس کو ساتویں زمین کے نیچے سے نکال لانے کی کوشش کرتے۔ کیونکہ ان کا مقصد ہی حضرت عثمان کو بدنام کرنا ہے۔ جب ان تاریخ دانوں کو دباوجود مخالفت کے کوئی ایسا ثبوت نہ مل سکا۔ تو بعد میں آنے والے اپنا سر کس لیے پیٹ رہے ہیں۔ اور ان کے سینوں میں چھریاں کیوں چل رہی ہیں۔ امید ہے کہ ایک انصاف پسند اور حقیقت کا متلاشی اس بحث سے یہی نتیجہ اخذ کرے گا۔ کہ سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ان واہی تباہی الزامات و اعتراضات سے بری تھے۔ اللہ تعالیٰ سب کو راہ ہدایت پر چلنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ

بعض ذہنوں میں اس بحث کے دوران یہ وہم و شبہ بار بار آتا ہے۔ کہ چلو مان لیا۔ کہ حضرت عثمان نے عبداللہ بن سعد، مروان اور ابن اسید کو بہت سے انعامات سے نوازا۔ لیکن اس کی کچھ وجوہات تھیں۔ اس کے برخلاف ایسے لوگوں کو بھی انہوں نے نوازا۔ جن کے لیے کوئی معقول بہانہ نہیں مل سکتا۔ کیونکہ نہ تو وہ کسی قسم کے عہدہ پر فائز تھے۔ اور نہ ہی اسلامی حکومت میں ان کی خدمات تھیں۔ ان لوگوں پر انعام و اکرام کی بارش کرنا دراصل بیت المال کا غلط استعمال ہے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ایسا کیوں کیا۔؟

ہم اس وہم و شبہ کا ازالہ اس طرح کرتے ہیں ۔ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں صرف یہی فرض کر لینا کہ آپ نے جس کو بھی دیا۔ بیت المال سے ہی دیا کوئی حقیقت پسندی نہیں یہ اس وقت ہوتا۔ کہ آپ ذاتی طور پر صاحب ثروت اور مال دار نہ ہوتے۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے ۔ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اپنے دور کی مالی طور پر عظیم شخصیت تھی ۔ اللہ نے انہیں اس قدر مالی وسعت عطا فرمائی تھی ۔ کہ روزانہ ہزاروں درہم خرچ کرنے پر بھی ان کو کوئی فرق نہ پڑتا۔ اسی سخاوت اور مالی کشادگی کی بنا پر انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ سے "غنی" کا لقب عطا ہوا اپنوں بیگانوں پر بلا امتیاز خرچ کرنا آپ کا معمول تھا۔ بیت المال سے لینا تو درکنار آپ نے تو بیت المال کو دیا۔ غزوۂ تبوک کا واقعہ شاہد ہے ۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ترغیب پر یہی عثمان تھے ۔ کہ جنہوں نے تین سو اونٹ بمعہ جنگی ساز و سامان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیئے ۔ علاوہ ازیں ایک ہزار مثقال سونا بھی عطا کیا اتنی بڑی مالی مدد کے وقت حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ارشاد فرمایا ۔ لَا يَضُرُّ عُثْمَانَ بِمَا عَمِلَ بَعْدَ هٰذَا۔ یعنی اتنی بڑی مالی قربانی کے بعد عثمان کو کوئی عمل نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ یہ عبارت شیعوں کی مشہور کتاب روضۃ الصفار جلد ۲ ص ۱۰۸ مطبوعہ لکھنؤ قدیم پر سے لی گئی ہے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی نوازشات خود ان کے خاندان پر بھی تھیں لہذا معترض کا یہ کہنا کہ آپ نے سب کو بیت المال سے دے کر بیت المال کا ناحق تصرف کیا۔ غلط اور بے بنیاد ہے ۔ اور پھر اس پر تاریخ طبری کا حوالہ پیش کرنا اور بھی بڑی حماقت ہے۔

تاریخ طبری میں اس کی تردید ان الفاظ سے مذکور ہے۔

پ

تاریخ طبری:

قَالُوْا اِنِّیْ اُحِبُّ اَهْلَ بَیْتِیْ وَ اُعْطِیْهِمْ فَاَمَّا حُبِّیْ فَاِنَّهٗ لَمْ یَمِلْ مَعَهُمْ عَلٰی جَوْرٍ بَلْ اَحْمِلُ الْحُقُوْقَ عَلَیْهِمْ وَ اَمَّا اَعْطَاؤُهُمْ فَاِنِّیْ مَا اُعْطِیْهِمْ مِنْ مَالِیْ وَلَا اَسْتَحِلُّ اَمْوَالَ الْمُسْلِمِیْنَ لِنَفْسِیْ وَلَا لِاَحَدٍ مِنَ النَّاسِ وَ لَقَدْ كُنْتُ اُعْطِی الْعَطِیَّةَ الْكَبِیْرَةَ الرَّغِیْبَةَ مِنْ صُلْبِ مَالِیْ فِیْ زَمَانِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَ اَبِیْ بَكْرٍ وَّ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا۔

(تاریخ طبری جلد ۳ جزء ۵ ص ۱۰۳
تحت ۳۵ ھ مطبوعہ بیروت)

ترجمہ

لوگ کہتے ہیں۔ کہ میں اپنے اہل بیت سے محبت کرتا ہوں۔ اور انہیں بہت کچھ دیتا ہوں۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیے۔ کہ میری ان سے محبت مجھے کسی قسم کے ظلم پر نہیں ابھار سکتی۔ میں تو اس محبت کو ان کے حقوق ادا کرنے پر استعمال کرتا ہوں۔ رہا یہ معاملہ کہ میں ان کو مالی مدد دیتا ہوں تو اس سلسلہ میں حقیقت یہ ہے۔ کہ میں نے انہیں جو کچھ بھی دیا ہے۔ وہ محض اپنے ذاتی مال سے دیا ہے۔ میں بیت المال کا خزانہ جو

دراصل تمام امت مسلمہ کا مال ہے۔ اسے نہ تو اپنے لیے اور نہ ہی کسی دوسرے کے لیے حلال کرنے والا ہوں۔ میری یہ دیرینہ عادت حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کے دور سے ہی چلی آ رہی ہے کہ بڑے بڑے قیمتی عطیہ جات اپنے ذاتی مال سے دیتا ہوں۔

تاریخ طبری:

اَمَا وَ اللّٰهِ مَا اٰكُلُهٗ مِنْ مَالِ الْمُسْلِمِيْنَ وَ لٰكِنِّيْ اٰكُلُهٗ مِنْ مَالِيْ اَنْتَ تَعْلَمُ اِنِّيْ كُنْتُ اَكْثَرَ قُرَيْشٍ مَالًا وَ اَجَدَّهُمْ فِي التِّجَارَةِ وَ لَمْ اَزَلْ اٰكُلُ مِنَ الطَّعَامِ مَالَانَ مِنْهُ وَ قَدْ بَلَغْتُ سِنًّا فَاَحَبُّ الطَّعَامِ اِلَيَّ اَلْيَنُهٗ وَ لَا اَعْلَمُ لِاَحَدٍ عَلَيَّ فِيْ ذٰلِكَ تَبِعَةً۔

(تاریخ طبری جلد ۳ جزء ۵ ص ۱۳۶ تحت ۳۵ھ۔ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ

(جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر بیت المال کے بے جا خرچ کرنے کا اعتراض ہوا۔ تو فرمایا۔) خدا کی قسم! میں مسلمانوں کے مال (بیت المال) سے نہیں کھاتا۔ میں تو صرف اپنے ذاتی مال کو استعمال کرتا ہوں

تم جانتے ہی ہو۔ کہ میں قریش میں سے سب سے زیادہ مالدار تھا۔ اور تجارت میں ان سے زیادہ دسترس تھی۔ (اے عمرو بن امیہ ضمری) تمہیں یہ بھی بخوبی علم ہے۔ میں ہمیشہ سے عمدہ خوراک کھانے کا عادی ہوں۔ اب عمر کے اس حصہ میں جبکہ بوڑھا ہو چکا ہوں۔ تب بھی نرم وعمدہ کھانا پسند کرتا ہوں۔ اور میں نہیں سمجھتا۔ کہ اس بارے میں کوئی دوسرا میرا ہمنوا ہے۔ اور اس رویہ پر کوئی اعتراض کرے گا۔

دیکھا آپ نے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی ذات بیت المال کے معاملہ میں کس قدر محتاط تھی۔ یہ آپ کے ایثار اور ہمدردی کا زندہ ثبوت ہے۔ کہ معترض کو دو ٹوک انداز میں حقیقت حال بیان فرمادی۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی ذات ان تمام اعتراضات اور الزامات سے بری ہے۔ جن کو سنیوں کی تاریخ طبری سے معترضین نے پیش کیا۔ ایک گمراہ کن کوشش ہے۔ جس کا ہم نے انسداد کر دیا۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

طعن یازدہم

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اپنے بدکردار عاملوں کی وجہ سے قتل کیے گئے

عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانۂ خلافت میں اسلام کی وہ بیخ کنی کی۔ کہ جس کی آج تک کوئی مثال نہیں ملتی۔ انہوں نے اپنے زمانہ میں اپنے ہی اقارب کو مخصوص عہدے عطا کئے۔ (جس کی تفصیل آئندہ صفحات پر آرہی ہے) اسی سلسلے کی ایک کڑی یہ ہے۔ کہ انہوں نے اپنے داماد کو جو انتہا درجہ کا عیاش اور بد دین تھا۔ اپنا میر منشی بنایا۔ جس نے ایسے جھگڑے اور فساد کی بنیاد ڈالی جو کہ آج تک ختم نہ ہو سکا۔ اور اسی کے نتیجہ میں خود عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو بھی لوگوں نے قتل کیا۔ اور پھر بڑی ذلت و خواری کے ساتھ انہیں دفن کیا گیا۔

جس کی تفصیل یوں ہے۔ جو اہل سنت کی معتبر کتب البدایۃ والنہایہ اور تاریخ طبری میں موجود ہے۔

البدایہ والنہایہ :-

ترجمہ :-

جب مصر کے لوگوں نے اپنے گورنر عبداللہ بن سرح کی شکایت کی جو کہ عثمان غنی (رضی اللہ عنہ) کا قریبی رشتہ دار تھا۔ کہ وہ ہم پر مظالم ڈھا رہا ہے۔ لہذا اس کو تبدیل کر کے اس کی جگہ محمد بن ابی بکر کو گورنر بنایا جائے۔ تو عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ان کی یہ بات مان لی۔ اور عبداللہ بن سرح کو تبدیل کر کے اس کی جگہ محمد بن ابی بکر کو وہاں کا گورنر بنا دیا۔ جب یہ لوگ محمد بن ابی بکر کو ساتھ لے کر مصر کی طرف روانہ ہوئے تو راستے میں انہوں نے ایک آدمی کو دیکھا۔ تو وہ مصر کی طرف جلدی سے جا رہا تھا تو جب غور سے اسے دیکھا۔ کہ وہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا غلام اور آپ کی اونٹنی پر سوار تھا۔ انہیں اس پر شک گزرا۔ انہوں نے اسے پکڑا۔ اور اس کی تلاشی لی تو اس سے ایک خط نکلا۔ کہ جس میں عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی طرف سے لکھا تھا۔ کہ اے عبداللہ بن سرح جب یہ لوگ تیرے پاس پہنچیں۔ تو ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ کر انہیں قتل کر دینا۔ تو اس پر ان لوگوں کو بہت دکھ ہوا۔ لہذا محمد بن ابی بکر اپنے تمام ساتھیوں کو لے کر معہ اس غلام کے واپس مدینہ منورہ لوٹ آئے اور طلحہ، زبیر، حضرت علی اور دیگر صحابہ کرام کو واقعہ سنایا۔ کہ جس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو وہ خط دکھایا۔ تو حضرت عثمان نے فرمایا۔ کہ یہ اونٹ اور غلام تو میرا ہے۔ لیکن میں نے نہ انہیں کوئی خط لکھا ہے اور نہ ہی مجھے کوئی علم ہے۔ اور اس کی آپ نے قسم کے ساتھ توثیق کی تو انہوں نے کہا کہ پھر یہ خط مروان نے لکھا ہے۔ لہذا مروان کو ہمارے حوالے کرو۔ تو حضرت عثمان نے مروان کو ان کے حوالے نہ کیا۔ تو ان لوگوں نے یہ سمجھ لیا۔ کہ ساری

شرارت مروان کی ہے۔ اور باوجود اس بات کے کہ مروان ہم سب کو قتل کروانے والا تھا۔ حضرت عثمان اس کو ہمارے حوالے اس لیے نہیں کرتے کہ وہ ان کا داماد ہے۔ لہذا انہوں نے حضرت عثمان پر غضبناک ہو کر آپ کے مکان کا محاصرہ کر لیا۔ اور آخر کار قتل کر دیا۔

لہذا ثابت ہوا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا قتل اُن کے بدکردار عاملوں کی وجہ سے ہوا۔

(البدایۃ والنہایۃ جلد ۷ ص ۱۷۵ مطبوعہ بیروت طبع جدید۔ ذکر ثم دخلت سنۃ خمس و ثلاثین ففیھا یقتل عثمان)

جوابِ اوّل

حضرت عثمان غنی کی شہادت کا ذمّہ دار مروان نہیں شیعہ مذہب کا بانی ابن سبا یہودی ہے

طعن مذکورہ میں جو یہ ثابت اور باور کرانے کی کوشش کی گئی کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کا سبب ان کے کارندوں کی نااہلی اور بددیانتی وغیرہ ہے۔ یہ محض الزام ہے۔ جس کی کوئی حقیقت نہیں۔ بلکہ ہم وثوق سے کہتے ہیں کہ یہ سب کچھ "عبداللہ بن سبا" کی شرارت کا نتیجہ تھا۔ جو مذہب شیعہ کا بانی ہے۔ فریقین کی کتب کے حوالہ جات سے ہم اس تاریخی

حقیقت پر شواہد پیش کر رہے ہیں۔ لہٰذا اصل عبارات ازہر دو فریق کی کتب میں سے ملاحظہ ہوں۔

ناسخ التواریخ :-

عبداللہ بن سبا مرد یہودی بود در زمان عثمان بن عفان مسلمانی گرفت واو از کتب پیشین وصحائف سابقین را نیک دانا بود چوں مسلمان شد خلافت عثمان در خاطر او پسندیدہ نیفتاد پس در مجالس ومحافل اصحاب بنشستے وقبائح اعمال ومثالب عثمان را ہر چہ توانستے باز گفتے۔ ایں خبر بعثمان بردند گفت بارے ایں یہودی کیست و فرمان کرد تا او را از مدینہ اخراج نمودند۔

عبداللہ بمصر آمد وچوں مرد عالم ودانا بود مردم بروے گرد آمدند وکلمات او را باور داشتند گفت ہاں اے مردم گزشتہ بدو اید کہ نصاریٰ گویند کہ عیسےٰ علیہ السلام بدیں جہاں رجعت کند وباز آید چنانکہ در شریعت ما نیز ایں سخن استوار است چوں عیسیٰ رجعت تواں کرد محمد کہ بیگماں فاضل تراز وست چگونہ رجعت نکند وخداوند نیز در قرآن کریم میفرماید۔ اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ عَلَیْكَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّكَ اِلٰی مَعَادٍ۔

چوں ایں سخن در خاطر ہا جائے گیر ساخت گفت خداوند صد وبیست وچہار ہزار پیغمبر بدیں زمین فرد فرستاد وہر پیغمبرے را وزیرے وخلیفتے بود چگونہ می شود پیغمبرے از جہاں برود خاصہ وقتیکہ صاحب شریعت باشد ونائبے وخلیفتے بخلق نگمارد وکار امت را مہمل بگذارد ہمانا محمد صلی اللہ علیہ وسلم را علی علیہ السلام وصی وخلیفہ بود چنانکہ خود فرمود انت منی بمنزلۃ ہارون من موسیٰ از ایں میتواں دانست کہ علی علیہ السلام خلیفہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم است وعثمان ایں

منصب را منصب کردہ و با خود لبستہ عمر نیز بنا حق ایں کار بشوریٰ انگندو عبدالرحمٰن ابن عوف بہوائے نفس دست بر دستِ عثمان زد و دستِ علی را اگر گرفتہ بود با او بیعت کنند رہا داد۔

اکنوں بر ما کہ در شریعت محمدیہ واجب میکنند کہ از امر بالمعروف و نہی از منکر خویشتن داری نکنیم۔ چنانکہ خدا فرمائید۔ كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ

پس با مردم خویش گفت مارا ہنوز آں نیرو نیست کہ بتوانیم عثمان را دفع داد واجب میکنند کہ چندانکہ بتوانیم عمال عثمان را کہ آتش جور و ستم را وا لمن ہمی زنند ضعیف داریم و قبائح اعمال ایشاں را بر عالمیان روشن سازیم و دلہائے مردم را از عثمان و عمال او بگردانیم، پس نامہ ہا نوشتند و از عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کہ امارت مصر داشت با طراف جہاں شکایت فرستادند و مردم را کیدل و یکجہت کردند کہ در مدینہ گرد آیند و بر عثمان امر بالمعروف کنند و او را از خلیفتی خلع فرمائید۔

عثمان ایں معنی را الغرض ہمیکرد و مروان بن الحکم جاسوساں بشہرہا فرستاد تا خبر باز آوردند کہ بزرگان ہر جا در خلع عثمان ہم داستان اند لاجرم عثمان ضعیف شد و در کار خود فروماند۔

(۱) ناسخ التواریخ تاریخ خلفاء جلد سوم طبع جدید ص ۲۳۷-۲۳۸ طبع جدید۔ تہران

(۲) الکامل لابن اثیر جلد ۳ ص ۱۵۴ ذکر مسیر من سار الی محاصرۃ عثمان مطبوعہ بیروت۔ طبع جدید)

(۳) البدایۃ والنہایۃ جلد ۷ ص ۱۶۷-۱۶۸ ذکر سنۃ اربعون و ثلاثین مطبوعہ بیروت۔ طبع جدید)

ترجمہ:۔

عبداللہ بن سبا یہودی تھا۔ حضرت عثمان غنی کی خلافت کے زمانہ میں مسلمان ہوا۔ یہ کتب سابقہ اور پرانے صحیفوں کا بہت بڑا عالم تھا۔ مسلمان ہونے کے بعد حضرت عثمان کی خلافت دل کو نہ بھائی۔ اپنے دوستوں اور ساتھیوں کی مجالس و محافل میں حضرت عثمان کی جہاں تک برائیاں کر سکتا کرتا تھا۔ جب یہ حالات حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ تک پہنچے۔ تو فرمایا۔ یہ یہودی کون ہے اسے مدینہ سے نکال دیا جائے۔

(مدینہ سے نکالے جانے کے بعد) یہ یہودی مصر آگیا۔ چونکہ عالم اور خوب سمجھ دار تھا۔ اس لیے عوام نے اس کے پاس آمد و رفت شروع کر دی۔ اور اس کی باتوں کا اعتبار کرنے لگے۔ کہنے لگا۔ لوگو! کیا تم نے یہ نہیں سنا کہ عیسائی کہتے ہیں۔ کہ ہمارے پیغمبر عیسیٰ علیہ السلام اس دنیا میں دوبارہ آئیں گے۔ جیسا کہ ہماری شریعت بھی اس کی تصدیق و توثیق کرتی ہے۔ تو پھر یہ کیونکر ہو سکتا ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم باوجودیکہ حضرت عیسیٰ سے افضل ہیں۔ دوبارہ تشریف نہ لائیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے بھی اس کے متعلق قرآن میں فرما دیا ہے۔ "بے شک وہ اللہ جس نے تجھے قرآن دیا۔ وہ تجھے ضرور اپنے ٹھکانے کی طرف لوٹائے گا"

جب عبداللہ بن سبا کی یہ بات لوگوں کے دلوں میں جگہ کر گئی۔ کہنے لگا۔ اللہ تعالیٰ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر اس زمین کی طرف بھیجے۔ اور پیغمبر کا کوئی نہ کوئی وزیر اور جانشین ہوتا رہا۔ تو یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ کہ ایک پیغمبر (حضور صلی اللہ علیہ وسلم) دنیا سے تشریف لے جائے۔ اور اس کا کوئی خلیفہ لوگوں پر نہ رہے۔ اور اپنی امت کے معاملہ کو وہ یونہی مہمل اور بے کار چھوڑ کر چلا جائے۔ یہ حقیقت ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ،

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصی اور خلیفہ مقرر تھے۔ جیسا کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے "اے علی! تو میرے نزدیک اسی طرح ہے۔ جس طرح موسیٰ علیہ السلام کے لیے ہارون تھے" اس سے سمجھا جا سکتا ہے۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ تھے۔ عثمان نے اس منصب پر غاصبانہ قبضہ کر رکھا ہے۔ عمر فاروق نے بھی ناحق طور پر معاملہ مجلس شوریٰ کے سپرد کر دیا تھا۔ اور عبدالرحمٰن بن عوف نے محض نفسانی خواہش کے ماتحت عثمان غنی کی بیعت کی۔ اور حضرت علی المرتضیٰ کے ہاتھ کو زبردستی پکڑ کر بیعت کرا کے چھوڑا۔

اب ہم پر چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت یہ بات واجب کر دیتی ہے۔ کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں اپنے بیگانے کی رعایت نہ کریں۔ اور اس فریضہ کو سرانجام دیں۔ جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا "تم بہترین امت ہو جسے لوگوں میں سے نکالا گیا۔ نیکی کا حکم دیتے ہو۔ اور برائی سے روکتے رہو۔ عبداللہ بن سبا نے اپنے معتقدین سے کہا۔ اس وقت اگرچہ ہمیں اتنی ہمت اور طاقت نہیں کہ عثمان کو زبردستی خلافت سے ہٹا سکیں۔ لیکن اتنا ضرور کرنا چاہیے کہ عثمان کے کارندوں کو ظلم و ستم کی وجہ سے کمزور کرنے کی کوشش کریں۔ اور ان کی بداعمالیاں لوگوں پر واضح کریں۔ اور عوام کے دلوں کو عثمان اور ان کے کارندوں سے برگشتہ کریں۔ لہٰذا انہوں نے مختلف رقعہ جات لکھے اور عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کی ظلم کی فرضی داستانیں اطراف مملکت میں پھیلا دیں۔ لوگوں کو ان کی مخالفت پر متحد اور منظم کرنے کی ٹھان لی۔ تاکہ وہ اکٹھے ہو کر مدینہ آ جائیں۔ اور امر بالمعروف کرتے ہوئے عثمان غنی کو خلافت سے دستبردار کر دیں۔

حضرت عثمان غنی نے اس صورتِ حال کو جان لیا۔ مروان بن الحکم نے مختلف

شہروں کو جاسوس گھمائے۔ حتیٰ کہ وہ جاسوس یہ خبر لائے۔ کہ ہر شہر کے کھاتے پیتے لوگ حضرت عثمان کی دستبرداری چاہتے ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا۔ کہ حضرت عثمان کمزور پڑ گئے۔ اور اپنے کام میں عاجز آگئے۔ (اور قتل کر دیئے گئے)

مؤرخ مرزا تقی شیعی کی مذکورہ عبارت سے ثابت ہوا۔ کہ

۱۔ عبداللہ بن سبا کٹر یہودی تھا۔ حضرت عثمان غنی کی خلافت میں مسلمان ہوا۔ مگر دور پردہ یہودی ہی رہا۔ اور یہ کہ وہ کتب سابقہ اور صحف گذشتہ کا عالم اور فاضل تھا

۲۔ سب سے پہلے رجعت کا مسئلہ اسی نے اٹھایا۔ جو کہ مذہب شیعیت کی بنیاد ہے اس مسئلہ کو عوام کے ذہن نشین بھی کرایا۔

۳۔ دوسرا مسئلہ جو اس کی ایجاد تھی وہ یہ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصی اور خلیفہ تھے۔ لیکن اصحاب ثلاثہ نے خلافتِ رسول پر غاصبانہ قبضہ کر رکھا تھا۔

۴۔ مذکورہ دو عقائد اور کئی ظلم و ستم کی فرضی داستانیں لوگوں میں پھیلانے کی اس نے سر توڑ کوشش کی جس کے لیے مختلف ممالک کی طرف خطوط ارسال کیے۔ عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خلافت اور ان کے کارندوں کو ناکام کرنے کی ہر ممکن کوشش کی۔ جس میں اسے کامیابی ملی۔ اور نتیجہ یہ ہوا۔ کہ حضرت عثمان غنی شہید کر دیے گئے

خلاصہ:۔

عبداللہ بن سبا ہی وہ شخص ہے۔ جس نے رجعت اور وصیِ رسول کے عقائد

گھڑ کر مذہب شیعہ کی بنیاد رکھی۔ جو بظاہر مسلمان تو ہوا۔ لیکن در پردہ یہودیت کی تکمیل کا مہرہ تھا۔ روضۃ الصفاء اور رجال کشی ایسی معتبر کتب میں اس کو بہت وضاحت سے لکھا گیا ہے۔ مذہب اسلام کو پارہ پارہ کرنے اور اپنے مذموم ارادوں کو مکمل کرنے کے لیے اس نے شیعہ مذہب کی بنیاد ڈالی۔ جونہی قدم جمانے کا موقعہ ملا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو شہید کروا دیا۔ اس طرح دشمن اسلام نے اسلام میں فساد کا دروازہ کھولا۔ جو آج تک بند نہ ہو سکا۔

حضرت عثمان غنیؓ اور ان کے عمال کے خلاف سبائی تحریک اور اس کا انسداد

الکامل لابن اثیر:۔

وَبَعَثَ دُعَاتَهُ وَكَاتَبَ مَنِ اسْتَفْسَدَ فِي الْأَمْصَارِ وَكَاتَبُوْهُ وَدَعَوْا فِي السِّرِّ إِلَى مَا هُوَ عَلَيْهِ رَأْيُهُمْ وَصَارُوْا يَكْتُبُوْنَ إِلَى الْأَمْصَارِ كُتُبًا يَضَعُوْنَهَا فِي عَيْبِ وُلَاتِهِمْ وَيَكْتُبُ اَهْلُ كُلِّ مِصْرٍ مِنْهُمْ إِلَى مِصْرٍ آخَرَ بِمَا يَصْنَعُوْنَ حَتّٰى تَنَاوَلُوْا بِذٰلِكَ الْمَدِيْنَةَ وَاَوْسَعُوْا بِذٰلِكَ الْأَرْضَ اِذَاعَةً فَيَقُوْلُ اَهْلُ كُلِّ مِصْرٍ اِنَّا لَفِيْ عَافِيَةٍ مِمَّا ابْتُلِيَ بِهِ هٰؤُلَاءِ اِلَّا اَهْلَ الْمَدِيْنَةِ فَاِنَّهُمْ

جَآءَهُمْ ذٰلِكَ عَنْ جَمِيْعِ الْاَمْصَارِ فَقَالُوْا اِنَّا لَفِيْ عَافِيَةٍ مِمَّا فِيْهِ النَّاسُ فَاَتَوْا عُثْمَانَ فَقَالُوْا يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَيَاتِيْكَ عَنِ النَّاسِ الَّذِيْ يَاتِيْنَا فَقَالَ مَا جَآءَ اِلَّا السَّلَامَةُ وَ اَنْتُمْ شُرَكَآءِيْ وَشُهُوْدُ الْمُؤْمِنِيْنَ فَاَشِيْرُوْا عَلَيَّ فَقَالُوْا نُشِيْرُ عَلَيْكَ اَنْ تَبْعَثَ رِجَالًا مِمَّنْ تَثِقُ بِهِمْ اِلَى الْاَمْصَارِ حَتّٰى يَرْجِعُوْا اِلَيْكَ بِاَخْبَارِهِمْ فَدَعَا مُحَمَّدَ بْنَ مُسْلَمَةَ فَاَرْسَلَهٗ اِلَى الْكُوْفَةِ وَ اَرْسَلَ اُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ اِلَى الْبَصْرَةِ وَ اَرْسَلَ عَمَّارَ ابْنَ يَاسِرٍ اِلٰى مِصْرٍ وَ اَرْسَلَ عَبْدَ اللّٰهِ ابْنَ عُمَرَ اِلَى الشَّامِ وَ فَرَّقَ رِجَالًا سِوَاهُمْ فَرَجَعُوْا جَمِيْعًا قَبْلَ عَمَّارٍ فَقَالُوْا مَا اَنْكَرْنَا شَيْئًا اَيُّهَا النَّاسُ وَلَا اَنْكَرَهٗ اَعْلَامُ الْمُسْلِمِيْنَ وَلَا عَوَامُهُمْ وَ تَاَخَّرَ عَمَّارٌ حَتّٰى ظَنُّوْا اَنَّهٗ قَدْ اُغْتِيْلَ فَوَصَلَ كِتَابٌ مِّنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ اَبِيْ سَرْحٍ يَذْكُرُ اَنَّ عَمَّارًا قَدِ اسْتَمَالَهٗ قَوْمٌ وَ انْقَطَعُوْا اِلَيْهِ مِنْهُمْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ السَّوْدَا وَخَالِدُ بْنُ مُلْجَمٍ وَ سَوْدَانُ بْنُ حَمْدَانَ

وَ كِنَانَةُ بْنُ بِشْرٍ فَكَتَبَ عُثْمَانُ إِلَى أَهْلِ الْأَمْصَارِ أَمَّا بَعْدُ! فَإِنِّي آخِذُ عُمَّالِي بِمُوَافَاتِي كُلَّ مَوْسِمٍ وَ قَدْ رَفَعَ إِلَيَّ أَهْلُ الْمَدِينَةِ أَنَّ أَقْوَامًا يَشْتَمُونَ وَ يَضْرِبُونَ فَمَنِ ادَّعَىٰ شَيْئًا مِنْ ذٰلِكَ فَلْيُوَافِ الْمَوْسِمَ يَأْخُذُ حَقَّهُ حَيْثُ كَانَ مِنِّي أَوْ مِنْ عُمَّالِي أَوْ تَصَدَّقُوا فَإِنَّ اللّٰهَ يَجْزِي الْمُتَصَدِّقِينَ فَلَمَّا قُرِئَ فِي الْأَمْصَارِ بَكَى النَّاسُ وَدَعَوْا لِعُثْمَانَ۔

(۱۔الکامل لابن اثیر جلد ۳ ص ۱۵۴۔۱۵۵
ذکر مسیر من سار الی حصر
عثمان
(۲۔تاریخ طبری۔جلد ۵ ص ۹۸
ذکر سن ۳۵ھ)

ترجمہ:۔
عبداللہ بن سبا نے مصر سے اپنے مبلغین مختلف شہروں کی طرف روانہ کر دیئے۔اور اطراف مملکت میں بسنے والے اپنے ہم نواؤں سے رابطہ کرنا شروع کر دیا۔اس کے لیے اس کے ساتھیوں نے اپنے ہم خیال لوگوں

کی طرف من گھڑت واقعات پر مشتمل خطوط ارسال کرنے شروع کر دیئے۔ جن میں مضمون تقریباً ایک جیسا تھا۔ وہ یہ کہ عثمان غنی کے عمال لوگوں پر ظلم و ستم کر رہے ہیں۔ ان کی ابتداء کے بعد ہر جگہ کے لوگ یہ سمجھنے لگے۔ کہ ہم چین کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ لیکن دوسرے علاقہ جات کے لوگ عمال کے ظلم و ستم میں پس رہے ہیں۔ جب اس مضمون کے خطوط مدینہ منورہ آئے۔ تو اہل مدینہ نے اس کی اطلاع عثمان غنی کو کی۔ اور پوچھا۔ کیا آپ کو بھی ان امور کی اطلاع ہے۔ جو ہم تک پہنچے ہیں۔؟ فرمایا میرے کارندوں کی طرف سے تو اچھے سلوک کی خبریں آرہی ہیں۔ بہر حال تم لوگ میرے ساتھی اور مشیر ہو۔ اور مسلمانوں کے خیر خواہ ہو۔ مشورہ دو کیا کرنا چاہیے۔ لوگوں نے کہا۔ آپ یوں کریں۔ کہ باوثوق لوگوں کو مختلف اطراف میں روانہ فرمائیں تاکہ وہ صحیح صورتِ حال کی اطلاع دیں۔ آپ نے اس مشورہ پر عمل کرتے ہوئے محمد بن مسلمہ کو کوفہ، اسامہ بن زید کو بصرہ، عمار بن یاسر کو مصر، عبداللہ بن عمر کو شام کی طرف روانہ فرما دیا۔ ان کے علاوہ اور بھی لوگوں کو بھیجا گیا۔ عمار رضی اللہ عنہ سے پہلے یہ سب واپس آگئے۔ اور رپورٹ دی۔ کہ ہم نے کسی شہر میں کوئی ظلم و ستم نہیں دیکھا۔ اور نہ کسی کو شکایت کرتے پایا۔ البتہ عمار نے واپس آنے میں تاخیر کر دی تھی۔ جس کی بنا پر لوگ سمجھے کہ کوئی حادثہ ہو گیا ہے۔ تو اسی دوران مصر کے گورنر عبداللہ بن ابی سرح کا ایک خط بنام حضرت عثمان غنی آیا۔ جس میں تحریر تھا۔ کہ عمار کو لوگوں نے اپنی طرف مائل کر لیا ہے۔ اور وہ ان سے مل گئے ہیں۔ جن میں سے چند کے نام یہ ہیں۔

عبداللہ بن سوداء (یعنی عبداللہ بن سبا) خالد بن ملجم، سودان بن حمدان، اور کنانہ بن بشر۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے پھر مختلف شہروں کے باشندوں کو اس مضمون کا خط لکھا۔

امابعد! میں ہر سال حج کے موقعہ پر اپنے عمال کا محاسبہ کیا کرتا ہوں۔اس دفعہ مدینہ کے کچھ لوگوں نے مجھے اطلاع بہم پہنچائی۔کہ بعض عمال ظلم وستم ڈھا رہے ہیں۔ان پر لوگوں کو اعتراض ہے۔تو اس سلسلہ میں حکم ہے۔کہ جس شخص کو بھی کسی عامل سے کوئی دکھ ہوا ہو۔اور وہ دعویٰ کرنا چاہتا ہو۔تو وہ حج کے موقعہ پر آ گئے۔اور اپنا حق مانگے۔چاہے اس کا تعلق مجھ سے ہو یا میرے کسی عامل سے۔اور اگر بخشش دینا چاہتا ہو۔تو اللہ تعالیٰ بخشنے والوں کو جزا سے نوازے گا۔جب حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا رقعہ مختلف شہروں میں گیا۔اور لوگوں کے سامنے پڑھا گیا۔تو عوام نے حضرت عثمان کو دعائیں دیں۔اور رو دیئے۔کیونکہ کسی کو کوئی شکایت نہ تھی۔(ترجمہ ختم ہوا۔)

بہر حال لوگوں کو کوئی شکایت نہ تھی۔لیکن اس کے باوجود حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے حج کے موقع پر اپنے عمال یعنی گورنروں کو طلب کیا۔عبداللہ بن عامر، عبداللہ بن یاسر اور امیر معاویہ وغیرہ گورنر آ گئے۔آپ نے ان سے دریافت فرمایا۔کیا تم میں سے کوئی ایسا ہے۔جو واقعی عوام پر ظلم وستم کرتا ہو۔کیونکہ تمہارے متعلق آنے والے خطوط سے یہی معلوم ہوتا ہے۔کہ لوگ تمہارے ظلم کا شکار ہو رہے ہیں۔اس پر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر عرض کیا۔امیر المومنین! آپ نے اس سے قبل با وثوق آدمی مختلف شہروں میں روانہ فرمائے۔تاکہ صورت حال کا پتہ چل سکے۔تو ان میں سے کسی نے کوئی واقعہ ایسا نہیں بتلایا کہ جس سے ان خطوط کے مضامین کی تائید ہوتی ہو۔تمام لوگوں میں سے کسی کو کوئی شکایت نہیں۔پھر مزید یہ کہ آپ نے فرمان جاری کر دیا تھا۔کہ ہے کوئی فریادی۔جس کی فریاد سنی جائے۔ہے کوئی مظلوم جو اپنے ظلم کا بدلہ لینے پر آمادہ ہو۔لیکن آپ کو ایک بھی پیغام یا درخواست ایسی موصول نہیں ہوئی۔جس میں کسی گورنر کی کوئی زیادتی بیان کی گئی ہو۔ان تمام واقعات و حالات سے پتہ چلتا ہے۔کہ جو خطوط مدینہ منورہ میں آئے۔اور ان میں

گورنروں کے ظلم وستم کو بیان کیا گیا۔ سب من گھڑت باتیں ہیں۔ جھوٹا پروپیگنڈا ہے آپ اس پر کوئی کان نہ دھریں۔

عبارت مذکورہ سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے

۱۔ عبداللہ بن سبا ہی وہ شخص ہے۔ کہ جس نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور ان کے گورنروں کے خلاف تحریک چلائی۔ تاکہ انہیں دستبرداری پر مجبور کر کے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو خلافت کی مسند پر بٹھایا جائے۔ اسی سکیم کے تحت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے گورنروں کے بارے میں فرضی واقعات اور من گھڑت خطوط مختلف ممالک میں بھیجے۔ سبائیوں نے اسی تحریک کو اور آگے بڑھانے کی کوشش کی۔ حتیٰ کہ ایک شہر کے لوگ صرف اپنے بارے میں مطمئن تھے۔ کہ ہم ہی امن میں ہیں۔ دوسرا کوئی شہر ہماری طرح سلامتی اور امن کی زندگی بسر نہیں کر رہا ہے۔ خدا بہتر جانتا ہے کہ ان شہروں کے عاملین نے رعایا پر کیا کیا ظلم کے بازار گرم کر رکھے ہیں۔ جن کی خطوط کے ذریعہ پے درپے اطلاعات آ رہی ہیں۔

۲۔ چونکہ ہر شہر کے باسی اپنے بارے میں یہی سمجھتے تھے۔ کہ وہ باامن تھے۔ دوسرے شہر امن وامان کے مسئلہ سے دوچار ہیں۔ تو اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ ہر شہر میں امن تھا۔ اور ظلم وستم کی داستانیں فرضی تھیں۔

۳۔ ظلم وستم کی بذریعہ خطوط اطلاعات پر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے عدل وانصاف کے اعلیٰ تقاضوں کے پیش نظر فیصلہ فرمایا۔ کہ ایک فرمان جاری کیا جائے۔ جس میں واضح اعلان ہو۔ کہ اگر کسی فرد کو کسی علاقہ اور شہر کے عامل سے کوئی شکایت ہے۔ تو وہ اپنا دعویٰ پیش کر دے۔ اس کی پوری پوری دادرسی ہوگی۔ اور متعلقہ عامل سے اس کا

بدل لیا جائے گا۔ اور اس کے لیے موسم حج کا تعین کردیا گیا۔ تاکہ کھلے بندوں ان شکایات کا ازالہ ہو جائے۔

ایسے عظیم فرمان پر چاہیئے تو یہ تھا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس شکایتوں اور درخواستوں کے انبار لگ جاتے۔ کیونکہ خطوط سے یہی نظر آرہا تھا۔ لیکن اتنی وسیع سلطنت سے کوئی ایک شکایت بھی نہ ہوئی۔ اور کسی عامل کے خلاف سچی تو کجا جھوٹی شکایت بھی موصول نہ ہوئی۔ جس سے بالکل واضح ہے۔ کہ اہل تشیع کے اس طعن کا کوئی وجود نہیں۔ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عامل بد کردار تھے۔ ان کی بدعملی اور بد کرداری حضرت عثمان کی شہادت کا سبب بنی۔ بلکہ آپ کے دور خلافت میں مثالی عدل تھا۔ اور عوام سکھ کی زندگی بسر کر رہے تھے۔

۴۔ عبداللہ بن سبا اور اس کے چیلے چانٹوں کی خفیہ سازش تھی۔ کہ ہو نہ ہو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے خلاف فضا سازگار بنائی جائے۔ ان کے مقرر کردہ عمال کی من گھڑت ظالمانہ داستانیں مشہور کردی جائیں۔ حتیٰ کہ لوگ بدظن ہو کر ان کی حکومت کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں۔ لیکن یہ سازش پنپ نہ سکی۔ بالآخر ناکامی کی رسوائی سے بچنے کے لیے قتل کی سازش تیار ہوئی۔ اور اسی عبداللہ بن سبا نے یہ گھناؤنا فعل سرانجام دلوایا۔ مروان بن حکم کا اس معاملے میں کوئی دخل نہ تھا۔

☆

سبائیوں نے جلیل القدر موجود صحابہ کرام کے نام سے جعلی خطوط لکھ کر لوگوں کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قتل پر ابھارا

البدایۃ والنہایۃ:۔

فَكَاتَبَ اَهْلُ مِصْرٍ وَ اَهْلُ الْكُوْفَةِ وَ اَهْلُ الْبَصْرَةِ وَ تَرَاسَلُوْا وَزُوِّرَتْ كُتُبٌ عَلٰى لِسَانِ الصَّحَابَةِ الَّذِيْنَ بِالْمَدِيْنَةِ وَ عَلٰى لِسَانِ عَلِيٍّ وَ طَلْحَةَ وَ الزُّبَيْرِ يَدْعُوْنَ النَّاسَ اِلٰى قِتَالِ عُثْمَانَ وَ نَصْرِ الدِّيْنِ وَ اَنَّهٗ اَكْبَرُ الْجِهَادِ الْيَوْمَ۔

(البدایۃ والنہایۃ جلد ۷ ص ۱۷۵ ذکر مجی الاحزاب الی عثمان للمرۃ الثانیہ من مصر۔ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:۔ (عبداللہ بن سبا کے پیروکار) مصری، کوفی اور بصری لوگوں نے ایک

دوسرے کو خطوط لکھے اور ان خطوط کی نسبت مدینہ منورہ میں مقیم صحابہ کرام اور حضرت علی، طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہم کی طرف کر دی ۔ یعنی ان حضرات کا نام لے کر لوگوں کو اکسانے کی کوشش کی) ان خطوط کا مضمون یہ تھا ۔ کہ لوگو! اٹھو اور عثمان کے خلاف صف آراء ہو جاؤ ۔ اور دین کی مدد کرو ۔ آج یہی جہاد اکبر ہے۔

معلوم ہوا ۔ کہ خلافت عثمانی کے دور میں کسی شہر میں کوئی گڑبڑ نہ تھی ۔ بلکہ عبداللہ بن سبا اور اس کے ہم خیال لوگوں نے یہ سکیم چلائی تھی ۔ کہ صحابہ کرام کے نام سے مختلف شہروں میں خطوط تقسیم کیے جائیں ۔ جن میں لوگوں کو یہ تاثر دیا جا رہا تھا ۔ کہ حضرت عثمان کے علاوہ اگرچہ عوام نہیں لیکن بڑے بڑے صحابہ کرام ان کی خلافت کو پسند نہیں کرتے ۔ اور خلاف شریعت سمجھتے ہیں ۔ لہٰذا ان کو معزول کرنے کے لیے محاذ آرائی سے بھی اجتناب نہ کیا جائے ۔ لیکن اس تمام سازش کا صحابہ کرام کو پتہ بھی نہ تھا ۔ کہ ہمارے نام سے لوگوں کو خط لکھ کر اکسایا جا رہا ہے ۔ جب ان خطوط کا عوام نے اثر قبول کیا ۔ تو چاروں اطراف کے سبائی مدینہ پر حملہ آور ہوئے ۔ اس کی تفصیل بھی البدایہ والنہایہ اور کامل ابن اثیر وغیرہ کتب میں یوں مرقوم ہے۔

الکامل فی التاریخ :-

فَاَتَی الْمِصْرِیُّوْنَ عَلِیًّا وَ هُوَ فِیْ عَسْکَرٍ عِنْدَ اَحْجَارِ الزَّیْتِ مُتَقَلِّدًا سَیْفَهٗ وَ قَدْ اَرْسَلَ ابْنَهُ الْحَسَنَ اِلٰی عُثْمَانَ فِیْمَنِ اجْتَمَعَ اِلَیْهِ فَسَلَّمُوْا عَلَیْهِ وَ عَرَضُوْا عَلَیْهِ فَصَاحَ بِهِمْ وَ طَرَدَهُمْ وَ قَالَ لَقَدْ عَلِمَ

الصّالِحُوْنَ اَنَّ جَیْشَ ذِی الْمَرْوَۃِ وَ
جَیْشَ ذِیْ خُشُبٍ وَ الْاَعْوَصِ مَلْعُوْنُوْنَ
عَلٰی لِسَانِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
فَانْصَرَفُوْا عَنْہُ وَ اَتَی الْبَصْرِیُّوْنَ
طَلْحَۃَ فَقَالَ لَھُمْ مِثْلَ ذٰلِکَ وَ
کَانَ قَدْ اَرْسَلَ اِبْنَیْہِ اِلٰی عُثْمَانَ
وَ اَتَی الْکُوْفِیُّوْنَ الزُّبَیْرَ فَقَالَ
لَھُمْ مِثْلَ ذٰلِکَ وَ کَانَ قَدْ اَرْسَلَ
اِبْنَہٗ عَبْدَ اللّٰہِ اِلٰی عُثْمَانَ ۔

(۱۔الکامل فی التاریخ جلد ۳ ص ۱۵۹،
ثم دخلت سنۃ خمس و
ثلاثین مطبوعہ بیروت۔طبع جدید)
(۲۔البدایۃ والنہایۃ جلد ۷ ص ۱۷۴
مطبوعہ بیروت۔طبع جدید)
(۳۔تاریخ طبری جلد ۵ ص ۱۰۴
مطبوعہ مصر۔طبع جدید)

ترجمہ:۔
(ان جعلی اور فرضی خطوط کے نتیجے میں بصرہ، کوفہ اور مصر وغیرہ کے لوگ جب حضرت عثمان کے ساتھ مقابلہ کے لیے تیار ہو گئے۔ تو ہر طرف سے تقریباً چار چار ہزار افراد پر مشتمل قافلہ ترتیب دیا گیا۔ تاکہ مدینہ منورہ پر حملہ کیا جائے۔ ان

میں عبداللہ بن سبا بھی تھا۔ انہوں نے روانگی سے قبل باہم یہ طے کر لیا۔ کہ کچھ لوگ مقام ذی خشب پر، کچھ مقام اعوص اور کچھ مقام ذی مروہ پر جمع ہوں گے۔ پھر وہاں سے اکٹھے مدینہ پر حملہ آور ہوں گے۔ چنانچہ اپنے اپنے مقرر مقام پر پہنچے۔ پھر انہوں نے اپنے اپنے آدمی مدینہ منورہ میں مقیم صحابہ کرام کے پاس بھیجے۔ تاکہ خفیہ طریقہ سے ان کو اعتماد میں لیا جائے۔

مصری گروہ کے آدمی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اس وقت مقام "احجار زیت" میں تلوار لٹکائے کھڑے تھے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فوراً اپنے بیٹے حسن کو حضرت عثمان کی طرف بھیجا۔ اور ان لوگوں کے جمع ہونے کی اطلاع فراہم کرنا چاہی۔ ان نمائندوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سلام کیا۔ اور کچھ معروضات پیش کیں۔ آپ نے ان کو ڈانٹ پلائی۔ اور باہر نکال دیا۔ اور فرمایا۔ کہ صالحین یہ جان چکے ہیں۔ کہ مقام ذی مروہ، ذی خشب اور اعوص پر اکٹھے ہونے والے لشکر ملعون ہیں۔ انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنتی کہا۔ یہ سن کر وہ نمائندے واپس لوٹ گئے۔ بصری لشکر کے نمائندے حضرت طلحہ کے پاس آئے۔ یہاں سے بھی انہیں وہی جواب ملا۔ جو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دیا تھا۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے اپنے دونوں بیٹوں کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا۔ کوفی نمائندے حضرت زبیر کے پاس آئے۔ یہاں سے بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ جیسا ہی جواب ملا۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے حضرت عبداللہ کو جناب عثمان کی طرف بھیجا تھا۔

(تاکہ باغیوں کی انہیں اطلاع کر دی جائے۔ اور ان کے متعلق آپ کا ارشاد معلوم کریں۔)

حوالہ مذکورہ سے معلوم ہوا۔ کہ یہ منصوبہ عبداللہ بن سبا رہ یہودی کے ارادوں کو عملی جامہ پہنانے کے لیے تھا۔ اور یہ بھی کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بہت پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ اقدس سے سن چکے تھے۔ کہ جو لشکر مقام ذی مروہ، ذی خشب اور اعوص پر جمع ہوگا۔ وہ ملعون ہے۔ تو اس ملعون لشکر کے ہاتھوں جس کی موت آئے۔ وہ یقیناً شہید ہوگا۔ اس لیے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے والا یہی گروہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نورِ نبوت سے دیکھ کر دی ہوئی یہ پیش گوئی پوری ہوئی۔ ایک برحق خلیفہ کو کہ جس کی خلافت میں کسی کو کوئی شکایت نہ تھی۔ اس سبائی لشکر نے کس طرح ظلماً شہید کیا۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کا سبب ابن سباء کا بناوٹی خط تھا نہ کہ مروان کی تحریر

گزشتہ حوالہ کی روشنی میں آپ معلوم کر چکے ہیں۔ کہ اس سبائی لشکر کو ہر جلیل القدر صحابی نے ملعون قرار دے کر واپس جانے پر مجبور کر دیا۔ ان کے بھیجے ہوئے نمائندوں نے واپس لشکر میں پہنچ کر صورت حال بیان کی۔ لہٰذا اب ایک اور چال چلی جاتی ہے۔ وہ یہ کہ انہوں نے مل کر سوچا اتنی دور سے جس مقصد کے لیے آئے ہیں۔ ناکام واپس لوٹنا مناسب نہیں۔ چنانچہ حالات کا جائزہ لیا گیا۔ مدینہ منورہ کی اکثریت حج پر چلی گئی۔ کچھ لوگ اپنی زمینوں اور اپنے مکانات کی طرف چلے گئے۔ کیونکہ ان تمام کو معلوم ہو چکا تھا۔ کہ سبائی لشکر واپس چلا گیا ہے۔ لہٰذا اب خطرہ ٹل گیا ہے۔ ادھر

یہ اطمینان تھا۔ اِدھر باغی لشکر نے موقعہ دیکھا۔ کہ اب بہت کم لوگ مدینہ میں رہ گئے ہیں۔ کیوں نہ ہو۔ اچانک ان پر حملہ کر دیا جائے۔ مدینہ کا محاصرہ کر لیا جائے۔ اور اس کے ساتھ یہ بھی طے کر لیا۔ کہ اگر مدینہ میں موجود حضرت علی، طلحہ، اور زبیر رضی اللہ عنہم اس بارے میں پوچھیں گے۔ کہ ہم نے تمہیں مدینہ سے چلے جانے کو کہہ دیا تھا۔ پھر یہ معاملہ کیا ہے؟ تو اس کا جواب ہمارے پاس یہ ہوگا۔ کہ ہم تو واپس جا رہے تھے۔ ہم میں سے جو گروہ مصر سے آیا تھا۔ واپسی پر اسے حضرت عثمان غنی کا ایک غلام ملا۔ جو آلعاق سے انہی کی اونٹنی پر سوار تھا۔ جب اس کو پکڑ کر تلاشی لی گئی۔ تو ایک خط نکلا۔ جس پر حضرت عثمان غنی کی مہر لگی ہوئی تھی۔ اور وہ خط مصر کے گورنر عبدالرحمن بن ابی سرج کی طرف لکھا گیا تھا۔ مضمون یہ تھا۔ کہ یہ مصری جتھہ جونہی واپس پہنچے۔ ان کی گردنیں اڑا دی جائیں۔ ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے جائیں۔ ہم نے یہ رقعہ پڑھا۔ تو ہم واپس پلٹ پڑے۔ حضرت طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما نے جب کوفیوں اور بصریوں سے پوچھا۔ تم کیوں واپس ہوئے؟ تو کہنے لگے مصری ہمارے ساتھی ہیں۔ انہوں نے مدد کے لیے پکارا۔ لہٰذا ہم بھی ان کی مدد کی خاطر واپس آگئے۔ یہ واقعات و حالات ہمارے ذہن کی اختراع نہیں۔ بلکہ اس پر تاریخی شواہد موجود ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

البدایۃ والنہایۃ:۔

قَالَ عَلِیٌّ لِاَھْلِ مِصْرَ مَا رَدَّکُمْ بَعْدَ ذِھَابِکُمْ وَرُجُوْعِکُمْ مِنْ رَأْیِکُمْ فَقَالُوْا وَجَدْنَا مَعَ بَرِیْدٍ کِتَابًا بِقَتْلِنَا وَکَذٰلِکَ قَالَ الْبَصْرِیُّوْنَ لِطَلْحَۃَ وَالْکُوْفِیُّوْنَ لِلزُّبَیْرِ وَقَالَ

اَهْلُ كُلِّ مِصْرٍ اِنَّمَا جِئْنَا لِنَنْصُرَ اَصْحَابَنَا فَقَالَ لَهُمُ الصَّحَابَةُ كَيْفَ عَلِمْتُمْ بِذٰلِكَ مِنْ اَصْحَابِكُمْ وَقَدْ اِفْتَرَقْتُمْ وَصَارَ بَيْنَكُمْ مَرَاحِلُ اِنَّمَا هٰذَا اَمْرٌ اِتَّفَقْتُمْ عَلَيْهِ فَقَالُوْا ضَعُوْهُ عَلٰى مَا اَرَدْتُمْ لَا حَاجَةَ لَنَا فِيْ هٰذَا الرَّجُلِ لِيَعْتَزِلْنَا وَنَحْنُ نَعْتَزِلُهُ يَعْنُوْنَ اَنَّهُ اِنْ نَزَلَ عَنِ الْخِلَافَةِ تَرَكُوْهُ اٰمِنًا۔

(البدایۃ والنہایۃ۔ جلد ۷ ص ۱۷۴

مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:۔

حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ نے مصریوں سے پوچھا۔ جب تم واپس جا چکے تھے۔ اور تمہارے ارادے تبدیل ہو چکے تھے۔ تو پھر واپسی کیوں ہوئی؟ کہنے لگے۔ ہم نے ایک چٹھی رساں سے ایک خط پایا۔ جس میں ہمارے قتل کا حکم دیا گیا تھا۔ یہی بہانہ کوفیوں نے حضرت زبیر سے اور بصریوں نے حضرت طلحہ سے کہا۔ ہر شہر کے آدمیوں نے کہا۔ کہ ہم اپنے دوستوں کی مدد کے لیے آئے ہیں۔ اس پر حضرات صحابہ کرام نے ان سے پوچھا تمہیں اپنے ساتھیوں کی یہ خبر کیسے ملی۔ حالانکہ تم ایک دوسرے سے بہت دور جا چکے تھے۔ کئی منزلوں کی مسافت طے کر چکے تھے۔ یوں لگتا ہے۔ کہ یہ سب کچھ تم نے ایک منصوبہ کے تحت کیا ہے۔ وہ بولے

اچھا جو تم سمجھو۔ لیکن ہمیں اس شخص (حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ) سے کوئی سروکار نہیں ۔ تاکہ وہ ہم سے الگ ہو جائے ۔ اور ہم اس سے جدا ہو جائیں ۔ ان الفاظ سے ان (سبائیوں) کا مقصد یہ تھا ۔ کہ اگر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ، خلافت سے دستبردار ہو جائیں ۔ تو ہم انہیں کچھ نہیں کہیں گے ۔ وہ امن میں ہوں گے ۔

تاریخ طبری :۔

قَالَ ثُمَّ رَجَعَ الْوَفْدُ الْمِصْرِيُّوْنَ رَاضِيْنَ فَبَيْنَا هُمْ فِي الطَّرِيْقِ اِذَا هُمْ بِرَاكِبٍ يَتَعَرَّضُ لَهُمْ ثُمَّ يُفَارِقُهُمْ ثُمَّ يَرْجِعُ اِلَيْهِمْ ثُمَّ يُفَارِقُهُمْ وَ يُشْنِيْهُمْ قَالَ قَالُوْا لَهٗ مَالَكَ اِنَّ لَكَ اَمْرًا مَا شَانُكَ قَالَ فَقَالَ اَنَا رَسُوْلُ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِلٰى عَامِلِهٖ بِمِصْرَ فَفَتَّشُوْهُ فَاِذَا هُمْ بِالْكِتَابِ عَلٰى لِسَانِ عُثْمَانَ عَلَيْهِ خَاتِمُهٗ اِلٰى عَامِلِهٖ بِمِصْرَ اَنْ يُصَلِّبَهُمْ اَوْ يَقْتُلَهُمْ اَوْ يَقْطَعَ اَيْدِيَهُمْ وَ اَرْجُلَهُمْ مِنْ خِلَافٍ قَالَ فَاَقْبَلُوْا حَتّٰى قَدِمُوا الْمَدِيْنَةَ قَالَ فَاَتَوْا عَلِيًّا فَقَالُوْا اَلَمْ تَرَ

إِلَى عَدُوِّ اللهِ أَنَّهُ كَتَبَ فِيهَا بِكَذَا وَكَذَا وَإِنَّ اللهَ قَدْ أَحَلَّ دَمَهُ قُمْ مَعَنَا إِلَيْهِ قَالَ وَاللهِ لَا أَقُومُ مَعَكُمْ إِلَى أَنْ قَالُوا فَلِمَ كَتَبْتَ إِلَيْنَا فَقَالَ وَاللهِ مَا كَتَبْتُ إِلَيْكُمْ كِتَابًا قَطُّ قَالَ فَنَظَرَ بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ ثُمَّ قَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ أَلِهٰذَا تُقَاتِلُونَ أَوْ لِهٰذَا تَغْضَبُونَ قَالَ فَانْطَلَقَ عَلِيٌّ فَخَرَجَ مِنَ الْمَدِينَةِ إِلَى قَرْيَةٍ۔

(تاریخ طبری جلد ۵ ص ۱۰۷ تا ۱۰۸
مطبوعہ مصر)

ترجمہ:۔
مصری وفد راضی خوشی روانہ ہوا۔ دورانِ سفر راستہ میں انہیں ایک اونٹنی سوار ملا۔ یہ سوار کبھی ان کے سامنے آجاتا۔ کبھی دائیں بائیں ہو جاتا۔ کبھی ان کے پیچھے ہو لیتا۔ ان مصریوں نے اُسے روک کر پوچھا۔ ہمیں دال میں کالا کالا نظر آتا ہے۔ تو کون ہے۔ اور کیا کام ہے؟ اس نے کہا۔ میں امیر المومنین حضرت عثمان کا قاصد ہوں۔ اور ان کے گورنر کی طرف جا رہا ہوں۔ جو اس وقت مصر میں اپنے فرائض سر انجام دے رہا ہے۔ ان مصریوں نے اس کی تلاشی لی۔ تو کیا دیکھتے ہیں۔ کہ ایک رقعہ نکلا۔ جس پر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی مہر لگی تھی۔ ان کی طرف سے مصر کے گورنر کو لکھا تھا۔ کہ یہ مصری قافلہ جونہی وہاں پہنچے۔ اسے سولی چڑھا دیا جائے

یا قتل کر دیا جائے۔ یا ان کے ہاتھ پاؤں برخلاف کاٹ دیئے جائیں۔ (یہ دیکھ کر) مصری واپس مدینہ لوٹ آئے۔ حضرت علی مرتضٰے رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہو گئے۔ اور عرض کیا۔ کیا آپ اللہ کے اس دشمن (حضرت عثمان) کو نہیں دیکھتے۔ کہ اس نے ہمارے متعلق یوں یوں لکھا ہے۔ یقیناً اللہ نے اس کا خون گرانا ہم پر مباح کر دیا ہے۔ اٹھیئے اور اس کی طرف ہمارے ساتھ چلیئے۔ حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔ خدا کی قسم! میں تمہارے ساتھ جانے کے لیے تیار نہیں۔ حتیٰ کہ انہوں نے کہا۔ تو پھر ہماری طرف یہ کیوں لکھا گیا۔ کہنے لگے۔ اللہ کی قسم! میں نے تمہاری طرف ہرگز کوئی رقعہ نہیں لکھا۔ یہ سن کر بعض نے بعض کی طرف دیکھا۔ پھر ایک دوسرے کو کہا۔ کیا اس شخص کے لیے لڑ رہے ہو۔ کیا اس کے لیے غضب ناک ہو رہے ہو۔ حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ وہاں سے چل دیئے۔ اور مدینہ منورہ سے باہر ایک بستی کو روانہ ہو گئے۔

مذکورہ عبارات سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے

۱۔ مصری لوگ جس خط کو لے کر واپس مدینہ لوٹے۔ وہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا لکھا ہوا نہ تھا۔ اور نہ ہی مروان بن الحکم کی طرف سے تھا۔ بلکہ یہ تانا بانا عبداللہ بن سبا کا بنا ہوا تھا۔

۲۔ حضرت علی المرتضٰے، حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم چونکہ

اس خط کی حقیقت جان چکے تھے۔ اس لیے ان حضرات نے عبداللہ بن سباء کے پیروکاروں سے دریافت کیا۔ کہ خط تو صرف مصریوں کے ہاتھ لگا۔ دوسری طرف کے جانے والوں کو اس خط کا کیسے علم ہو گیا۔ حالانکہ یہ ایک دوسرے سے منزلوں دُور ہو چکے تھے۔ پھر اکٹھے ہی واپس لوٹے ہو۔؟ ان باتوں سے صاف ظاہر کہ حضرات صحابہ کرام سمجھ چکے تھے۔ کہ خط جناب عثمان یا مروان کا نہیں ان کی اپنی سازش ہے۔

۳۔ پھر جب ان سبائیوں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہو کر اپنے ساتھ چلنے کو کہا۔ اور یہ بھی کہا۔ کہ حضرت عثمان غنی اس خط کی تحریر کی بنا پر مباح الدم ہو چکے ہیں۔ تو حیدر کرار نے تسمیہ فرمایا۔ کہ میں ہرگز چلنے کے لیے تیار نہیں ہوں۔ کیونکہ آپ جان چکے تھے۔ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بے قصور ہیں۔ یہ ان سبائیوں کی شرارت ہے۔

۴۔ سبائیوں کی سازش اس طرح شروع ہوئی کہ انہوں نے صحابہ کرام کی طرف سے فرضی خطوط مختلف ممالک کے باشندوں کو لکھے۔ جن میں ایک ہی بات پر زور دیا گیا وہ یہ کہ حضرت عثمان خلافت کے اہل نہیں۔ لہٰذا تم اکٹھے ہو کر مدینہ منورہ آؤ۔ تاکہ اُن سے خلافت چھینی جائے۔ لوگوں نے ان خطوط کو صحیح جانا۔ اور سبائیوں کے پروپیگنڈا میں آکر مدینہ منورہ آگئے۔ جب یہ لوگ یہاں پہنچے۔ تو حضرت علی، حضرت طلحہ اور حضرت زبیر سے ملاقات کی۔ تاکہ اپنی آمد کی اطلاع کر دیں۔ یہاں معاملہ اُلٹ تھا۔ ان صحابہ کرام نے آنے والوں سے پوچھا۔ تمہارا اس طرح مسلح ہو کر آنا کس لیے ہے۔ جب انہیں یہ معلوم ہوا کہ حضرات صحابہ کرام میں سے کسی نے بھی اُن کو کوئی خط نہیں لکھا، تو بڑے پشیمان ہوئے۔ اور افسوس بھی ہوا۔ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ وغیرہ نے خطوط لکھ کر بلوایا۔ اور اب صاف صاف انکار

کر رہے ہیں۔ آخری حربہ کے طور پر کہا۔ اے علی! دیکھئے عثمان نے ہمارے قتل کا حکم لکھ دیا۔ یہ رقعہ ان کا غلام مصر کے گورنر کے پاس لے جا رہا تھا۔ اتفاقیہ ہم نے اسے پکڑ لیا۔ ورنہ مصر پہنچ کر ہمارا خاتمہ کر دیا جاتا۔ تو آپ نے خود خط لکھ کر بلایا۔ اور عثمان نے قتل کا حکم صادر کر دیا ہے۔ اب آپ اٹھیں۔ اور ہمارے ساتھ چلیں۔ تاکہ حضرت عثمان کو دستبردار کر سکیں۔ اور اس پر حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کس نے تمہیں خطوط لکھے۔ خدا کی قسم! میں نے تمہیں ایک بھی خط نہیں لکھا۔ جب حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کی زبان اقدس سے ان سبائیوں نے یہ سنا۔ تو ششدر رہ گئے۔ اور ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔ اور کہنے لگے۔ اچھا یہ ہے وہ معاملہ کہ جس کی خاطر تم لڑنے آئے ہو۔

اس سے معلوم ہوا۔ کہ یہ سب خطوط عبداللہ بن سبا، اور اس کے کارندوں کے لکھے ہوئے تھے۔ انہی خطوط میں ایک خط یہ بھی تھا۔ جو مصریوں کے واپس آنے کا بہانہ بنا۔ اس خط کو نہ تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے تحریر کیا تھا۔ اور نہ ہی مروان بن حکم کی یہ تحریر تھی۔ اس پر مزید ثبوت ملاحظہ ہو۔

عبداللہ بن سبا کے نقلی خطوط پر شہادتیں

شہادت نمبر (۱):

البدایۃ والنہایۃ:

اَنَّ الصَّحَابَۃَ کَتَبُوْا اِلَی الْاٰفَاقِ مِنَ الْمَدِیْنَۃِ
یَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْقُدُوْمِ عَلٰی عُثْمَانَ

لِيُقَاتِلُوْهُ وَ هٰذَا كَذِبٌ عَلَى الصَّحَابَةِ وَ اِنَّمَا كُتِبَتْ كُتُبٌ مُزَوَّرَةٌ عَلَيْهِمْ كَمَا كَتَبُوْا مِنْ جِهَةِ عَلِيٍّ وَّ طَلْحَةَ وَ الزُّبَيْرِ اِلَى الْخَوَارِجِ كُتُبًا مُزَوَّرَةً عَلَيْهِمْ اَنْكَرُوْهَا وَ هٰكَذَا زُوِّرَ هٰذَا الْكِتَابُ عَلٰى عُثْمَانَ اَيْضًا فَاِنَّهٗ لَمْ يَاْمُرْ بِهٖ وَلَمْ يَعْلَمْ بِهٖ اَيْضًا۔

(البدایہ والنہایہ جلد ۷ ص ۱۷۵
ذکر مجئ الاحزاب الی عثمان
مرۃ ثانیۃ مطبوعہ بیروت
طبع جدید)

ترجمہ:۔

مدینہ منورہ سے صحابہ کرام نے مختلف اطراف میں خطوط لکھے۔ جن میں لوگوں کو یہ حکم دیا گیا تھا۔ کہ تم سب مدینہ آؤ۔ تاکہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے لڑائی کر کے ان کو خلافت سے دستبردار کیا جائے۔ یہ مضمون اور یہ بات صحابہ کرام پر ایک بہت بڑا جھوٹ کہا گیا ہے۔ جو کچھ ہوا۔ وہ یہ کہ یہ تمام خطوط ان کی طرف سے من گھڑت ناموں کے ذریعہ لکھے گئے۔ جیسا کہ حضرت علی، حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم کی طرف سے ان کے فرضی ناموں سے خارجیوں کی طرف خطوط لکھے گئے۔ ان حضرات نے ایسے تمام خطوط کا انکار کیا۔ اور اسی طرح یہ رقعہ بھی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی طرف من گھڑت طور پر منسوب کیا گیا۔ کیونکہ نہ تو آپ نے اس کا حکم دیا۔

اور نہ ہی آپ کو اس کا علم تھا۔

شہادت نمبر ۲:۔

مقدمہ ابن خلدون:۔

فَانْصَرَفُوْا قَلِيْلاً ثُمَّ رَجَعُوْا وَ قَدْ لَبِسُوْا بِكِتَابٍ مُدَلَّسٍ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ لَقُوْهُ فِيْ يَدِ حَامِلِهٖ اِلٰى عَامِلِ مِصْرَ بِاَنْ يَقْتُلَهُمْ وَ حَلَفَ عُثْمَانُ عَلٰى ذٰلِكَ فَقَالُوْا مَكِّنَّا مِنْ مَرْوَانَ فَاِنَّهٗ كَاتِبُكَ فَحَلَفَ مَرْوَانُ فَقَالَ لَيْسَ فِى الْحُكْمِ اَكْثَرُ مِنْ هٰذَا فَحَاصَرُوْهُ بِدَارِهٖ ثُمَّ بَيَّتُوْهُ عَلٰى حِيْنِ غَفْلَةٍ مِّنَ النَّاسِ وَ قَتَلُوْهُ وَ انْفَتَحَ بَابُ الْفِتْنَةِ۔ الخ

(مقدمہ ابن خلدون۔ ص ۲۱۵ تا ۲۱۶۔ مطبوعہ مصر)

(مقدمہ ابن خلدون۔ ص ۳۸۱ تا ۳۸۲ مطبوعہ بیروت)

ترجمہ:۔

پھر سبائی لوگ حضرات صحابہ کرام سے مایوس ہو کر لوٹ گئے۔ پھر جلدی ہی واپس آ گئے۔ اب ان کے پاس ایک من گھڑت رقعہ بھی

تھا۔ جس کے بارے میں ان کا خیال تھا۔ کہ یہ خط مصر کے گورنر کے نام لکھا ہوا ہے۔ اور اس میں انہیں قتل کر دینے کا حکم تھا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے قسم اٹھائی۔ کہ یہ خط میرا نہیں۔ پھر انہوں نے مطالبہ کیا۔ کہ مروان کو ہمارے سپرد کرو۔ اس کی شرارت ہوگی۔ اس پر مروان نے بھی قسم اٹھائی۔ کہ میری تحریر نہیں۔ اس کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ از روئے شرع منکر پر صرف قسم ہی ہوتی ہے۔ (اور وہ اٹھائی گئی ہے۔ اس لیے اب تمہیں تسلی ہو جانی چاہیئے۔ یہ دیکھ کر) ان سبائیوں نے حضرت عثمان کے گھر کا گھیراؤ کر لیا۔ اور رات کے وقت لوگوں کی بے خبری کی وجہ سے حضرت عثمان کو شہید کر دیا گیا۔ یوں ان سبائیوں نے فتنہ کا دروازہ کھول دیا۔

خلاصہ کلام:۔

معترض نے اہل سنت و جماعت کی دو کتب (البدایۃ والنہایۃ، تاریخ طبری) سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی تھی۔ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت ان کے گورنروں میں سے ایک بدکردار گورنر مروان کے خط کی وجہ سے ہوئی تھی۔ اس اعتراض کو بڑے زور و شور سے بیان کیا گیا۔ لیکن ناظرین کرام ہم نے جب انہی دو کتب کی اصلی عبارات پیش کیں۔ تو بات کچھ اور نکلی۔ وہ یہ تھی۔ کہ شہادتِ عثمان غنی کا اصل سبب عبداللہ بن سباء کا خط تھا۔ اور اس امر کی تائید کتب شیعہ نے بھی کر دی۔ عبداللہ بن سباء یہودی المذہب تھا۔ ایک سازش کے تحت مسلمان ہوا۔ اور اپنے معتقدین بنانے کے بعد مصر میں اس نے مذہب شیعہ کے اصول وضع کیے۔ اس نے یہودیوں کا بدلہ لینے کے لیے ملت اسلامیہ کے خلاف ایک سازش تیار کی۔ کیونکہ اس کو اور

اس کے ہم مذہبوں کو مدینہ منورہ سے ان کی شرارتوں کی وجہ سے خیبر اور فلسطین کی طرف نکال دیا گیا تھا۔ اس کا بدلہ لینے کے لیے ایک سازش کے تحت اس نے مذہب شیعہ کی بنیاد رکھی ارجعت کا عقیدہ پھیلایا اور حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ کو خلیفہ اور وصی ثابت کرنے کے لیے فضا سازگار کرنا شروع کر دی۔ اس کے لیے مختلف ممالک کی طرف رقعہ جات بھیجے۔ جن میں نام تو صحابہ کرام کا تھا۔ لیکن ان حضرات کو اس کی خبر تک نہ تھی۔ ان رقعہ جات کے لیے عام مسلمانوں کو خلیفۂ وقت حضرت عثمان کے خلاف اکسایا گیا۔ اور ان سے خلافت چھیننے کی ترغیب دلائی گئی۔ کیونکہ ان کے بقول حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اقربا پروری کی اور اپنے گورنروں کو ظلم و ستم کرنے کی کھلی چھٹی دے رکھی تھی۔ امت مسلمہ کے حقوق پامال کیے جا رہے تھے۔ بیت المال کو اپنی مرضی اور اپنے مفاد کے لیے استعمال کیا جا رہا تھا۔ وغیرہ وغیرہ۔

جب اس کی چال کامیاب ہوئی۔ تو مصر، شام، کوفہ وغیرہ سے ہزاروں آدمی، حضرت عثمان سے خلافت چھیننے پر تیار ہو گئے۔ ان کو مربوط کیا۔ اور اڑتالیس ہزار کا لشکر جمع کر کے مدینہ منورہ پر چڑھائی کا ارادہ کر کے مدینہ کے قریب آ گئے۔ مدینہ منورہ میں مقیم صحابہ کرام حضرت علی و طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہم سے مدد طلب کی۔ انہیں ساتھ ملانے کی کوشش کی۔ لیکن کامیاب نہ ہو سکے۔ ایک اور چال چلی۔ اور ایک فرضی من گھڑت رقعہ کے پکڑنے کا دعوٰی کر کے حضرت عثمان کو معزول کرنے کی دوبارہ کوشش کی۔ صحابہ کرام نے ان ملعونوں کا ساتھ نہ دیا۔ حضرت عثمان، حضرت علی و دیگر حضرات نے رقعہ جات کی تحریر و ترسیل سے حلفیہ انکار کر دیا۔ تو کچھ لوگ مایوس ہو گئے۔ لیکن اُکثر وہ کچھ کرنا تھا۔ جو ان کی سازش تھی۔ رات کو حضرت عثمان کے گھر کا محاصرہ کر لیا۔ مدینہ کی اکثریت اس وقت گھروں پر موجود نہ تھی۔ کچھ اپنے کاروبار کے سلسلہ میں باہر تھے۔ اور بہت سے حج کرنے چلے گئے تھے۔ ایسے میں ان لوگوں نے محاصرہ کر

لیا۔ حضرت علی، طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہم نے اپنے بیٹوں کو جناب عثمان کی حفاظت کی خاطر بھیجا۔ دروازے کی طرف ان کا پہرہ تھا۔ لیکن سبائیوں نے حضرت عثمان کو شہید کرنے کے لیے دروازے کی بجائے مکان کے پیچھے سے آنا بہتر سمجھا۔ وہ پیچھے سے مکان پر چڑھے۔ اور آکر حضرت عثمان کو شہید کر دیا۔

اس خلاصہ سے جو کہ اپنی اور اہل تشیع کی معتبر کتب سے ہم نے پیش کیا ہے اس امر کی نشاندہی ہو جاتی ہے۔ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت ان کے کاتب مروان کے غلط کی وجہ سے رونما نہیں ہوئی۔ کیونکہ مروان نے علیہ اس قسم کی تحریر سے انکار کر دیا تھا۔ بلکہ شہادت کا سبب درحقیقت عبد اللہ بن سبا کے جعلی اور نقلی خطوط تھے جو ایک گہری سازش کی پیداوار تھے۔

جواب دوم

قصور مروان کا اور شہید حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کر دیئے گئے۔ یہ کیوں؟

پچھلے اوراق میں ہم نے تفصیل سے اُن حالات کو بیان کیا۔ جن سے دو چار ہو کر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جام شہادت نوش فرمایا۔ یہ تحریک جسے عبد اللہ بن سبا کی سرکردگی میں چلایا گیا۔ نہ اس کا دینی طور پر کوئی جواز تھا۔ اور نہ ہی سیاسی طور پر اسے کوئی ذی فہم درست قرار دے سکتا ہے۔ اگر اس میں معمولی سی بھی

صداقت ہوتی۔ تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تائید اسے ضرور حاصل ہوتی۔ اور ان میں سے کوئی بھی حضرت عثمان کی حفاظت کا اہتمام نہ کرتا۔ اس کے برعکس حضرات صحابہ کرام اور دیگر اہل خواہان ملت اسلامیہ کو شہادت عثمان کی وجہ سے انتہائی صدمہ پہنچا۔ ان حالات کے باوجود اگر شیعہ معترض کا یہی خیال ہو۔ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت ان کے عاملین کے ظلم و ستم کی وجہ سے وقوع پذیر ہوئی۔ اور خاص کر مروان جیسے بدکردار کو منشی بنانا اس کی بنیادی وجہ تھی۔ تو اس کے جواب میں ہم کہیں گے۔ کہ اگر یہ درست تسلیم کر لیا جائے۔ تو پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے مکان کا محاصرہ کرنے والوں کو مروان کا رُخ کرنا چاہیے تھا اس کے مکان کو گھیرے میں لینا چاہیے تھا۔ لیکن یہ حقیقت ہے۔ کہ حضرت عثمان غنی کے مکان کا محاصرہ کرنے والوں کو مروان کے متعلق قطعاً کوئی علم نہ تھا جب ان سبائیوں نے حضرت عثمان غنی کے مکان کا گھیراؤ کر رکھا تھا۔ اس وقت مروان بھی حضرت عثمان کے دروازہ پر کھڑا ان کی حفاظت کے لیے پہرا دے رہا تھا۔ اس کے باوجود بلوائیوں نے مروان کو کچھ بھی نہ کہا۔ بلکہ الٹے مکان کی پچھلی طرف سے کود کر حضرت عثمان پر حملہ آور ہوئے۔ ان بلوائیوں کا یہ طریقہ بھی اس امر کی شہادت دیتا ہے۔ کہ ان کا مقصد صرف اور صرف حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی معزولی یا شہادت تھا۔ مروان کی طرف سے لکھا جانے والا نقلی خط نہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ان سبائی بلوائیوں کا مطالبہ یہی تھا۔ کہ عثمان اگر خلافت چھوڑ دیتے ہیں۔ تو ہماری طرف سے وہ امن میں ہیں۔ البدایۃ والنہایۃ کے الفاظ پر غور فرمائیں۔ تو یہی بات نکھر کر سامنے آتی ہے۔

فقالوا ضعوه على ما اردتم لا حاجة لنا فى هذا الرجل ليعتزلنا ونحن نعتزله يعنون انه ان نزل عن الخلافة تركوه آمنا۔

ترجمہ: جب ان سبائیوں کو صحابہ کرام نے فرمایا کہ جس خط کا تم تذکرہ کر رہے ہو۔

وہ مروان کا نہیں۔ بلکہ یہ تمہاری ایک مشترکہ سازش ہے۔ اس پر ان لوگوں نے کہا۔ اس خط کے بارے میں تم جو مرضی میں آئے کہو۔ ہمیں اس سے کوئی غرض نہیں۔ بلکہ ہمارا مقصد یہ ہے۔ کہ ہمیں عثمان غنی کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ وہ ہم سے الگ ہو جائے۔ اور ہم اُس سے کوئی غرض نہیں رکھتے

یعنی اگر وہ خلافت سے

دستبردار ہو جاتا ہے۔ تو ہماری طرف سے کوئی کاروائی نہ ہو گی۔ بلکہ امن ہو گا۔

یہ الفاظ ان سبائی بلوائیوں کی اصل غرض کو صاف صاف بیان کر رہے ہیں۔ نہ کہیں مروان کا ذکر ہوا۔ نہ اس کے خط کے انتقام کا مسئلہ تھا۔ اگر واقعی مروان کا خط باعث شرارت ہوتا۔ تو پھر اس کی خبر لی جاتی۔ اس کے گھر کا محاصرہ کیا جاتا۔ اس کے قتل کی سازش کی جاتی۔ اس کے سپرد کرنے کا مطالبہ ہوتا۔ اس کی معزولی پر زور دیا جاتا۔؟ لیکن ان میں سے کوئی بھی مطالبہ نہ کیا گیا۔ مطالبہ تھا تو صرف حضرت عثمان کی معزولی اور خلافت سے دستبرداری۔

بلکہ اس سے ذرا آگے کے حالات دیکھیں۔ تو صاف پتہ چلتا ہے۔ کہ ان سبائیوں کو مروان سے کوئی شکایت نہ تھی۔ جب اس واقعہ کے بعد جنگ جمل ہوئی۔ اور اس جنگ میں یہی مروان پکڑا گیا۔ اور قیدی بن کر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس لایا گیا۔

تو حسنین کریمین نے اس کی رہائی کی سفارش کی۔ جس کو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے قبول فرما کر رہا کر دیا۔ ثبوت ملاحظہ ہو اگلے صفحہ پر۔

☆

نہج البلاغہ:۔

اُخِذَ مَرْوَانُ بْنُ الْحَكَمِ اَسِيْرًا يَوْمَ الْجَمَلِ فَاسْتَشْفَعَ الْحَسَنُ وَ الْحُسَيْنُ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ اِلٰى اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَكَلَّمَاهُ فِيْهِ فَخَلّٰى سَبِيْلَهٗ۔

(۱۔ نہج البلاغہ ص ۱۰۲ خطبہ نمبر ۷۲ مطبوعہ بیروت چھوٹا سائز)

(۲۔ مروج الذہب جلد ۲ ص ۳۷۸ ذکر جنگ جمل)

ترجمہ:

مروان بن الحکم کو جنگ جمل میں قیدی بنا لیا گیا۔ تو امام حسن و حسین رضی اللہ عنہما نے اس کی رہائی کی سفارش کی۔ حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ نے بحث و تمحیص کے بعد اس کی رہائی کا حکم دے دیا۔

اس سے معلوم ہوا۔ کہ حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ اور حضرات حسنین کریمین اس بات کو بخوبی جانتے تھے۔ کہ مروان بن الحکم کا شہادت عثمان میں کوئی دخل نہیں۔ اور نہ ہی اس کی وجہ سے یہ واقعہ رونما ہوا۔ اگر ان حضرات کو اس معاملہ کی معمولی سی تصدیق ہوتی۔ کہ مروان بن الحکم ہی وہ آدمی ہے۔ کہ جس کے خط کی وجہ سے حضرت عثمان غنی کی شہادت کا حادثہ فاجعہ رونما ہوا۔ تو نہ اس کی سفارش کی جاتی۔ نہ حضرت علی المرتضٰے اس کی رہائی کا حکم دیتے۔

اس سے ذرا اور آگے چلیں۔ تو کتب شیعہ میں اس امر کی تصریح موجود ہے۔

کہ یہی مروان بن الحکم ہے کہ حضرت امام حسن و حسین رضی اللہ عنہما نے اس کی اقتداء میں نمازیں پڑھیں۔ اسے امامت کے منصب پر برقرار رکھا۔

جواب سوم

مروان اگر بدکردار تھا۔ تو حسنین کریمین نے اس کی اقتداء میں نمازیں کیوں ادا فرمائیں

بحار الانوار:۔

عَنْ مُوْسَى بْنِ جَعْفَرَ عَنْ اَبِيْهِ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ قَالَ كَانَ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ يُصَلِّيَانِ خَلْفَ مَرْوَانَ بْنِ الْحَكَمِ فَقَالُوْا لِاَحَدِهِمَا مَا كَانَ اَبُوْكَ يُصَلِّيْ اِذَا رَجَعَ اِلَى الْبَيْتِ فَقَالَ لَا وَاللّٰهِ مَا كَانَ يَزِيْدُ عَلٰى صَلٰوةٍ۔

(۱۔ بحار الانوار جلد ۴۳ ص ۱۲۳ مطبوعہ تہران۔ طبع جدید۔ حیاۃ السبطین)

(۲۔ بحار الانوار جلد ۴۴ ص ۱۴۰ مطبوعہ ایران طبع قدیم۔ ابواب تاریخہما یختص بالحسن بن علی)

ترجمہ:۔

موسیٰ بن جعفر اپنے والد سے روایت کرتے ہیں۔ کہ حضرت امام حسن اور حسین رضی اللہ عنہما دونوں مروان بن الحکم کے پیچھے نمازیں پڑھتے تھے۔ لوگوں نے ان میں سے ایک سے پوچھا۔ آپ کے والد گرامی حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ جب (مسجد میں نماز باجماعت پڑھ کر) گھر واپس تشریف لاتے تو کیا وہ دوبارہ نماز لوٹایا کرتے تھے؟ فرمایا۔ خدا کی قسم! وہ فرض نماز ایک سے زیادہ بار نہیں پڑھا کرتے تھے۔ (یعنی گھر واپس آکر نماز لوٹایا نہیں کرتے تھے۔ بلکہ اُسے ہی کافی سمجھتے جو حضرات ابوبکر، عمر فاروق اور عثمان غنی کی اقتدار میں پڑھتے۔)

لمحۂ فکریہ:۔

برسبیل تذکرہ یہ بھی عرض کرتے جائیں۔ کہ حضرات ائمہ اہل بیت کے نزدیک نماز ایسی اہم عبادت ہے۔ کہ کبھی کسی نے اِسے قضاء نہ ہونے دیا۔ آپ کو یاد ہوگا۔ ایک مرتبہ حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کی نماز قضاء ہوگئی تھی۔ تو اس پر انہیں دکھ ہوا۔ جس کا مداوا یوں کیا گیا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاء سے سورج واپس عصر کے وقت پر لا کھڑا کیا۔ اور حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ نے نماز عصر ادا فرمائی۔ ادھر امام حسین رضی اللہ عنہ میدانِ کربلا میں تھے۔ چاروں طرف شہیدوں کی لاشوں کے ڈھیر لگے تھے۔ خود زخمی تھے۔ لیکن نماز قضاء نہ ہونے دی۔ ان حضرات کے بارے میں یہ کیسے سوچا جا سکتا ہے۔ کہ جو نمازیں انہوں نے خلفاء ثلاثہ یا مروان کی اقتدار میں پڑھیں۔ وہ ازروئے تقیہ تھیں۔ جب ان نمازوں کو گھر آکر لوٹایا بھی نہیں اور بقول کسے یہ ادا بھی بطور تقیہ کیں۔ جو ادا نہ ہونے کے برابر ہیں۔ تو پھر اتنی کثیر تعداد میں نمازوں کی

قضاء ان سے کیونکر متوقع ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ان حضرات کے ان ارشادات کی طرف دیکھیں۔ جو تارکِ نماز کے بارے میں ان سے منقول ہیں۔ تو بالکل بات واضح ہو جاتی ہے کہ ترکِ نماز ان سے متوقع ہی نہیں ہو سکتی۔

(انوار نعمانیہ، جلد دوم ص ۲۰۹ - ۲۱۰ پر مرقوم ہے)

"تارکِ نماز کے چہرہ کو دیکھ کر خوش ہونے والا ایسا ہے۔ کہ اس نے سات مرتبہ بیت المعمور کو گرایا ہو۔ ایک ہزار مقرب فرشتوں کو قتل کیا ہو۔ ایک ہزار انبیاء کرام کا قاتل ہو۔ جو بے نماز ہے۔ نہ اس کا ایمان نہ اس کا اسلام۔ جس نے ستر قرآن کریم کے نسخہ جات جلائے، ستر انبیاء کرام کو قتل کیا۔ اپنی سگی ماں سے ستر مرتبہ زنا کیا، ستر کنواری عورتوں سے زنا کیا یہ شخص اللہ کی رحمت سے اتنا دور نہیں۔ جتنا کہ جان بوجھ کر نماز چھوڑنے والا ہے۔

اس قدر اہم عبادت کو ضائع کرنا ان ائمہ کے متعلق آدمی سوچ بھی نہیں سکتا۔ تو پھر حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما جب مروان بن الحکم کی اقتداء میں نمازیں ادا فرماتے رہے ہوں۔ جیسا کہ "بحار الانوار" کی عبارت سے عیاں ہے۔ پھر گھر آ کر انہیں لوٹا میں بھی نہ تو اس سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ مروان بن الحکم ان کے نزدیک مردِ منافق نہ تھا۔ بدکردار اور ظالم و فاجر نہ تھا۔ اگر ایسا ہوتا۔ تو نہ اس کی اقتداء کرتے۔ اور نہ ہی اپنے مرنے والوں کی نماز جنازہ اس سے پڑھواتے۔ آپ کو یاد ہو گا۔ کہ جب امام حسین رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ حضرت ام کلثوم کا انتقال ہوا۔ اور نماز جنازہ کی باری آئی۔ تو امام موصوف نے اسی مروان بن الحکم کو امام بنایا۔

قرب الاسناد:۔

اخبرنا عبد اللہ بن محمد قال اخبرنا

مُحَمَّدُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنِیْ مُوْسٰی بْنُ اِسْمَاعِیْلَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبِیْ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ جَدِّہٖ جَعْفَرَ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِیْہِ لَمَّا تُوُفِّیَتْ اُمُّ کُلْثُوْمٍ بِنْتُ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَیْہِ السَّلَامُ خَرَجَ مَرْوَانُ بْنُ الْحَکَمِ وَھُوَ اَمِیْرٌ یَوْمَئِذٍ عَلَی الْمَدِیْنَۃِ فَقَالَ الْحُسَیْنُ بْنُ عَلِیٍّ لَوْلَا السُّنَّۃُ مَا تَرَکْتُہٗ یُصَلِّیْ عَلَیْھَا۔

(قرب الاسناد ص ۲۱۰ باب من احق بالصلوۃ علی المیت مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:-

(بحذف الاسناد) امام باقر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ جب سیدہ ام کلثوم بنت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا۔ تو مروان بن الحکم بھی جنازہ کے ساتھ نکلا۔ وہ ان دنوں مدینہ منورہ کا گورنر تھا۔ تو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ سنت نہ ہوتی۔ (یعنی میت کی نماز جنازہ پڑھانے کا سب سے زیادہ حق دار وقت کا گورنر و خلیفہ ہے۔) تو ام کلثوم کی نماز جنازہ اسے نہ پڑھانے دیتا۔

ان حوالہ جات سے معلوم ہوا۔ کہ حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے نزدیک مذکور مروان بن الحکم مسلمان تھا۔ اگر کافر یا فاسق و فاجر ہوتا۔ تو یزید کی بیعت نہ کرنے والے اور حق پر ڈٹے رہنے پر شہادت کی موت پانے والے کبھی اس کے پیچھے نمازیں نہ پڑھتے

اور نہ ہی نماز جنازہ کا امام بناتے۔ لیکن خود کتب شیعہ یہ بات ثابت کر رہی ہیں۔ لہذا معلوم ہوا۔ کہ مروان بن الحکم حضرات ائمہ اہل بیت کے نزدیک صاحب کردار اور مسلمان گورنر تھا۔

امام حسن رضی اللہ عنہ کی اولاد کی مروان سے رشتہ داری اس کے صحیح مسلمان ہونے کی شہادت ہے

اہل سنت و اہل تشیع دونوں کی معتبر کتب میں مروان بن الحکم اور امام حسن رضی اللہ عنہ کی اولاد کے درمیان رشتہ ناطہ کے متعدد واقعات موجود ہیں۔ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ مروان بن الحکم صرف حسنین کریمین کا پسندیدہ نہ تھا۔ بلکہ آن کی اولاد بھی اُس کو انہی نظروں سے دیکھتی تھی۔ جن نظروں سے امام حسن و حسین اسے دیکھا کرتے تھے۔ چند حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

عمدۃ الطالب:۔

وَكَانَ لِزَيْدٍ اِبْنَةٌ اِسْمُهَا نَفِيْسَةُ خَرَجَتْ اِلَى الْوَلِيْدِ بْنِ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ مَرْوَانَ فَوَلَدَتْ مِنْهُ وَمَاتَتْ بِمِصْرٍ وَلَهَا هُنَالِكَ قَبْرٌ يُزَارُ وَهِيَ الَّتِيْ تُسَمِّيْهَا اَهْلُ مِصْرٍ (الست نفيسة) وَيُعَظِّمُوْنَ شَانَهُ وَيُقْسِمُوْنَ بِهَا وَقَدْ قِيْلَ اِنَّهَا خَرَجَتْ اِلَى

عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ مَرْوَانَ وَاَنَّهَا مَاتَتْ حَامِلاً مِنْهُ وَالْاَصَحُّ الْاَوَّلُ وَكَانَ زَيْدٌ يَفِدُ عَلَى الْوَلِيْدِ بْنِ عَبْدِ الْمَلِكِ وَيُقْعِدُهٗ عَلٰى سَرِيْرِهٖ وَيُكْرِمُهٗ لِمَكَانِ اِبْنَتِهٖ وَوَهَبَ لَهٗ ثَلَاثِيْنَ اَلْفَ دِيْنَارٍ دَفْعَةً وَّاحِدَةً۔

(۱۔ عمدۃ الطالب، ص ۷۰ مطبوعہ قم ایران)
(۲۔ ناسخ التواریخ جلد دوم حالات امام حسن مجتبیٰ ص ۲۷۹ مطبوعہ تہران)
(۳۔ طبقات ابن سعد جلد ۵ ص ۲۴۴ نجف اشرف)

ترجمہ:

زید بن حسن رضی اللہ عنہ کی نفیسہ نامی ایک لڑکی تھی۔ جس کا ولید بن عبدالملک بن مروان سے نکاح ہوا۔ اس کے بطن سے ولید کی اولاد ہوئی۔ اور مصر میں انتقال کر گئی۔ وہاں اس صاحبزادی کی قبر ہے۔ اہل مصر اس کو "والت نفیسہ" کہتے ہیں۔ اس کی بڑی تعظیم و تکریم کرتے ہیں۔ ان کے نام کی قسمیں اٹھاتے ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے۔ کہ عبدالملک بن مروان سے ان کی شادی ہوئی بوقت مرگ یہ حاملہ تھیں۔ لیکن زیادہ صحیح پہلا قول ہے۔ زید بن حسن رضی اللہ عنہ ولید بن عبدالملک کے پاس آیا کرتے تھے۔ وہ انہیں اپنے تخت پر بٹھایا کرتا تھا۔ کیونکہ ان کی بیٹی اس کے گھر میں تھی۔ ایک مرتبہ انہیں ولید نے تیس ہزار درہم یکبارگی دیدیے۔

ناسخ التواریخ :-

اما محمد بن مثنی بسراے جاودانی انتقال نمود واو را فرزندے نبود اما دختران حسن مثنی نخستین زینب او را عبد الملک بن مروان بحبالہ نکاح در آورد۔

(ناسخ التواریخ جلد دوم حالات امام حسن ص ۳۶۳ ذکر احوال ابراہیم ابن حسن مثنیٰ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ :-

بہر حال محمد بن مثنیٰ اس دارِ فانی سے رخصت ہو گئے۔ ان کی کوئی اولادِ نرینہ نہ تھی۔ لیکن حسن مثنیٰ کی صاحبزادیاں ان میں سے پہلی بیٹی کا نام زینب تھا عبد الملک بن مروان سے ان کا نکاح ہوا تھا۔

جمہرۃ انساب العرب :-

وَكَانَ لِلْحَسَنِ بْنِ الْحَسَنِ مِنَ الْبَنَاتِ زَيْنَبُ شَقِيْقَةُ عَبْدِ اللّٰهِ وَ إِبْرَاهِيْمَ وَالْحَسَنِ تَزَوَّجَهَا الْوَلِيْدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ مَرْوَانَ.

(۱- جمہرۃ انساب العرب لابن حزم ص ۴۳ ہو الاولاد الحسن بن حسن مطبوعہ بیروت طبع جدید)

(۲- کتاب نسب قریش لمصعب زبیری ص ۵۲ تحت اولاد حسن مثنیٰ)

ترجمہ:-

حسن بن حسن کی صاحبزادیوں میں سے ایک کا نام حضرت زینب تھا۔ یہ حضرت عبداللہ، ابراہیم اور حسن کی ہمشیرہ تھیں۔ ولید بن عبدالملک بن مروان نے ان سے شادی کی تھی۔

مقام غور:-

مذکور رشتہ داریوں کو پڑھنے کے بعد ہر قاری یہ سمجھ جاتا ہے۔ کہ مروان اور اس کی اولاد سے زید ابن حسن اور حسن بن حسن مثنیٰ کی اولاد کی باہم رشتہ داری اسلام اور ایمان کے اتحاد کی بنا پر تھی۔ اگر مروان اور اس کی اولاد فاسق و فاجر یا کافر ہوتی۔ جیسا کہ اہل تشیع کا عقیدہ ہے تو یہ رشتہ داریاں ہرگز نہ ہوتیں۔ کتب شیعہ میں کسی فاسق و منافق کو رشتہ دینا یا اس کا رشتہ لینا کی سخت ممانعت ہے۔ ملاحظہ ہو۔

ارشاد القلوب:-

وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَنْ زَوَّجَ كَرِيْمَتَهُ لِفَاسِقٍ نَزَلَ عَلَيْهِ كُلَّ يَوْمٍ اَلْفُ لَعْنَةٍ۔

(ارشاد القلوب ص ۱۷۴۔ الباب الحادی والخمسون فی اخبار عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ الخ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:-

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جس نے اپنی بچی کی شادی

کسی فاسق سے کی ۔ ہر دن بلا ناغہ اس پر ایک ہزار لعنتیں اترتی ہیں ۔
رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس واضح ارشاد کے ہوتے ہوئے کیا حسن بن مثنیٰ اور زید بن حسن کے بارے میں یہ کہا جا سکتا ہے ۔ کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کو کوئی اہمیت نہ دی ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک اور قول سماعت فرمایئے ۔

ارشاد القلوب :۔

وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّمَا امْرَأَةٍ رَضِيَتْ بِتَزْوِيْجِ فَاسِقٍ هِيَ مُنَافِقَةٌ دُخِلَتْ فِي النَّارِ وَاِذَا مَاتَتْ فُتِحَ فِيْ قَبْرِهَا سَبْعُوْنَ بَابًا مِنَ الْعَذَابِ وَاِذْ قَالَتْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ لَعَنَهَا كُلُّ مَلَكٍ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهَا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَكَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْهَا فِيْ كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ سَبْعِيْنَ خَطِيْئَةً ۔

(ارشاد القلوب ص ۱۷۴ ۔ الباب الحادی والخمسون فی اخبار عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم الخ)

ترجمہ :۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ۔ جو بھی عورت کسی فاسق کے ساتھ شادی پر رضامند ہوتی ہے ۔ وہ منافقہ ہے ۔ آگ میں ڈالی جائے گی ۔

جب مرے گی۔ اس کی قبر تک ستر دروازے عذاب کے کھول دیے جائیں گے اگرچہ وہ لا الہ الا اللہ ہی پڑھنے والی کیوں نہ ہو۔ آسمان وزمین کے تمام فرشتے اس پر لعنت کرتے ہیں۔ اس پر اللہ کا غضب دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اس کے نامہ اعمال میں روزانہ ستر گناہ کا اضافہ کر دیتا ہے۔

قارئین کرام! سیدہ نفیسہ طاہرہ جوکہ امام حسن رضی اللہ عنہ کی پوتی ہیں۔ ان کی شادی ولید بن عبدالملک بن مروان سے ہوئی۔ (یعنی امام حسن رضی اللہ عنہ کی پوتی کی شادی مروان کے پوتے کے ساتھ ہوئی ہے) اگر مروان اور اس کی اولاد واقعی فاسق وفاجر اور منافق ہوتے۔ جیسا کہ شیعہ لوگ کہتے ہیں۔ تو حضرات آئمہ اہل بیت کی صاحبزادیاں ان سے کیوں بیاہی جاتیں۔ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے "درج بالا ارشادات کے پیش نظر ان دختران نیک اختر کی شادی کرنے والوں کو اہل تشیع کیا کہیں گے اور پھر ان خود صاحبزادیوں کے متعلق ان کا کیا فتویٰ ہوگا۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ اولادِ حسن بھی قابلِ احترام شخصیات تھیں۔ اور مروان بن الحکم اور اس کی اولاد بھی فاسق وفاجر نہ تھے۔ سیدہ نفیسہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں ہم اہل سنت کا عقیدہ ہے۔ کہ اگر کسی مسلمان کو کوئی پریشانی لاحق ہو۔ تو وہ اِن کے نام کی منت مانے۔ چاہے وہ معمولی ہی کیوں نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ اس منت ماننے والے کی پریشانی کو دور فرما دیتا ہے۔ امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

طبقات کبریٰ :-

وَكَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ

إِذَا كَانَ لَكَ حَاجَةٌ وَأَرَدْتَ قَضَاءَهَا فَانْذِرْ لِنَفِيْسَةَ الطَّاهِرَةِ وَلَوْ فَلْسًا فَإِنَّ حَاجَتَكَ تُقْضٰى۔

(الطبقات کبریٰ جزدوم صفحہ نمبر ۶۸
حالات شیخ ابو محمد ابو
المواهب مطبوعہ مصر طبع قدیم)

ترجمہ:۔
میرے شیخ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ۔آپ نے مجھے فرمایا۔ جب بھی تجھے کوئی حاجت وضرورت پیش آئے اور تو چاہے۔ کہ وہ پوری ہو جائے۔ تو نفیسہ طاہرہ کے نام کی نذر ماننا اگرچہ وہ ایک پیسہ کی ہی کیوں نہ ہو۔ تیری حاجت یقیناً پوری کر دی جائے گی۔

اگر مروان ملعون تھا۔ تو اس کے بیٹے سے امام زین العابدین عطیات کیوں قبول کرتے رہے؟

معترض نے اپنے طعن کی بنیاد اس امر پر رکھی تھی ۔کہ مروان بن الحکم ایک بد کردار آدمی تھا۔ لہٰذا اسی کی بدکرداری اور فتنہ و فساد کی آگ نے حضرت عثمان غنی کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ جس کتاب سے اقتباس پیش کیا تھا۔ اسی کتاب میں یہ بھی مذکور ہے۔ کہ امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے مروان کے ساتھ اچھے تعلقات رہے ۔پھر اس کے بیٹے عبدالملک سے بھی کوئی پرخاش نہ تھی۔ ان خصوصی تعلقات کی بنا پر

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے مروان سے ایک لاکھ درہم بطور قرض لیے۔ لیکن مروان وصیت کر گیا۔ کہ اسے میرے بیٹے عبدالملک! میری وفات کے بعد امام موصوف سے ایک درہم بھی واپس نہ لینا۔ عبارت ملاحظہ ہو۔

البدایۃ والنہایۃ:۔

وَقَالَ الْاَصْمَعِيُّ لَمْ يَكُنْ لِلْحُسَيْنِ عَقِبٌ اِلَّا مِنْ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ وَلَمْ يَكُنْ لِعَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ نَسْلٌ اِلَّا مِنَ ابْنِ عَمِّهٖ الْحَسَنِ فَقَالَ لَهٗ مَرْوَانُ بْنُ الْحَكَمِ لَوِ اتَّخَذْتَ سَرَارِيَ يَكْثُرُ اَوْلَادُكَ فَقَالَ لَيْسَ لِيْ مَا اَتَسَرّٰى بِهٖ فَاَقْرَضَهٗ مِائَةَ اَلْفٍ فَاشْتَرٰى لَهُ السَّرَارِيَ فَوَلَدَتْ لَهٗ وَكَثُرَ نَسْلُهٗ ثُمَّ لَمَّا مَرِضَ مَرْوَانُ اَوْصٰى اَنْ لَّا يُؤْخَذَ مِنْ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ شَيْءٌ مِمَّا كَانَ اَقْرَضَهٗ فَجَمِيْعُ الْحُسَيْنِيِّيْنَ مِنْ نَسْلِهٖ رَحِمَهُ اللّٰهُ۔

(البدایۃ والنہایۃ جلد نمبر ۹ ص ۱۰۴-۱۰۵ تذکرہ علی بن الحسین مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:۔

اصمعی کہتا ہے۔ کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کی اولاد صرف ان کے ایک ہی بیٹے علی بن الحسین (زین العابدین) سے تھی۔ اور امام زین العابدین رضی اللہ عنہ

کی نسل صرف آپ کے چچا امام حسن رضی اللہ عنہ کے بیٹے سے ہی چلی تھی۔ امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کو ایک مرتبہ مروان بن الحکم نے کہا۔ آپ کسی لونڈی سے نکاح کر لیں۔ شائد آپ کی اولاد بکثرت ہو جائے۔ امام نے فرمایا۔ میرے پاس اتنا روپیہ کہاں کہ میں لونڈیاں خریدوں۔ اس کے بعد مروان نے امام موصوف کو ایک لاکھ درہم بطور قرض دیا۔ امام نے ایک لونڈی خرید لی۔ اس سے اللہ نے آپ کو اولاد عطا فرمائی۔ اور نسل بکثرت ہو گئی۔ پھر جب مروان بیمار پڑا۔ تو وصیت کر گیا۔ کہ میرے مرنے کے بعد امام زین العابدین رضی اللہ عنہ سے ایک درہم بھی واپس نہ لینا۔ تمام حسینی امام زین العابدین کی ہی اولاد ہیں۔

البدایۃ والنہایۃ :-

وروى المدائني عن ابراهيم بن محمد عن جعفر بن محمد ان مَرْوَانَ كَانَ اَسْلَفَ عَلِيَّ بْنَ الْحُسَيْنِ حَتّٰى يَرْجِعَ إِلَى الْمَدِيْنَةِ بَعْدَ مَقْتَلِ أَبِيْهِ الْحُسَيْنِ سِتَّةَ اٰلَافِ دِيْنَارٍ فَلَمَّا حَضَرَتْهُ الْوَفَاةُ اَوْصٰى إِلَى ابْنِهِ عَبْدِ الْمَلِكِ اَنْ لَا يَسْتَرْجِعَ مِنْ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ شَيْئًا فَبَعَثَ إِلَيْهِ عَبْدُ الْمَلِكِ بِذٰلِكَ فَامْتَنَعَ مِنْ قَبُوْلِهَا فَاَلَحَّ عَلَيْهِ فَقَبِلَهَا۔

(البدایۃ والنہایۃ جلد ۸ ص ۲۵۸ ترجمہ مروان بن الحکم مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:۔

(بحذف اسناد) امام جعفر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ مروان بن الحکم نے امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کو قرض دیا۔ یہ واقعہ ان کے والد حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد کا ہے۔ امام زین العابدین واپس مدینہ آ گئے۔ یہ قرضہ چھ ہزار دینار تھا۔ پھر جب مروان مرنے لگا۔ تو اپنے بیٹے عبدالملک کو وصیت کی۔ کہ امام موصوف سے ایک درہم بھی واپس نہ لینا۔ عبدالملک نے وصیت کے مطابق ایک آدمی کے ذریعہ امام موصوف تک قرضے کی معافی کا پیغام پہنچایا۔ تو امام موصوف نے اس رعایت کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ بالآخر اصرار کرنے پر آپ راضی ہو گئے۔

طبقات ابن سعد:۔

قَالَ اَخْبَرَنَا عَلِیُّ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ خَالِدٍ عَنِ الْمَقْبُرِیِّ قَالَ بَعَثَ الْمُخْتَارُ اِلٰی عَلِیِّ بْنِ الْحُسَیْنِ بِمِائَةِ اَلْفٍ فَکَرِہَ اَنْ یَقْبَلَهَا وَخَافَ اَنْ یَرُدَّهَا فَاَخَذَهَا فَاحْتَبَسَهَا عِنْدَہٗ فَلَمَّا قُتِلَ الْمُخْتَارُ کَتَبَ عَلِیُّ بْنُ الْحُسَیْنِ اِلٰی عَبْدِ الْمَلِکِ بْنِ مَرْوَانَ اَنَّ الْمُخْتَارَ بَعَثَ اِلَیَّ بِمِائَةِ اَلْفِ دِرْهَمٍ فَکَرِهْتُ اَنْ اَرُدَّهَا وَکَرِهْتُ اَنْ اٰخُذَهَا فَهِیَ عِنْدِیْ فَابْعَثْ مَنْ یَقْبِضُهَا فَکَتَبَ اِلَیْهِ عَبْدُ الْمَلِکِ یَا ابْنَ عَمِّ خُذْهَا

فَقَدْ طَيَّبْتُهَا لَكَ فَخُذْهَا۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد نمبر ۵
ص ۲۱۳۔ مطبوعہ بیروت۔ طبع جدید
تذکرہ علی بن الحسین)

ترجمہ:۔

(بحذف الاسناد) مقبری کہتا ہے۔ کہ مختار نے امام زین العابدین کی طرف ایک لاکھ درہم بھیجے۔ امام نے انہیں قبول کرنا۔ اچھا نہ سمجھا۔ اور ان کی واپسی سے بھی خوف کھایا۔ (کہاں سے ادا کروں گا) بہر حال وہ درہم لے لیے۔ اور انہیں جوں کا توں رکھ چھوڑا۔ مختار کے قتل ہو جانے کے بعد امام موصوف نے عبد الملک بن مروان کو رقعہ لکھا۔ کہ مختار نے مجھے ایک لاکھ درہم دیئے تھے۔ جواب تک میرے پاس بحفاظت پڑے ہوئے ہیں۔ میں نے نہ انہیں واپس کرنا مناسب سمجھا۔ اور نہ ہی لے کر استعمال کرنے پر خوش تھا۔ وہ میرے پاس (بطور امانت) پڑے ہوئے ہیں۔ کسی کو بھیج دو۔ تاکہ اپنے قبضہ میں لے لے۔ اس کے جواب میں عبد الملک نے لکھا۔ اے چچیرے بھائی! آپ وہ درہم لے لیں۔ میں نے ان کا استعمال آپ کے لیے پاکیزہ کر دیا۔ (یعنی ہبہ کر دیئے ہیں) تو امام موصوف نے وہ درہم قبول کر لیے۔

لمحۂ فکریہ:۔

عبارات درج بالا سے وضاحت ہو گئی۔ کہ مروان بن الحکم کا حضرت عثمان غنی کے قتل میں کوئی ہاتھ نہ تھا۔ اور اہل تشیع کو اس پر یہ الزام دینا غلط ہے۔ کہ وہ بد کردار اور منافق آدمی تھا۔ کیونکہ اگر مروان کو ایسا مانا جائے۔ تو پھر اس کی قرض دی ہوئی رقم کو امام زین العابدین کا

قبول کرنا امام موصوف پر بہت بڑا اعتراض بن جائے گا۔ پھر اسی قرض سے امام نے لونڈی خریدی۔ جس سے ان کی نسل چلی۔ گویا۔ تمام اہل بیت اسی قرض سے لی گئی لونڈی کی اولاد ہیں۔

لہذا مروان کے متعلق اہلِ تشیع کو اپنے نظریات بدل لینے چاہییں۔ ورنہ ان سے پوچھا جا سکتا ہے۔ کہ ایک نہیں پوری اہل بیت کے متعلق تم کیا کہتے ہو۔ جن میں حضرات ائمہ بھی شامل ہیں۔ بہتان تراشو! کچھ تو آخرت کی فکر کرو۔ خدا کا خوف نہیں آتا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے متعلق تمہارا اعتراض کیا کیا رنگ دکھلا رہا ہے۔ خدا کرے ان ناعاقبت اندیشوں کو ہوش آ جائے۔ اور غلط نظریات کو چھوڑ کر صراط مستقیم پر آ جائیں۔

وَاللّٰهُ يَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ

طعن دوازدہم

حضرت عثمان غنی (رضی اللہ عنہ) کی تین دن نعش بے گور و کفن پڑی رہنے کے بعد کوڑا کرکٹ میں کیوں دفن کی گئی؟

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں اہل تشیع کی ایک معتبر تاریخی کتاب "ناسخ التواریخ"، میں ایک طعن مذکور ہے۔ جس کو خلاصہ یہ ہے۔ کہ حضرت عثمان غنی کے دورِ خلافت میں بہت سے صحابہ کرام موجود تھے۔ اور وہ تقریباً سبھی ان کی خلافت کو ناپسند کرتے تھے۔ ناپسندیدگی کی دلیل یہ ہے۔ کہ اگر یہ سب حضرات ان کی خلافت سے متفق اور اس کے برحق ہونے کے قائل اور معتقد ہوتے۔ تو انہیں قتل نہ ہونے دیتے۔ لیکن یہ حقیقت ہے۔ کہ عثمانِ غنی قتل کیے گئے۔ اور پھر حضرات صحابہ کرام نے اپنی مزید ناراضگی کا اظہار ان کے قتل ہونے کے بعد یوں کیا۔ کہ ان کی نعش تین دن تک بے گور و کفن پڑی رہی۔ تین دن گزرنے کے بعد نمازِ جنازہ پڑھے بغیر ان کی نعش کو کوڑا کرکٹ میں دفن کر دیا گیا۔ لہٰذا ان واقعات

سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس وقت کے موجود صحابہ کرام کو ان سے کوئی ہمدردی نہ تھی سا اور نہ ہی ان کی خلافت کو وہ درست تسلیم کرتے تھے ؟

جواب:

اوپر ذکر کیے گئے طعن میں چند باتوں کا معترض نے التزام کیا ہے۔ ہم پہلے ان کی نشاندہی کرتے ہیں۔ اور پھر ایک ایک الزام کا ترتیب وار جواب دیں گے۔

امر اوّل:

حضرت عثمان غنی کے قتل ہو جانے پر صحابہ کرام راضی تھے۔ لہذا انہوں نے ہی شہید کر دیا

امر دوم:

عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی نعش تین دن تک بے گور و کفن پڑی رہی۔

امر سوم:

تین دن بعد آپ کو نماز جنازہ پڑھے بغیر دفن کر دیا گیا۔

امر چہارم:

بجائے قبرستان کے ان کی تدفین کوڑا کرکٹ کے ڈھیر میں کی گئی۔

امر پنجم:

عثمان غنی اگر خلافت کے اہل ہوتے۔ تو صحابہ کرام ان کی حفاظت کرتے

اور قتل ہونے سے حتی الامکان بچاتے ۔ مذکورہ طعن کے دراصل یہ پانچ ستون ہیں۔ جن پر طعن کی عمارت کھڑی کی گئی ہے ۔ ان امور سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی ذات قطعاً ملوث نہیں ہوتی ۔ کیونکہ ان میں سے کچھ امور تو سرے سے غلط اور جھوٹ پر مبنی ہیں ۔ اور کچھ ایسے ہیں ۔ کہ جن سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی فضیلت اور مرتبہ شہادت ثابت ہوتا ہے۔

امر اوّل کا جواب:

نہ صحابہ کرام عثمان غنی کے قتل ہونے پر خوش تھے نہ قتل میں شریک تھے

حضرات صحابہ کرام کا قتلِ عثمان پر راضی ہونا اور ان کے ایماء سے ان کی شہادت وقوع پذیر ہونا انتہائی دروغ ہے۔ اور صحابہ کرام پر بہتان عظیم سے کم نہیں۔ ابن کثیر سے اس کی حقیقت سنیئے۔

البدایۃ والنہایۃ:

وَ اَمَّا مَا یَذْکُرُہٗ بَعْضُ النَّاسِ مِنْ اَنَّ بَعْضَ الصَّحَابَۃِ اَسْلَمَہٗ وَ رَضِیَ بِقَتْلِہٖ فَھٰذَا لَا یَصِحُّ عَنْ اَحَدٍ مِنَ الصَّحَابَۃِ اَنَّہٗ رَضِیَ بِقَتْلِ عُثْمَانَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ بَلْ کُلُّھُمْ کَرِھَہٗ وَ مَقَتَہٗ

وَسَبَّ مَنْ فَعَلَهٗ۔

(البدایۃ والنہایۃ جلد ۷ ص ۱۹۸ صفة قتلہ رضی اللہ عنہ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

اور بعض لوگوں کا یہ کہنا کہ کچھ صحابہ کرام نے حضرت عثمان کو خود دشمنوں کے حوالے کیا تھا۔ اور وہ ان کے قتل پر راضی تھے۔ تو یہ بات کسی ایک صحابی سے ہرگز ثابت نہیں۔ کہ وہ حضرت عثمان کے قتل پر راضی تھے بلکہ حقیقت یہ ہے۔ کہ اس وقت موجود تمام صحابہ کرام نے آپ کے قتل ہونے کو بہت بُرا جانا۔ اور جن لوگوں نے یہ مکروہ فعل کیا۔ انہیں بہت بُرا کہا۔

معلوم ہوا۔ کہ صحابہ کرام کے متعلق یہ کہنا کہ ان میں سے بعض قتل عثمان پر خوش تھے قطعاً حق پر مبنی نہیں۔ اور نہ ہی یہ بات ثابت ہے۔ کہ کسی صحابی نے ان کے قتل میں ہاتھ بٹایا۔ اور خوشی کا اظہار کیا۔ بلکہ حقیقت یہ ہے۔ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قتل کا اصل ذمہ بانیٔ مذہب شیعہ عبداللہ بن سبا یہودی ہے۔ جس کی تفصیل اور تحقیق ہم با دلائل ذکر کر چکے ہیں۔

امر دوم کا جواب:

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی نعش بھی تو بے گور و کفن پڑی رہی تھی

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی نعش کا تین دن تک پڑے رہنا اس کی تحقیق تو ہم چند سطور بعد ذکر کریں گے۔ سردست اگر اس کو تسلیم کر لیا جائے۔ کہ آپ کی نعش کو تین دن تک کسی نے ہاتھ تک نہ لگایا۔ تو اس سے حضرت عثمان غنی پر کون سا اعتراض آ گیا۔ بس یہی کہ اگر آپ عوام میں اس قدر مقبول ہوتے۔ تو اتنے دن بے گور و کفن نہ پڑے رہتے۔ تو اس سلسلہ میں گزارش ہے۔ کہ آپ کی شہادت جن حالات میں ہوئی۔ اور اس وقت جو کیفیت تھی۔ وہ کسی سے ڈھکی چھپی نہیں۔ بلووں کا زمانہ تھا۔ بلوائیوں نے ہر طرف ایک آگ سی لگا رکھی تھی۔ لوگ سہمے ہوئے تھے۔ ظلم کا دور دورہ تھا۔ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ مظلوم تھے۔ مظلوم پر قبل از وفات یا بعد از وفات کسی طرح بھی ظلم ڈھایا جائے۔ تو وہ اس کے درجات کی بلندی کا سبب بنتا ہے۔ لہٰذا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی مظلومیت میں اضافہ کے سبب ان کے درجات میں اضافہ ہوا نہ یہ کہ ان کی شخصیت پر اعتراضات کی بوچھاڑ آ گئی۔ اسی طرح کا معاملہ میدانِ کربلا میں امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی ہوا۔ ان کی نعش بھی تین دن تک بے گور و کفن اور بے یار و مددگار پڑی رہی۔ تین دن کے بعد اہل غاضریہ نے دفنایا۔ کیا اس وجہ سے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ پر بھی اعتراض کرو گے۔ ان کی ذات پہ الزام دھرو گے۔ ایسے

ان کی تنقیص کے لیے نشانہ بناؤ گے۔ ممکن ہے۔ کہ معترض وہی بے تکی اور لایعنی باتیں یہاں بھی آکر ملائے۔ لیکن حقیقت یہی ہے۔ کہ اس سے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی ذات پر کسی قسم کا کوئی الزام واعتراض نہیں آتا۔ بلکہ اس سے ان کی عظمت اور شہادت کو اور جلا ملتی ہے اسی طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے جسم اقدس کا بعد از شہادت تین دن تک بے گور و کفن پڑے رہنا ان کی فضیلت اور علو مرتبت کی علامت ہے۔ اللہ تعالیٰ سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی نعش کا تین دن پڑے رہنا بالکل غلط ہے

معترض نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی نعش کے متعلق لکھا۔ کہ وہ تین دن تک بے گور و کفن پڑی رہی۔ بفرض تسلیم ہم نے اس کا جواب ذکر کر دیا۔ لیکن حقیقتِ حال اس کی تائید نہیں کرتی۔ تاریخی شواہد اور دلائل اس کا ساتھ نہیں دیتے آپ کی شہادت اور تدفین کے درمیان صرف چند گھنٹوں کا وقفہ ہے۔ ثبوت ملاحظہ ہو۔

الاصابۃ:

وقتل یوم الجمعۃ عثمان عشرۃ خلت من ذی الحجۃ بعد العصر و دفن لیلۃ السبت بین المغرب العشاء۔

ترجمہ:۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو ذوالحجہ کی اٹھویں بروز جمعہ بعد از نماز عصر شہید کیا گیا۔ اور ہفتہ کی رات کو مغرب وعشاء کے درمیان آپ کی تدفین کی گئی۔

معلوم ہوا۔ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی نعش کا تین دن تک پڑے رہنا غلط اور بے اصل ہے۔ بلکہ آپ کی شہادت کے بعد دو چار گھنٹے کے اندر اندر آپ کو دفن کر دیا گیا۔

امر سوم کا جواب:

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو بغیر جنازہ پڑھائے دفن کیا جانا بہتان عظیم ہے

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو بقول معترض تین دن پڑے رہنے کے بعد نماز جنازہ پڑھے بغیر دفن کر دیا گیا۔ اس کی صحت بھی ہمیں تسلیم نہیں۔ بلکہ خود معترض کے حامی اور ہم مذہب بھی اس کو تسلیم نہیں کرتے۔ یہ بات ہم ذرا چند سطور کے بعد ثابت کریں گے۔ فی الحال اگر بفرض تسلیم ایسا ہی ہوا۔ تو اس کی وجہ صاف معلوم ہے۔ کہ جن بلوائیوں نے آپ کی جان لے لی۔ جن ظالموں نے آپ کو جامِ شہادت نوش کرا دیا۔ ان کے ظلم کے ہوتے ہوئے ایسا ہونا ممکن ہے۔ لیکن اس میں بھی اعتراض کا کونسا پہلو نکلتا ہے۔ جس پر معترض باچھیں کھلا رہا ہے۔

جیسا کہ چند سطور اوپر ہم نے ذکر کیا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو بغیر

نماز جنازہ پڑھے دفنا یا گیا درست نہیں۔ اس کا اب ثبوت دونوں طرف کی کتب سے ملاحظہ ہو۔

ناسخ التواریخ:

کوکب نام یکے از اصحاب است وحش نام بستان است وایں، بستان در پہلوئے گورستان جہوداں بود۔ عثمان را در آنجا بخاک، سپردند۔ و گروہی از انصار آمدند تا نگذارند کس براو نماز گزارد و بروایتی علی علیہ السلام نیز کس فرستاد و رفع مانع فرمود حکیم بن حزام براو نماز گذاشت۔

(ناسخ التواریخ تاریخ خلفاء جلد ۲ ص ۲۶۷ دفن شدن عثمان الخ، مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ

کوکب ایک صحابی کا نام ہے۔ اور حش ان کے باغ کا نام تھا۔ یہ باغ یہودیوں کے قبرستان کے قریب تھا۔ حضرت عثمان غنی کو لوگوں نے اس باغ میں سپرد خاک کیا۔ انصار کی ایک جماعت آئی۔ اور لوگوں کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھنے سے روکا۔ ایک روایت میں آیا ہے۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو بھیجا تاکہ معاملہ رفع دفع کیا جائے۔ حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھائی۔

☆

مروج الذہب:

ودفن علی ما وصفنا فی الموضع المعروف بحش کوکب۔ وھذا الموضع فیہ مقابر بنی امیۃ ویعرف ایضا بحلۃ وصلّٰی علیہ جبیر بن مطعم وحکیم ابن حزام وابوجہم بن حذیفۃ

(مروج الذہب جلد۲ ص ۳۴۶ ذکر ذی النورین عثمان بن عفان الخ مطبوعہ بیروت، طبع جدید)

ترجمہ:

اور جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو حش کوکب نامی مشہور جگہ سپرد خاک کیا گیا۔ یہ وہ جگہ ہے۔ جہاں بنی امیہ کی قبریں ہیں۔ اور اس کو "حلہ" بھی کہتے ہیں۔ حضرت عثمان غنی رض کی نماز جنازہ حضرت جبیر بن معطم، حکیم بن حزام اور ابوجہم بن حذیفہ نے ادا کی۔

تاریخ روضۃ الصفاء:

وچوں از نماز فارغ گشتند سہ کس از رؤسائے انصار بقیع رسیدہ

نگذاشتند کہ او در گورستان مسلمانان مدفون سازند بنا بر ضرورت او را در حائطے کہ میان گورستان جہودان و مسلمانان بود بخاک سپردند۔

(تاریخ روضۃ الصفاء جلد ۲ ص ۴۷۶
ذکر خلافت عثمان غنی الخ
مطبوعہ لکھنو طبع قدیم)

ترجمہ:

جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر نماز جنازہ پڑھ کر لوگ فارغ ہو گئے۔ تو انصار کے تین آدمی جنت البقیع پہنچے۔ اور اس بات کی اجازت نہ دی کہ حضرت عثمان کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے۔ اس مجبوری کی وجہ سے انہیں اس باغ میں سپردِ خاک کیا گیا۔ جو مسلمانوں اور یہودیوں کے قبرستان کے درمیان تھا۔

البدایۃ والنہایۃ:

وَصَلّٰی عَلَیْہِ جُبَیْرُ بْنُ مُطْعِمٍ وَقِیْلَ الزُّبَیْرُ بْنُ الْعَوَّامِ وَقِیْلَ حَکِیْمُ بْنُ الْحِزَامِ۔

(البدایۃ والنہایۃ جلد ۷ ص ۱۹۱ تحت
۳۵ھ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ حضرت جبیر بن معطم نے پڑھائی۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے۔ کہ آپ کی نماز جنازہ پڑھانے والے حضرت زبیر بن العوام تھے۔

ان دونوں طرف کے حوالہ جات سے معلوم ہوا۔ کہ سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ کہنا کہ ان کی نماز جنازہ پڑھے بغیر ان کو دفنایا گیا تھا۔ بالکل غلط اور بے اصل ہے۔ ان حوالہ جات میں تو ان حضرات کے اسماء گرامی تک بھی ذکر ہو گئے۔ جنہوں نے ان کی میت پر نماز جنازہ پڑھی اور حضرات صحابہ کرام نے آپ کی نعش کو اپنے ہاتھوں سے سپرد خاک کیا۔

امر چہارم کا جواب:

کوڑے کرکٹ میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی تدفین سفید جھوٹ ہے

سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں کوڑا کرکٹ والی جگہ میں دفنانے کی بات کا ضمناً جواب تو ہو چکا ہے۔ جس کی وضاحت یہ ہے۔ کہ معترض نادان نے اپنی جہالت اور مطالعۂ تاریخ سے ناواقفیت کی بنا پر ''حش کوکب'' کا معنی ''کوڑا کرکٹ کی جگہ'' سمجھا۔ حالانکہ اس کا معنی یہ نہیں ہے۔ بلکہ ''حش'' ایک باغ کا نام اور ''کوکب'' اس کے باغ کے مالک صحابی کا اسم تھا۔ ان دونوں کو ملا کر یہ لفظ مذکور ہوا۔ جس کا معنی یہ بنا کہ ''کوکب نامی صحابی کا باغ'' اس معنی کو ناسخ التواریخ نے بیان کیا۔ حوالہ پھر سے ملاحظہ کریں۔

ناسخ التواریخ:

کوکب نام یکے از اصحاب است وحش نام بستان است۔ واین

بستان در پہلوئے گورستان جہوداں بود۔ عثمان را در آنجا بخاک سپردند

(۱۔ ناسخ التواریخ تلمذیخ خلفاء جلد ۳ ص ۲۶۷ مطبوعہ تہران طبع جدید)
(۲۔ التنبیہ والاشراف ص ۲۵۳، مطبوعہ قاہرہ طبع جدید)

ترجمہ:

کوکب ایک صحابی کا نام اور حش ان کے باغ کا نام تھا۔ اور یہ باغ یہودیوں کے قبرستان کے قریب واقع ہے۔ اور اس میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو دفن کیا گیا۔

تنبیہ:

"حش کوکب"، نامی باغ میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو دفنانے کے، واقعہ کو بعض اہل تشیع غلط رنگ دیکر یہ کہتے ہیں۔ کہ یہ باغ چونکہ جنت البقیع میں نہ تھا۔ اس لیے اس میں دفنانے کا مطلب یہ ہوا۔ کہ لوگوں نے حضرت عثمان کو جنت البقیع میں دفن ہونے سے روک دیا۔ اور اس کے برخلاف انہیں یہودیوں کے قبرستان میں دفن کیا گیا۔

حالانکہ حقیقت یہ ہے۔ کہ خود کتب شیعہ اس امر کی تصدیق و تائید کرتی ہیں کہ حضرت عثمان کو مسلمانوں اور یہودیوں کے قبرستان کے درمیان ایک حش کوکب نامی باغ میں دفن کیا گیا۔ اوپر حوالہ میں الفاظ یہ ہیں۔ "وایں بستان در پہلوئے گورستان جہوداں بود۔ یہ باغ یہودیوں کے قبرستان کے قریب واقع تھا۔ قرب وجوار میں واقع ہونا اس کا یہ مطلب کیسے لیا جا سکتا ہے۔ کہ یہ جگہ یہودیوں کے قبرستان

میں شامل تھی۔ تاکہ اس سے یہ نتیجہ برآمد کیا جائے۔ کہ حضرت عثمان کو یہودیوں کے قبرستان میں دفنایا گیا۔ بلکہ یوں کہنا چاہیئے۔ کہ آپ کو یہودیوں کے قبرستان کے نزدیک ایک باغ میں سپرد خاک کیا گیا۔

روضۃ الصفاء کی عبارت یہ تھی۔ حائطے کہ میان گورستان جہوداں و مسلمانان بود بخاک سپردند۔

یعنی ایک باغ میں حضرت عثمان کو سپرد خاک کیا گیا۔ یہ باغ یہودیوں کے قبرستان اور مسلمانوں کے قبرستان کے درمیان تھا۔ یہاں بھی وہی بات مذکور ہے۔ کہ یہ باغ کوئی قبرستان نہ تھا۔ کہ اس کو یہودیوں کا قبرستان قرار دے کر دھوکہ دیا جائے۔ بلکہ ایک علیحدہ جگہ تھی۔

یہ باغ وہ تھا۔ کہ جس کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنی زندگی میں خریدا تھا۔ اور اس غرض سے خریدا تھا۔ کہ جنت البقیع کو وسیع کیا جائے۔ اس باغ اور جنت البقیع کے درمیان ایک دیوار حائل تھی۔ جس کو بعد میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے گرا دیا تھا۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

الاصابۃ:

وَ قُتِلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ لِثَمَانَ
عَشَرَةَ خَلَتْ مِنْ ذِى الْحِجَّةِ
بَعْدَ الْعَصْرِ وَ دُفِنَ لَيْلَةَ
السَّبْتِ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَ الْعِشَآءِ
فِي حَشِّ كَوْكَبٍ كَانَ عُثْمَانُ

اِشْتَرَاہُ فَوُسِّعَ بِہِ الْبَقِیْعُ۔

(۱۔الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ جلد ۲ ص۴۶۳
حرف العین۔القسم الاول مطبوعہ بیروت
طبع جدید)
(۲۔اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ لابن
اثیر جلد ۳ صفحہ ۳۸۲ مطبوعہ بیروت
طبع جدید)

ترجمہ

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو اٹھارہ ذوالحج بروز جمعہ بعد نماز عصر شہید کیا گیا۔اور ہفتہ کی رات مغرب اور عشاء کے درمیان انہیں دفن کیا گیا۔ اور ان کی تدفین "حش کوکب" میں عمل میں آئی۔یہ وہ باغ تھا جسے خود حضرت عثمان نے جنت البقیع کی توسیع کے لیے خریدا تھا۔

معلوم ہوا۔کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ کہنا کہ انہیں کوڑا کرکٹ کے ڈھیر میں دفن کیا گیا۔ایک ایسی کذب بیانی ہے۔کہ جس کی تردید اور تکذیب کتب تاریخ صراحتہً کرا رہی ہیں۔تاریخی شواہد کے مطابق آپ کو خود اپنے خریدے ہوئے باغ میں دفن کیا گیا۔جو آپ نے جنت البقیع کی توسیع کے لیے خریدا تھا۔آپ کو اس باغ میں دفنا کر اسے قبرستان بنانے اور جنت البقیع میں شامل کرنے کی عملی صورت پیش کی گئی۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

❖

امر پنجم کا جواب :

بلوا کے دنوں میں صحابہ کرام نے عثمان غنی پر ہر طرح سے ایثار کیا

اعتراض کی شکل یہ تھی۔ کہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین چونکہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ برحق نہ سمجھتے تھے۔ اسی لیے انہوں نے ان کی کوئی مدافعت نہ کی۔ ورنہ وہ شہید نہ ہوتے۔ اعتراض کی یہ شکل اہل تشیع کی لاعلمی اور کتب تاریخ سے عدم واقفیت پر مبنی ہے۔ سُنی شیعہ دونوں کی کتب تاریخ اس امر کی نشاندہی کرتی ہیں۔ کہ صحابہ کرام نے کئی مرتبہ حضرت عثمان سے اس امر کی اجازت طلب کی۔ کہ انہیں باغیوں کی سرکوبی کی اجازت مرحمت فرمائی جائے۔ لیکن حضرت عثمان نے ہر مرتبہ اس امر کی اجازت دینے سے انکار کیا۔ جلیل القدر صحابہ کرام نے اپنے فرزندان ارجمند کو حضرت عثمان کی حفاظت پر مامور فرمایا۔ اور تاریخ شاہد ہے۔ کہ باغیوں کے حملہ کے وقت یہ حضرات بھی زخمی ہوئے۔ جو آپ کے مکان کا پہرہ دے رہے تھے۔ ان کی مزاحمت کی وجہ سے باغیوں کو مکان کے دروازے سے اندر آنے کی ہمت نہ ہوئی بالآخر وہ مکان کی چھت پر چڑھ کر حملہ کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو شہادتِ عثمان کی اطلاع ملی۔ تو آپ نے اپنے فرزند حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے منہ پر طمانچہ تک رسید کر دیا۔ اسی طرح حضرت زبیر و طلحہ نے بھی اپنے اپنے صاحبزادوں کو بُرا بھلا کہا۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

جلیل القدر صحابہ نے اپنے فرزندان کرام کو حضرت عثمان کی حفاظت پر مامور فرمایا

مروج الذہب:

فَلَمَّا بَلَغَ عَلِيًّا اَنَّهُمْ يُرِيْدُوْنَ قَتْلَهٗ بَعَثَ بِابْنَيْهِ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ مَعَ مَوَالِيْهِ بِالسِّلَاحِ اِلٰى بَابِهٖ لِنُصْرَتِهٖ وَاَمَرَهُمْ اَنْ يَّمْنَعُوْهُ مِنْهُمْ وَبَعَثَ الزُّبَيْرُ اِبْنَهٗ عَبْدَاللّٰهِ وَبَعَثَ طَلْحَةُ اِبْنَهٗ مُحَمَّدًا وَاَكْثَرُ اِبْنَاءِ الصَّحَابَةِ اَرْسَلَهُمْ اٰبَاءُهُمْ اِقْتِدَآءً بِمَنْ ذَكَرْنَا فَصَدُّوْهُمْ عَنِ الدَّارِ فَرَمٰى مَنْ وَصَفْنَا بِالسِّهَامِ وَاشْتَبَكَ الْقَوْمُ وَجُرِحَ الْحَسَنُ وَشُجَّ قَنْبَرُ وَجُرِحَ مُحَمَّدُ بْنُ طَلْحَةَ فَخَشِيَ الْقَوْمُ اَنْ يَّتَعَصَّبَ بَنُوْ هَاشِمٍ وَبَنُوْ اُمَيَّةَ فَتَرَكُوا الْقَوْمَ فِي الْقِتَالِ عَلَى الْبَابِ ..

.... فَاسْتَرْجَعَ الْقَوْمُ وَدَخَلَ عَلِيٌّ الدَّارَ وَهُوَ كَالْوَالِهِ الْحَزِيْنِ وَقَالَ لِاِبْنَيْهِ كَيْفَ قُتِلَ اَمِيْرُ

الْمُؤْمِنِيْنَ وَ اَنْتُمَا عَلَى الْبَابِ
وَلَطَمَ الْحَسَنَ وَ ضَرَبَ صَدْرَ الْحُسَيْنِ
وَ شُتِمَ مُحَمَّدُ بْنُ طَلْحَةَ وَلُعِنَ عَبْدُ اللّٰهِ
ابْنُ الزُّبَيْرِ ۔

(۱۔ مروج الذہب جلد دوم ص ۳۴۵ ذکر ذی النورین مطبوعہ بیروت طبع جدید)
(۲۔ ابن جدید شرح نہج البلاغہ جلد ۱ ص ۱۶۷ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ

حضرت علی المرتضے رضی اللہ عنہ کو جب اس بات کا علم ہوا۔ کہ باغی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کے درپے ہیں۔ تو آپ نے اپنے دونوں بیٹوں اور کچھ غلاموں کو اسلحہ دے کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دروازے پر پہرہ دینے کے لیے بھیجا۔ تاکہ ان کی مدد کی جائے۔ اور باغیوں کو روکا جائے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے جناب عبداللہ اور حضرت طلحہ نے اپنے بیٹے محمد کو اور ان کے علاوہ بہت سے دوسرے صحابہ کرام نے اپنے اپنے فرزندان کو اسی مقصد کی خاطر حضرت عثمان کا پہرہ دینے کے لیے متعین فرمایا۔ باغی سبائیوں نے تیر اندازی شروع کر دی۔ اس سے لوگ اِدھر اُدھر بکھر گئے۔ حضرت امام حسن زخمی ہوئے۔ قنبر کا سر پھٹ گیا۔ محمد بن طلحہ اور کچھ اور لوگ بھی زخمی ہو گئے۔ اس سے لوگوں نے اندازہ لگایا۔ کہ کہیں بنی امیہ اور بنی ہاشم میں تعصب پیدا نہ ہو جائے۔

اس لیے انہوں نے مذکورہ اشخاص کو دروازے پر متعین رکھا..... حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ جب شہید ہو گئے۔ تو لوگوں نے اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھا۔ اُدھر حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ گھر تشریف لائے۔ آپ بہت غمزدہ اور پریشان تھے۔ اپنے دونوں بیٹوں کو پوچھا تم دونوں جب دروازے پر مامور تھے۔ تو پھر تمہاری موجودگی میں حضرت عثمان شہید کیونکر ہو گئے۔ امام حسن کے منہ پر طمانچہ مارا حسین کے سینہ میں زور سے ہاتھ مارا۔ اُدھر محمد بن طلحہ کو برا بھلا کہا گیا۔ اور عبداللہ بن زبیر کو بھی ملامت کی گئی۔

ابن حدید:

فَاُغْلِقَتِ الْبَابُ وَ مَانَعَهُمُ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ وَ عَبْدُاللّٰهِ ابْنُ الزُّبَيْرِ وَ مُحَمَّدُ بْنُ طَلْحَةَ وَ مَرْوَانُ وَ سَعِيْدُ بْنُ الْعَاصِ وَ جَمَاعَةٌ مَعَهُمْ مِنْ اَبْنَاءِ الْاَنْصَارِ۔

(ابن حدید شرح نہج البلاغۃ جلد نمبر ۱ ص ۱۶۷ فی منع عثمان الماء وکیفیۃ قتلہ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ

باغی سبائیوں کے حملے کے پیش نظر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے گھر کا دروازہ بند کر دیا گیا۔ اور ان حملہ آوروں کو روکنے کے لیے حضرت امام حسن بن علی، عبداللہ بن الزبیر، محمد بن طلحۃ، مروان سعید بن العاص کے

علاوہ انصار کے دوسرے بہت سے افراد موجود تھے۔ (رضی اللہ عنہم)

ابن میثم:

فَاِنَّ الْقَتْلَ اِمَّا بِفِعْلٍ اَوْ بِقَوْلٍ وَلَمْ يُنْقَلْ عَنْ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِيْ اَمْرِ عُثْمَانَ اِلَّا اَنَّهٗ لَزِمَ بَيْتَهٗ وَ اعْتَزَلَ عَنْهُ بَعْدَ اَنْ دَافَعَ عَنْهُ طَوِيْلًا بِيَدِهٖ وَلِسَانِهٖ فَلَمْ يُمْكِنِ الدَّفْعُ۔

(ابن میثم شرح نہج البلاغۃ جلد نمبر ۴
ص ۳۵۴ شرح کتاب له الی
معاویۃ الخ مطبوعہ تہران طبع جدید

ترجمہ

قتل یا تو بالفعل ہوتا ہے۔ یا کسی کو قول کے ذریعہ ابھار کر قتل کرایا جاتا ہے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے متعلق حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ سے اس سلسلہ میں کوئی بات منقول نہیں ہے۔ ہاں یہ ضرور ہوا۔ کہ زبان اور عملی طور پر ایک عرصہ تک حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان کی مدافعت کی۔ لیکن آخر میں جب یہ ممکن نہ رہی۔ تو آپ ایک طرف ہو گئے۔

☆☆
☆

اکابر صحابہ کرام نے باغیوں سے لڑنے کی اجازت مانگی اور حضرت عثمان رضؓ نے اس سے انکار کر دیا۔

ناسخ التواریخ:

واگر بخواہد از اعانت او دست باز نگیرم و شر ایں قوم را از و بگردانم پس امام حسن علیہ السلام را گفت اے فرزند بنزدیک عثمان شو و بگوے پدر من بسوئے تو نگران است و چناں مکشوف می افتد کہ ایں قوم قصد قتل تو دارند اگر خواہی ترا مدد دہیم و ایں قوم را از سرائے تو دور داریم حسن علیہ السلام بنزدیک عثمان آمد و کلمات علی را ابلاغ کرد۔

چناں مکشوف می افتد کہ عثمان ہنوز باور نداشت کہ مردماں بسرائے او در روند و او را بکشتند ازیں روئے نخواست کہ زینہاری علی علیہ السلام باشد پس با امام حسن عرض کرد کہ نمی خواہم کہ رنجہ شوی و با ایں قوم رزم دہی و ظفر جوئی چناں خواہم ایں روزہ کہ دارم در خدمت مصطفیٰ بکشائم لاجرم حسن علیہ السلام، مراجعت کرد۔

(ناسخ التواریخ تاریخ خلفاء جلد ۲
ص ۲۵۹، آمدن علی علیہ السلام بمسجد الخ
مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ

جب سبائی باغیوں نے حضرت عثمان کے گھر کا محاصرہ کرنے کی ٹھانی

توحضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ نے ان حالات میں فرمایا۔ اگر حضرت عثمان چاہیں۔ تو میں ان کی مدد کرنے پر تُل جاؤں۔ اور اس سبائی قوم کو ان کے قریب تک نہ آنے دوں۔ یہ کہہ کر حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ نے امام حسن رضی اللہ عنہ کو فرمایا۔ بیٹا! حضرت عثمان کے پاس جاؤ۔ اور جا کر کہو۔ کہ میرے والد آپ کی حفاظت کا ارادہ فرماتے ہیں۔ کیونکہ انہیں یہ معلوم ہو چکا ہے۔ کہ لوگ آپ کے قتل کے درپے ہیں۔ اگر تم اجازت دو۔ تو ہم تمہاری مدد کو پہنچیں۔ اور ان سبائی باغیوں کو آپ کے گھر سے دُور بھگا دیں۔ یہ پیغام لے کر حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہو گئے۔ اور حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کی گفتگو ان تک پہنچائی۔

معلوم یہ ہوتا تھا۔ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو ابھی تک یہ یقین نہ تھا۔ کہ لوگ ان کے گھر میں داخل ہو کر انہیں قتل کر دیں گے۔ اس وجہ سے انہوں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو تکلیف دینا گوارا نہ کیا۔ امام حسن رضی اللہ عنہ واپس تشریف لائے۔ اور انہیں حضرت عثمان نے کہلا بھیجا۔ کہ میں نہیں چاہتا۔ کہ تم اس قوم کے ساتھ جنگ کرو۔ اور ان پر فتح حاصل کرنے کی کوشش کرو۔ میرا یہ ارادہ ہے۔ کہ میں نے جو روزہ رکھا ہے۔ اس کی افطاری حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پہنچ کر کروں۔ یہ سن کر امام حسن رضی اللہ عنہ واپس تشریف لے آئے۔

طبقات ابن سعد:

قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اِدْرِيْسَ قَالَ اَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ حَسَّانٍ عَنْ مُحَمَّدٍ

اِبْنِ سِیْرِیْنَ قَالَ جَآءَ زَیْدُ بْنُ ثَابِتٍ اِلٰی عُثْمَانَ فَقَالَ هٰذِهِ الْاَنْصَارُ بِالْبَابِ یَقُوْلُوْنَ اِنْ شِئْتَ کُنَّا اَنْصَارًا بِاللّٰهِ مَرَّتَیْنِ قَالَ فَقَالَ عُثْمَانُ اَمَّا الْقِتَالُ فَلَا۔

(۱۔ طبقات ابن سعد جلد ۳ ص ۷۰
ذکر ما قیل بعثمان فی الخلع الخ
مطبوعہ بیروت طبع جدید)
(۲۔ تاریخ خلیفہ ابن خیاط جزء اول
تحت السنہ ۳۵ھ الفتنہ زمن عثمان)

ترجمہ

محمد بن سیرین رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔ کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ حضرت عثمان کے پاس آئے۔ اور کہا۔ اے عثمان! باہر دروازہ پر انصار کھڑے ہیں۔ اور وہ کہہ رہے ہیں۔ کہ اگر آپ چاہیں۔ تو ہم پہلے کی طرح اب بھی آپ کی مدد کے لیے تیار ہیں۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ بہر حال لڑائی پر میں خوش نہیں۔

تاریخ خلیفہ:

اِنَّ ابْنَ عُمَرَ کَانَ یَوْمَئِذٍ مُتَقَلِّدًا سَیْفَهٗ حَتّٰی عَزَمَ عَلَیْهِ عُثْمَانُ اَنْ یَخْرُجَ مَخَافَةً اَنْ یُقْتَلَ۔

(تاریخ خلیفہ ابن خیاط جلد اول ص ۱۵۱
تحت السنہ ۳۵ھ الفتنہ زمن عثمان)

ترجمہ

محاصرہ کے وقت حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی تلوار مقابلہ کے لیے گلے میں لٹکا رکھی تھی۔ یہ دیکھ کر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے انہیں قسم دے کر فرمایا۔ کہ تم چلے جاؤ۔ کیونکہ ہو سکتا ہے۔ کہ تم بھی اس فتنہ کی لپیٹ میں آجاؤ۔

البدایۃ والنہایۃ:

كَانَ الْحِصَارُ مُسْتَمِرًّا مِنْ اَوَاخِرِ ذِي الْقَعْدَةِ اِلَى يَوْمِ الْجُمُعَةِ الثَّامِنَ عَشَرَ مِنْ ذِي الْحِجَّةِ ۳۵ھ فَلَمَّا كَانَ قَبْلَ ذٰلِكَ الْيَوْمِ قَالَ عُثْمَانُ لِلَّذِيْنَ عِنْدَهٗ فِي الدَّارِ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَكَانُوْا قَرِيْبًا مِنْ سَبْعِ مِائَةٍ فِيْهِمْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الزُّبَيْرِ وَالْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ وَمَرْوَانُ وَاَبُوْ هُرَيْرَةَ وَخَلْقٌ مِنْ مَوَالِيْهِ وَلَوْ تَرَكَهُمْ لَمَنَعُوْهُ فَقَالَ لَهُمْ اُقْسِمُ عَلٰى مَنْ لِيْ عَلَيْهِ حَقٌّ اَنْ يَكُفَّ يَدَهٗ وَاَنْ يَنْطَلِقَ اِلٰى مَنْزِلِهٖ وَعِنْدَهٗ مِنْ اَعْيَانِ الصَّحَابَةِ وَاَبْنَآءِهِمْ جَمٌّ غَفِيْرٌ وَقَالَ لِرَقِيْقِهٖ مَنْ اَغْمَدَ سَيْفَهٗ فَهُوَ حُرٌّ وَكَانَ سَبَبُ ذٰلِكَ اَنَّ عُثْمَانَ رَاٰى فِي الْمَنَامِ رُؤْيَا دَلَّتْ

عَلٰى اِقْتِرَابِ اَجَلِهٖ فَاسْتَسْلَمَ لِاَمْرِ اللّٰهِ رِجَاءً مَوْعُوْدَةً وَشَوْقًا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ...... دَخَلَ عَلَيْهِ كَثِيْرُ بْنُ الصَّلْتِ فَقَالَ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اُخْرُجْ فَاجْلِسْ بِالْفَنَاءِ فَيَرَى النَّاسُ وَجْهَكَ فَاِنَّكَ اِنْ فَعَلْتَ ارْتَدَعُوْا فَضَحِكَ وَقَالَ يَا كَثِيْرُ رَاَيْتُ الْبَارِحَةَ وَكَاَنِّيْ دَخَلْتُ عَلٰى نَبِيِّ اللّٰهِ وَعِنْدَهٗ اَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ فَقَالَ ارْجِعْ فَاِنَّكَ مُفْطِرٌ عِنْدِيْ غَدًا ثُمَّ قَالَ عُثْمَانُ وَلَنْ تَغِيْبَ الشَّمْسُ وَاللّٰهِ غَدًا اَوْ كَذَا اَوْ كَذَا اِلَّا وَاَنَا مِنْ اَهْلِ الْاٰخِرَةِ۔

(البدایۃ والنہایۃ جلد ۷ ص ۱۸۱، ۱۸۲
ذکر حضرت امیر المومنین
عثمان مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ہاں تقریباً سات سو انصار و مہاجرین ۳۵ھ میں ذوالقعدۃ کی آخری تاریخوں سے لے کر آٹھ ذوالحجہ بروز جمعۃ المبارک تک محصور رہے۔ ان حضرات میں حضرت عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن الزبیر، حسن، حسین، مروان، ابوہریرۃ اور ان کے بہت سے غلام بھی تھے (رضی اللہ عنہم) اگر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ان کو اپنے دفاع کی اجازت

دیتے۔ تو یہ سبائی بلوائیوں کا اچھی طرح دفاع کر سکتے تھے۔ لیکن حضرت عثمان نے انہیں اپنے حق کی قسم دے کر فرمایا۔ کہ تم نے کسی پر ہاتھ نہیں اٹھانا۔ اور یہ کہ ہر شخص اپنے اپنے گھر چلا جائے۔ اس وقت آپ کے ہاں اکابر صحابہ کرام اور ان کے فرزندانِ ارجمند کا ایک بہت بڑا ہجوم تھا۔ آپ نے اپنے غلاموں سے بھی فرما دیا۔ تم میں سے جو اپنی تلوار کو نیام میں ڈال دے گا۔ اور باغیوں سے لڑنے سے رک جائے گا۔ وہ آزاد ہے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے اس فرمان کی وجہ اور اصل سبب یہ تھا۔ کہ انہوں نے ایک ایسا خواب دیکھا تھا۔ کہ جس سے انہیں اپنی موت کے قریب ہونے کی نشاندہی ملی تھی۔ اس بنا پر انہوں نے اللہ تعالیٰ کی تقدیر کے سپرد ہو جانے کو اولیت دی۔ تاکہ جو کچھ وعدہ دیا گیا تھا۔ وہ مل جائے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات سے بہرور ہوا جائے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس حضرت کثیر بن الصلت آئے۔ اور کہا۔ اے امیر المؤمنین! باہر کھلے میدان میں تشریف لایئے۔ لوگ آپ کے چہرۂ نورانی کی زیارت کریں۔ اگر آپ نے میری درخواست قبول فرمالی۔ اور سرعام دیدار کرا دیا۔ تو باہر کھڑے باغی سبھی لوٹ جائیں گے۔ یہ سن کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مسکرا دیئے۔ اور فرمایا۔ اے ابن الصلت! میں نے گزشتہ رات حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ آپ کے پاس ابوبکر صدیق اور عمر فاروق بھی بیٹھے تھے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ارشاد فرمایا۔ عثمان! واپس چلے جاؤ۔ کل تمہاری افطاری ہمارے پاس ہو گی۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ابن الصلت سے فرمایا۔

خدا کی قسم! کل غروب ہونے سے قبل ہی میں اس دنیا سے رخصت ہو جاؤں گا۔ (شہید ہو جاؤں گا۔)

شہادت عثمان کے وقت حضرت علی المرتضےٰ رضہ کی حالت ناگفتہ بہ ہو گئی

البدایۃ والنہایۃ:

رَوَی الرَّبِیْعُ بْنُ بَدْرٍ عَنْ سَیَّارِ بْنِ سَلَامَۃَ عَنْ اَبِی الْعَالِیَۃِ اَنَّ عَلِیًّا دَخَلَ عَلٰی عُثْمَانَ فَوَقَعَ عَلَیْہِ وَ جَعَلَ یَبْکِیْ حَتّٰی ظَنُّوْا اَنَّہٗ سَیَلْحَقُ بِہٖ قَالَ قَالَ عَلِیٌّ یَوْمَ قُتِلَ عُثْمَانَ وَاللّٰہِ مَا قَتَلْتُ وَلَا اَمَرْتُ وَلٰکِنِّیْ غُلِبْتُ وَرَوَاہُ غَیْرُ لَیْثٍ عَنْ طَاؤُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ بِہٖ وَ قَالَ الثَّوْرِیُّ وَ غَیْرُہٗ عَنْ لَیْثٍ عَنْ طَاؤُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ سَیَلْحَقُ عَنْ عَلِیٍّ نَحْوَہٗ وَ قَالَ حَبِیْبُ بْنُ اَبِی الْعَالِیَۃِ عَنْ مُجَاہِدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ عَلِیٌّ اِنْ شَآءَ النَّاسُ حَلَفْتُ لَہُمْ عِنْدَ مَقَامِ اِبْرَاہِیْمَ بِاللّٰہِ مَا قَتَلْتُ عُثْمَانَ

وَلَا اَمَرْتُ بِقَتْلِهٖ وَلَقَدْ نَهَيْتُهُمْ فَعَصَوْنِیْ ۔

(البدایۃ والنہایہ جلد ۷ ص ۱۹۳ ذکر
مقتلہ رضی اللہ عنہ مطبوعہ بیروت)

ترجمہ

ابو العالیہ سے روایت ہے۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ شہادتِ عثمان کے بعد ان کی نعش پر آئے۔ حتیٰ کہ آپ ان پر گر پڑے۔ اور اس قدر روئے کہ لوگوں نے سمجھا شاید قریب المرگ ہو گئے۔ حضرت سفیان ثوری وغیرہ نے حضرت لیث اور انہوں نے ابن عباس سے انہوں نے کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے دن فرمایا اللہ کی قسم میں نے انہیں قتل نہیں کیا اور نہ ہی اس کا حکم دیا اور بلکہ میں مغلوب ہوا اور روایت کیا ہے اس کو لیث کے علاوہ طاؤس نے انہوں نے حضرت ابن عباس سے اور انہوں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے ایسی ہی روایت ذکر کی ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے ایک اور روایت ہے۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا۔ اگر لوگ چاہیں تو میں مقام ابراہیم پر کھڑے ہو کر اللہ کی قسم اٹھا کر یہ کہنے کو تیار ہوں۔ کہ نہ تو میں نے حضرت عثمان کو قتل کیا۔ نہ ان کے قتل کا کسی کو کہا۔ بلکہ میں تو لوگوں کو ان کے قتل سے منع کرتا رہا۔ لیکن انہوں نے میری بات نہ مانی۔ (اور قتل کر دیا۔)

قتلِ عثمان سے حضرت علی المرتضٰے کی برأت اور قاتلوں کے لیے ہلاکت کی بددعا۔

امالی طوسی:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ عَنْ عَلِيِّ ابْنِ اَبِيْ طَالِبٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ اِنْ شَاءَ النَّاسُ قُمْتُ لَهُمْ خَلْفَ مَقَامِ اِبْرَاهِيْمَ فَحَلَفْتُ لَهُمْ بِاللّٰهِ مَا قَتَلْتُ عُثْمَانَ وَلَا اَمَرْتُ بِقَتْلِهِ وَلَقَدْ نَهَيْتُهُمْ فَعَصَوْنِيْ۔

(امالی شیخ طوسی جلد ۲ صفحہ نمبر ۲۷۵
الجزء العاشر۔ مطبوعہ قم ایران
طبع جدید)

ترجمہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ سے راوی کہ حضرت علی نے فرمایا۔ اگر لوگ خواہش کریں۔ تو میں مقام ابراہیم کے پیچھے کھڑے ہو کر اللہ کی قسم کھا کر کہنے کو تیار ہوں۔ کہ نہ تو میں نے حضرت عثمان کو قتل کیا۔ اور نہ ہی ان کے قتل کا کسی کو حکم دیا۔ میں تو انہیں منع کرتا رہا لیکن وہ باز نہ آئے۔

☆

مروج الذہب :

ثُمَّ نَادٰى عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ طَلْحَةَ حِيْنَ رَجَعَ الزُّبَيْرُ يَا اَبَا مُحَمَّدٍ مَا الَّذِيْ اَخْرَجَكَ قَالَ الطَّلَبُ بِدَمِ عُثْمَانَ قَالَ عَلِيٌّ قَاتَلَ اللّٰهُ اَوْلَانَا بِدَمِ عُثْمَانَ ۔

(مروج الذہب جلد ص ۳۶۴ ذکر خطبة لعلی قبل الالتحام مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ

جب حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے جنگ سے روگردانی کی۔ تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت طلحۃ کو آواز دی۔ اے ابو محمد! تمہیں کس چیز نے جنگ کرنے کے لیے باہر نکلنے پر مجبور کیا۔ حضرت طلحۃ نے جواب دیا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ناحق خون کا مطالبہ کر میں جنگ کرنے نکلا ہوں۔ یہ سن کر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ جو شخص بھی ہم میں سے خون عثمان سے قریب ہو (ملوث ہو) اللہ اسے تباہ کرے۔

الحاصل :

طعن مذکور میں امر پنجم کا جواب ہم نے کافی تفصیل سے ذکر کیا۔ جس سے معلوم ہوا۔ کہ کتب اہل سنت اور کتب اہل تشیع دونوں کی متفقہ رائے ہے۔ کہ

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت میں حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے پوری پوری مدد کی۔ اور باغیوں کی سرکوبی کی اجازت مانگی۔ لیکن آپ نے انہیں اجازت نہ دی۔

حضرات صحابہ کرام نے ان کی حفاظت کے لیے اپنے اپنے بیٹوں کو بطور پہرہ دار مقرر فرمایا۔ اور شہادت کی خبر سننے پر اُن کو ان کے والد صاحبان نے سخت ملامت کی۔ اور تھپڑ تک رسید کیے۔

یہ سب حضرات حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اشارے کے منتظر تھے کہ آپ اشارہ فرمائیں۔ ہم ان سبائی باغیوں کا مقابلہ کریں۔ لیکن آپ نے صرف اپنا خواب مدنظر رکھا۔ اور حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق روزہ کی افطاری آپ کے ہاں کرنا تھی۔ اس لیے آپ اگر اجازت دی بھی دیتے۔ تو بھی آپ کی شہادت رُک نہ سکتی تھی۔ اس لیے آپ نے اپنا سفر جاری رکھا۔ اور مسلمانوں کو بہت بڑے خون خرابے میں پڑنے سے بچاتے تشریف لے گئے۔ خود حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ نے اجازت مانگی۔ لیکن امام حسن رضی اللہ عنہ کے ذریعہ پیغام بھجوا دیا۔ کہ میں اس میں خوش نہیں ہوں۔

نوٹ:

شیعہ مورخ مرزا تقی نے ایک بات اپنی شیعی فطرت سے مغلوب ہو کر لکھ دی۔ وہ یہ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو معلوم ہو چکا تھا۔ کہ میں نے قتل تو ہو ہی جانا ہے اس لیے حضرت علی المرتضےٰ کا احسان کیوں اٹھاؤں۔ تو یہ اس مؤرخ کے دل کا ناسور ہے۔ جو پھٹ کر کاغذ پر بکھر گیا۔ اگر یہی حقیقت ہوتی۔ تو اس خواب کا کیا بنے گا۔ کہ جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان کو کل اپنے ہاں روزہ افطار کرنے کی خوشخبری دی تھی۔ اور حضرت عثمان نے خود اس امر کی وضاحت بھی فرما دی تھی۔

انہی حوالہ جات سے یہ بھی معلوم ہو گیا۔ کہ اہل تشیع کا یہ کہنا کہ حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے ناراض تھے۔ اور اس ناراضگی کی بنا پر آپ چاہتے تھے۔ کہ عثمان کا جلد خاتمہ ہو جائے۔ اور میری خلافت قائم ہو جائے یہ بھی سراسر غلط اور بے بنیاد بات ہے۔ حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ تو بیت اللہ میں کھڑے ہو کر مقام ابراہیم پر اس بات کی قسم اٹھانے کو تیار ہیں۔ کہ نہ انہوں نے خود حضرت عثمان کو قتل کیا۔ اور نہ ہی ان کے قتل میں ان کا مشورہ اور حکم تھا۔ بلکہ شہادت حضرت عثمان کے بعد حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ کو اس قدر صدمہ ہوا۔ کہ ان کی نعش پر گر پڑے۔ اور رو رو کر ہلکان ہو گئے۔ یہ سب باتیں اس امر کی واضح دلیل ہیں۔ کہ حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ کو شہادت عثمان کا انتہائی صدمہ تھا۔ اور وہ اس کو کسی طور پر بھی اپنے لیے باعث مسرت نہ سمجھتے تھے۔

کیا شہادت پانا ”ناحق“ ہونے کی دلیل ہے؟

اس سلسلہ کی آخری بات یہ کہنا ہے۔ کہ شیعہ لوگ یہ بھی کہنے سے شرماتے نہیں کہ اگر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ خلیفہ برحق ہوتے۔ تو صحابہ کرام انہیں شہید نہ ہونے دیتے۔ یہ بات نہایت بے وزن اور نامعقول ہے۔

اس بات کی نامعقولی کی وجہ یہ ہے۔ کہ اگر یہ بات تسلیم کر لی جائے۔ کہ خلیفہ ”برحق“ وہ ہوتا ہے۔ یا حق پر وہ آدمی ہوتا ہے۔ کہ جس کو اس کے ساتھی شہید ہونے سے بچالیں۔ اگر کسی کے ساتھی اس کی شہادت کو روک نہ سکیں۔ تو وہ آدمی حق پر نہیں ہوتا۔ تو ہم اس قانون اور اصل کو لے کر تمام شیعہ لوگوں سے یہ دریافت کر سکتے ہیں۔ کہ اس کی زد میں تو تمہارے عقائد کے مطابق تمام ائمہ اہل بیت

آجاتے ہیں۔ کیونکہ تمہارے بڑے یہ بیان کرتے ہیں۔ کہ امام کوئی بھی ایسا نہیں گزرا۔ جو طبعی موت مرا ہو۔ بلکہ سبھی نے جامِ شہادت نوش کیا ہے۔ چلو یہ ادعا نہ سہی لیکن یہ تو حقیقت ہے۔ کہ تمام اماموں کے جدِ امجد اور امام اوّل حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ نے جامِ شہادت نوش فرمایا۔ کوفہ کی جامع مسجد میں آپ کی شہادت ہوئی اسی واقعہ کی نسبت سے کوفہ کے متعلق اہل تشیع کا عقیدہ ہے۔ کہ دنیا کی کوئی جگہ اس جیسی عظمت واحترام کی حامل نہیں ہے۔ یہی وہ شہر ہے۔ جہاں حضرت علی المرتضےٰ رضی کے نام لیوا اور اپنے آپ کو ان کا شیعہ کہلانے والے دو چار نہیں بلکہ ہزاروں کی تعداد میں موجود تھے۔ تو ان "شیعان علی" کی موجودگی میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا جامِ شہادت نوش فرمالینا اسی قانون واصل کے تحت ان کے "امام ناحق" ہونے کی دلیل ہو گی۔ اس سلسلہ میں جو جواب تمہارا وہی جواب حضرت عثمان کی شہادت کے متعلق ہمارا ہے۔ اگر اسی اعتراض سے حضرت عثمان کو مطعون بنانے کی سعی کی گئی ہے۔ تو یہی طعن حضرت علی المرتضےٰ پر بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ حق سمجھنے اور قبول کرنے کی صلاحیت اور توفیق وہمت عطا فرماوے۔ آمین

ہمارا عقیدہ اس سلسلہ میں کس قدر واضح ہے۔ یعنی یہ کہ شہادت کی وجہ سے حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کے درجات بلند ہو گئے۔ اسی وصف نے حضرت عثمان کی عظمت ورفعت کو اُجاگر فرمایا۔ آپ کی شہادت بیک وقت کئی خوبیوں اور اوصاف کی آئینہ دار ہے۔

۱۔ جمعہ کا دن نصیب ہوا۔

۲۔ تلاوتِ قرآن پاک کے دوران شہادت واقع ہوئی۔

۳۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی کے مطابق ہوئی۔

۴۔ دورانِ شہادت کسی کا بھی خون ماسوائے آپ کے قرآن پر نہ گرا

۵ ۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر مدینہ پاک میں واقع ہوئی۔
۶ ۔ روزہ کے دوران یہ واقع پیش آیا۔
۷ ۔ سورۃ البقرہ کی آیات کی پوری پوری مصداق بنی ۔آیت یہ ہے۔

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ ۔ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُم مُّصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ۔ أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ ۔

ترجمہ: ہم تمہیں کچھ خوف، بھوک، مال کے نقصان، جانی نقصان، پھلوں کے نقصان سے ضرور آزمائیں گے۔ اور آپ صبر کرنے والوں کو خوشخبری سنا دیجیے۔ وہ کہ جب کبھی انہیں کوئی مصیبت آچھوتی ہے۔ تو ان کی زبان پر یہی بات ہوتی ہے۔ ہم اللہ ہی کے لیے ہیں اور بے شک ہم اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں۔ کہ جن پر ان کے رب کی لگاتار رحمتیں اور برکتیں نازل ہوتی ہیں۔ اور وہی ہدایت یافتہ ہیں۔

نوٹ: ایک ضروری مناسبت کی وجہ سے درج ذیل مضمون کو یہاں سے اٹھا کر دشمنانِ امیر معاویہؓ کا علمی محاسبہ جو میری تصنیف ہے اس کی دوسری جلد میں منتقل کر دیا ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں کا انجام

سیدنا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو سراسر ظلماً شہید کیا گیا۔ آپ کی شہادت مظلومیت کی ایک جیتی جاگتی تصویر تھی۔ قرآن کریم نے ظالموں کے انجام کی جو نشاندہی کی ہے۔ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ وہ حرف بحرف پوری ہوئی۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے۔ و قطع دابر القوم الذین ظلموا۔ یعنی ظلم کرنے والوں

روحانی ارشاد اور ایمانی بیان

پیر طریقت راہبر شریعت شیخ المشائخ حضرت قبلہ سید محمد باقر علی شاہ صاحب۔ مدظلہ اللہ زیب سجادہ آستانہ عالیہ نقشبندیہ حضرت حضرت کیلیانوالہ شریف ضلع گوجرانوالہ

گزشتہ اوراق میں اہل تشیع کی طرف سے کیے گئے حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ذوات عالیہ پر مطاعن، گستاخیاں اور بے بنیاد الزامات اور ان کے کافی وشافی جوابات مذکور ہوئے۔ انہی میں سے ایک الزام صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بارے میں تھا۔ کہ

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر کو راستہ میں اس غرض سے کھڑا دیکھا۔ کہ کفار مکہ اور دشمنان مصطفٰے کو لمحہ بہ لمحہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رپورٹ پہنچائے اور جاسوسی کے فرائض سرانجام دے۔ تو آپ نے کفار کی اس سازش کو ناکام بنانے کے لیے یہ حربہ استعمال کیا۔ کہ ابوبکر کو پکڑا اور سفر ہجرت میں زبردستی ان کو ساتھ لے لیا۔ لہٰذا ایسا شخص "یار غار" اور "رفیق سفر" وغیرہ ایسے الفاظ کا مستحق کب ہو سکتا ہے الخ؟

میں اس لغو اور باطل الزام کے سلسلہ میں عرض کرتا ہوں۔ کہ ہم سادات اور ہمارے جدا علیٰ رضی اللہ عنہ کا اس بارے میں عقیدہ ہے کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اس سفر ہجرت کی وجہ سے اللہ رب العزت نے وہ مقام ومرتبہ عطا فرمایا وہ سعادت اور خوش نصیبی عطا فرمائی۔ کہ جس کی تمنا کرتے ہوئے سیدنا فاروق اعظم رضی

نے فرمایا۔ میری ساری زندگی کی نیکیاں لے کر اگر ابوبکر صدیق اُن کے بدلے میں صرف ہجرت کی رات کی نیکی دے دیں۔ تو میں یہ سودا کرنے کے لیے بے تاب ہوں۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ یہ تمنا کیوں نہ کرتے۔ آخر انہیں یہ معلوم ہی تھا۔ کہ ہجرت کے سفر کی ابتداء میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب و محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرمایا تھا۔ استصحب ابا بکر۔ ابوبکر کو اپنے سفر میں ساتھ لے لو۔

سیدنا امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ سے مروی تفسیر میں ایک حدیث اس موضوع پر یوں موجود ہے۔

تفسیر امام حسن عسکری: لَاجَرَمَ اَنْ اَطْلَعَ اللّٰهُ عَلٰى قَلْبِكَ وَوَجَدَ مَا فِيْهِ مُوَافِقًا بِمَا جَرٰى عَلٰى لِسَانِكَ جَعَلَكَ مِنِّىْ بِمَنْزِلَةِ السَّمْعِ وَالْبَصَرِ وَالرَّاْسِ مِنَ الْجَسَدِ۔

(تفسیر امام حسن عسکری ص ۱۳۲ مطبوعہ لکھنؤ طبع قدیم)

ترجمہ:

اے ابوبکر! اللہ تعالیٰ نے تیرے قلبی خیالات اور دلی تصورات کو بخوبی جانا۔ اور جو کچھ تمہاری زبان پر ہے۔ وہ تمہارے دل کے خیالات کا ترجمان ہے۔ دونوں میں گہری موافقت ہے۔ اللہ تعالےٰ نے تجھے میرے لیے اس قدر اہم اور تعلق دار بنا دیا۔ جس طرح جسم انسانی کے ساتھ آنکھ، سر اور کان کا معاملہ ہے۔

قارئین کرام! امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ کی شخصیت وہ مسلم شخصیت ہے۔ جسے اہل تشیع بھی اپنا امام اور راہنما مانتے ہیں۔ آپ کا ارشاد گرامی کتنا عظیم اور فصاحت و بلاغت سے لبریز ہے۔ اور اس میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مقام و مرتبہ کو کس انوکھے انداز میں بیان کیا گیا۔ سچ ہے۔ کَلَامُ الْاِمَامِ اِمَامُ الْكَلَامِ (امامت کی گفتگو اور ان کے اقوال دوسرے لوگوں کے اقوال کے امام ہوتے

ہیں۔ اہل تشیع یہ کہیں اور الزام دھریں۔ کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ جاسوسی کی خاطر لابسنر میں کھڑے تھے۔ لیکن امام موصوف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سے اپنا عقیدہ بیان فرمائیں۔ کہ صدیق اکبر کا ظاہر و باطن اللہ کے ہاں ایک تھا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کی محبت اور جانثاری بے مثل تھی۔ ہمارے جدِ اعلیٰ تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو جسم مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بمنزلہ آنکھ، کان اور سر قرار دیں۔ اور ان کے "نام لیوا" اور اپنے متعلق "محب اہلبیت" کا دعوی کرنے والے انہیں جاسوس کہیں۔ یہ جھوٹ اور بے دینی نہیں تو اور کیا ہے؟

حقیقت یہی ہے۔ جو ہمارے جدِ اعلیٰ امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور یہ بھی بالکل عیاں ہے۔ کہ "اِنَّ بناد لی شیعیانِ علی" کو نہ تو اپنے ائمہ کے اقوال کا اعتبار ہے۔ اور آنکھوں پر عداوت اور بغض کی پٹی بندھی ہونے کی وجہ سے نہ ہی انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور اللہ رب العزت کے ارشادات نظر آتے ہیں۔

ہمارا یہ روحانی سلسلہ بیعت (یعنی دربار عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف کا سلسلہ) نقشبندیہ ہے۔ جو تمام سلاسل روحانی میں ایک منفرد مقام رکھتا ہے۔ اور بواسطہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن سے وابستہ ہے۔ چنانچہ میں اور میرے خانوادے کے تمام افراد دوہری نسبت رکھنے والے ہیں۔ نسبی طور پر ہمیں فخر ہے۔ کہ مولائے کائنات حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کی اولاد ہیں۔ اور روحانی طور پر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہمارے مربی اور مرشد کامل ہیں۔ اسی لیے اس آستانہ عالیہ سے صحیح تعلق اسی شخص کا ہو سکتا ہے۔ جو ایک طرف حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کی تعظیم و توقیر کرتا ہو۔ اور دوسری طرف شہنشاہِ صداقت، رفیقِ نبوت یارِ غار اور مدفون پہلوئے پیغمبر جناب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی محبت سے اپنے قلب کو زندگی بخشتا ہو۔ اگر احترام صدیق بدرِ محبت

عتیق سے دل خالی ہے۔ تو ایسے بے مغز چھلکے کا ہمارے آستانہ سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔

میں دعاگو ہوں۔ کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس دورِ فانی سے حضرت ابوبکر صدیق رضی کی محبت سے لبریز دل عطا فرمائے۔ اور بروز حشر ان کی رفاقت عطا فرمائے۔ اور ان کی شفاعت سے ہماری نجات ہو جائے۔ اور یوں دنیا و آخرت میں باعزت ہو جائیں۔

اللھم تقبل منا واعطنا ما سالناك بجاه حبيبك وحبيب حبيبك واوليائك وصلى الله عليه رسوله واله واصحابه اجمعين

سید محمد باقر علی شاہ۔

سجادہ نشین آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف۔ ضلع گوجرانوالہ۔

ایک ضروری وضاحت

جب فرقہ شیعہ کی تردید میں میں نے قلم اٹھایا تو کتاب کا نام تحفہ جعفریہ رکھا اور خیال تھا کہ چار جلدوں کے اندر اندر سب کام سمیٹ لیا جائے گا لیکن جیسے جیسے آگے چلے اس شیعہ فرقہ کی شاخیں اور عقائد باطلہ اتنی کثرت کے ساتھ سامنے آئے کہ جن کا پورا کرنا پندرہ سولہ جلدوں سے کم جلدوں میں نہیں سما سکتا تھا۔ پھر پیری و مرشدی قبلہ پیر سید باقر علی شاہ صاحب کے حکم کے مطابق سولہ جلدوں میں مکمل کرنی پڑی کیونکہ انہوں نے فرمایا تھا کہ یہ وہی خزانہ ارواح قدسیہ نقشبندیہ کی طرف سے آ رہا ہے اس کو بند ہرگز نہیں کرنا بلکہ جہاں تک ان کے عقائد باطلہ سامنے آتے جائیں۔ ان کا قلع قمع کرتے چلے جائیں آپ کا حافظ و ناصر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ارواح روحانیہ نقشبندیہ ہوں گے۔ لہٰذا درج ذیل سولہ جلدوں کا اجمالی خاکہ ملاحظہ فرمائیں۔

تحفہ جعفریہ جلد اول میں قرآن و حدیث اور کتب شیعہ سے خلفاء راشدین کی خلافت حقہ اور ان کے فضائل ثابت کیے گئے ہیں۔ تحفہ جعفریہ جلد دوم میں خلفاء راشدین اور سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے اہل بیت کے ساتھ نسبی تعلقات بیان کیے گئے ہیں۔ تحفہ جعفریہ جلد سوم، چہارم، پنجم میں خلفاء راشدین اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ذات پر اعتراضات کے دندان شکن جوابات دیئے گئے ہیں

عقائد جعفریہ جلد اول میں اللہ تعالیٰ، انبیاء علیہم السلام اور ائمہ اہل بیت کی شان میں شیعوں کی گستاخیاں اور اللہ تعالیٰ، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ائمہ اہل بیت کی طرف سے شیعوں پر پھٹکار۔ عقائد جعفریہ جلد دوم مسئلہ امامت کے متعلق شیعوں کا عقیدہ اور ان کے تمام عقائد کی دندان شکن تردید اور امامت یزید کے متعلق اعتراضات کے جوابات۔ عقائد جعفریہ جلد سوم

کلمۂ اسلام اور کلمہ اہل تشیع میں فرق۔ تحریفِ قرآن کا ثبوت معتبر کتب شیعہ سے اور تحریفِ قرآن کے متعلق مکمل بحث۔ کہ جس میں جملہ اعتراضات کے دندان شکن جوابات دیئے گئے ہیں۔ عقائد جعفریہ جلد چہارم۔ دلائل قاہرہ سے تقیہ کی تردید۔ جنازہ رسول علیہ السلام کی تحقیقی بحث بارہ ائمہ اہل بیت کے مناقب از کتب اہل سنت۔

فقہ جعفریہ جلد اول۔ کتاب الطہارت سے لے کر کتاب النکاح تک کے جملہ مسائل فقہ جعفریہ کے من گھڑت ہونے کا تاریخی و شرعی ثبوت۔ فقہ جعفریہ جلد دوم۔ فقہ جعفریہ میں مسائل نکاح جو کہ عقلاً، نقلاً مردود ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ متعہ کی تردید اور اثیر جاڑوی کے رسالہ جواز متعہ کی مکمل تردید شیعہ لوگوں کے نزدیک متعہ کے فضائل فقہ جعفریہ جلد سوم۔ ماتم پر شیعہ لوگوں کے تمام دلائل کے دندان شکن جوابات اور ماتم کی تردید پر معتبر کتب شیعہ سے دلائل اور غلام حسین نجفی شیعی کی کتاب "ماتم اور صحابہ" کا لفظاً بلفظاً مکمل رد۔ فقہ جعفریہ جلد چہارم۔ فقہ حنفی پر اصولی اور فروعی اعتراضات کے دندان شکن جوابات۔ اس کے علاوہ حقیقت فقہ حنفیہ مصنفہ غلام حسین نجفی کے جملہ اعتراضات کے بالترتیب مفصل اور مدلل جوابات۔ اور امام اعظم پر جملہ اعتراضات کے جوابات۔ اور پھر کتب شیعہ سے امام ابو حنیفہ کے مناقب و فضائل۔ نور العینین فی ایمان آبائی سید الکونین اس کتاب میں غلام حسین نجفی کے اعتراض "وہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین امام ابو حنیفہ کے نزدیک کافر ہیں" کا مفصل جواب اور آپ کے آباؤ اجداد تا آدم تمام کے مومن و موحد ہونے پر دلائل قاہرہ سے اثبات اور ان پر جملہ اعتراضات کے جوابات:۔ دشمنانِ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا علمی محاسبہ: اس کتاب میں مودودی محمود ہزاروی المعروف محدث ہزاروی حویلیاں اور مولوی عبد الرحیم اور عبد القیوم دیوبندی، وحید الزمان اہل حدیث کے جملہ اعتراضات کے دندان شکن جوابات اور اس کے علاوہ قاتلانِ عثمان رض کا حشر بھی تفصیل و تحقیق سے ذکر کیا گیا ہے۔ اور طاہر القادری کی امیر معاویہ رض کی شان میں گستاخی کا بھی جائزہ لیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ صائم چشتی کے جملہ عقائد باطلہ کی مفصل تردید کی گئی ہے۔ تمت بالخیر (مصنف)

شیخ الحدیث محمد علی نقشبندی علیہ الرحمہ

کی قابلِ مطالعہ تصنیفات

مکتبہ نوریہ حسنیہ
جامعہ رسولیہ شیرازیہ بلال گنج لاہور
0344-4203415, 0300-4798782